اربعینِ مصطفوی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تالیف
فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَمْنَحُنَا بِھَا شُھُوْدَکَ فِیْ جَمِیْعِ الْآثَارِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَرَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَرْفَعُ بِھَا مِنْ قُلُوْبِنَا الْحُجُبَ وَالْاَسْتَارِ

اربعینِ مصطفوی

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تالیف

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی
جامعۃ الزہراء اہل سنت، عثمان غنی کالونی
مصریال روڈ، راولپنڈی کینٹ
فون 5682206
موبائل 03205145600

نام کتاب	اربعینِ مصطفوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
مؤلف	فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی
کمپوزنگ	محمد حنیف شاہد اعوان
باہتمام	محترم ڈاکٹر گلزار احمد بٹ، راولپنڈی
وقت تالیف	رمضان و شوال 1427ھ
	مطابق اکتوبر نومبر 2006ء
اشاعت	اول
پروف ریڈنگ	سید امجد فاروق شاہ
	سید حماد واجد طلحہ شاہ
ھدیہ	
تعداد	2000
سن طباعت	2006ء
مطبع	فیض الاسلام پرنٹنگ پریس راولپنڈی
ملنے کا پتہ	

جامعۃ الزہرا اہل سنت، عثمان غنی کالونی
مصریال روڈ راولپنڈی کینٹ
فون 5682206
موبائل 03205145600

انتساب

ان ہی کی ذاتِ اقدس و انور سے اس مختصر سی کتاب کو نسبت دینے کی جسارت کر رہا ہوں جن کے ارشاداتِ عالیہ سے کچھ اس رسالے میں درج ہیں مجھے یقین ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اس جہدِ مقل کو محض ذرہ نوازی فرماتے مقبول فرمائیں گے کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، قائد الغر المحجلین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المتقین، سید الاولین و الآخرین، راحت قلوب العاشقین، باعثِ تخلیق السموات والارضین اور خاتم الرسل والنبیین ہیں، ناداروں، بے کسوں اور بے بسوں کا سہارا، دلوں کے اندھیروں کی دنیا کا دمکتا ستارا اللہ کریم کی عطا سے صرف آپ ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کل محشر میں آپ کے لواء الحمد کے سائے میں ہم ساری امت مرحومہ کے ساتھ اکٹھے ہوں گے دامنِ شفاعت پکڑ لیں گے کہ ارشاد عالی ہے شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (میری شفاعت امت کے کبیرہ گناہوں والوں کے لئے ہے) اسی نسبت کی بنا پر فقیر نے کتاب کا نام اربعینِ مصطفوی رکھا ہے۔ اللھم تقبل منا بوسیلة النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الی یوم الدین.

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا
مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَمْنَحُنَا بِهَا
شُهُوْدَكَ فِىْ جَمِيْعِ الْاٰثَارِ

محتویات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَرَسُوْلِنَا

مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَرْفَعُ بِهَا

مِنْ قُلُوْبِنَا الْحُجُبَ وَالْاَسْتَارِ ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامدًا ومصلیا ومسلما

ابتدائیہ

اربعین یا چہل حدیث کے عنوان سے کئی حضرات نے رسائل وکتب لکھی ہیں مگر جو شہرت اور قبولیت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حاصل ہے وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی کچھ عرصہ پہلے اربعینِ نقشبندی کے نام سے بھی کتاب لکھی گئی اچھی کتاب ہے۔

دورہ حدیث پڑھنے کے دوران (**1952.53**ء) میں مجھے لکھنے کا اشتیاق تھا سات احادیث لکھیں مگر کچھ علمی اور کچھ دنیوی مسائل میں یوں گھرا کہ بیسیوں کتابیں لکھنے کے باوجود چالیس احادیث مرتب نہ ہوسکیں، المصنف کے گم شدہ حصے کے ملنے کے بعد اس کا ترجمہ کیا تو اس میں چالیس احادیث تھیں میری خواہش تو پوری ہوگئی مگر احباب نے اصرار کیا کہ خود انتخاب کریں، اس اصرار کی عالی جناب علامہ محمد حنیف شاہد اعوان صاحب نے انتہاء کردی مجھے مجبورًا قلم اٹھانا پڑا، احادیث بفضلہٖ تعالیٰ رمضان کے

آخری عشرے میں شروع کیں اور شوال (1427ھ) کے آخری عشرے میں ختم ہوگئیں اکتوبر کے تیسرے ہفتے میں آغاز ہوا اور نومبر (2006ء) کی سترہ تاریخ سویرے صبح کی نماز سے پہلے بروز جمعہ اختتام ہوا،

محترم المقام علامہ محمد حنیف شاہد صاحب اسے ساتھ ہی کمپوز کرتے رہے، انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی کتاب چھپ جائے گی فقیر نے کوشش کی ہے کہ اقلیتی جماعتوں کی طرف سے سواد اعظم اہل سنت پر جو اعتراضات آتے رہتے ہیں احادیث سے اہل سنت کا مذہب ثابت کیا جائے ایک دو حوالے چھوڑ کر سب حوالے صحاح ستہ سے لئے ہیں کیونکہ وہ سب کے ہاں مسلم ہیں تبرکاً کچھ حوالے قرآن حکیم سے بھی لئے ہیں ان سب احادیث کا ماخذ تو قرآن ہے قرآنی حوالے بھی ساتھ ہونے چاہئے تھے مگر چونکہ کتاب احادیث سے مرتب کرنی تھی لہذا اولیت اسی بنا پر احادیث کو دی گئی ہے مگر ایک حدیث کو ہم نے کئی صحاح ستہ کے حوالوں سے مدلل و مبرھن کیا ہے، ہماری توجہ کا مرکز مسجدوں کے خطباء اور دینی مدارس کے طلباء، حق کے متلاشی عوام اور مطالعہ کے شائقین دانشور تھے، بعونہ تعالیٰ ہم نے مقدور بھر احادیث جمع کر دی ہیں، قارئین کرام استفادہ فرما کر اپنی دعاؤں سے نوازیں۔

خادم قرآن وحدیث
فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حدیث نمبر 1

حضور علیہ السلام کے وضو کے پانی کی عظمتیں

وقال ابو موسیٰ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فیہ ماء فغسل یدیہ و وجھہ فیہ ومجّ فیہ ثم قال لھما اشربا منہ و افرغا علی وجوھکما و نحورکما۔

(بخاری ج ا ص ۳۱ سعید اینڈ کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ ابو موسیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑا پیالہ (لگن دور وغیرہ منگایا (ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے) اس میں پانی تھا آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنا چہرہ اس میں دھویا اور کلی کر کے اس میں ڈالی پھر ان دونوں (ابو موسیٰ و ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کو فرمایا اس سے دونوں پی لو اور اپنے چہروں اور گلوں (گلہ اور سینہ) پر بھی ڈال لو۔

جس پانی سے منہ ہاتھ دھو لئے جائیں وہ مستعمل پانی کہلاتا ہے اور شرعاً وہ نا قابل استعمال ہوتا ہے (سب فقہی کتب میں مستعمل پانی کی تفصیلات موجود ہیں) اب جو پانی سرکار علیہ السلام کے استعمال میں آچکا ہے وہ حسب ارشادِ حضور ﷺ اگر پاک نہیں ہے تو آپ ﷺ اسے پینے کا حکم کیوں فرما رہے ہیں؟ تو یہ پانی صرف پاک ہی نہیں ہے بلکہ متبرک بھی ہے کہ آقا علیہ السلام نے انہیں یہ پانی چہروں اور گلوں اور سینوں پر ڈالنے کا حکم بھی دیا ہے۔

علامہ عینیؒ کا فیصلہ

علامہ عینیؒ اس کی شرح کرتے فرماتے ہیں

"کہ جب آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اور منہ اس لگن میں دھو لئے تو پانی مستعمل ہو گیا

لیکن وہ پاک ہے اگر پاک نہ ہوتا تو حضور کریم علیہ التسلیم اسے پینے اور (چہرے اور گلے پر) بہانے کا حکم نہ دیتے"

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا کسی امتی کا مستعمل پانی بھی پاک ہے اگر نہیں تو پھر امتی کا کوئی حق نہیں کہ وہ سرکار کریم علیہ التحیہ والتسلیم کی ذاتِ اقدس پر اپنے آپ کو قیاس کرے حدیثِ اقدس کی وضاحت کے لئے کچھ اور احادیث بھی ملاحظہ فرمالیں، صرف ترجمہ حاضر ہے۔

حدیث نمبر ا:۔ ابو جحیفہ کو میں نے فرماتے سنا کہ نبی ﷺ دوپہر کو ہماری طرف تشریف لائے آپ کے لئے وضو کا پانی لایا گیا، آپ ﷺ نے وضو فرمایا آپ ﷺ کے وضو کا بچا کھچا (گرتا ہوا) پانی لے کر اپنے اوپر مل رہے تھے۔ (بخاری ج ا ص ۳۱)

حدیث نمبر 2:۔ محمود بن ربیع نے مجھے بتایا یہ وہی ہیں جن کے بچپن میں ان کے منہ پر حضور علیہ السلام نے ان کے کوئیں (کے پانی) سے کلی ڈالی تھی، عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتورو غیرہ سے روایت فرماتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی تصدیق کرتا ہے (یعنی حدیث کے کئی صحابہؓ راوی ہیں) کہ جب نبی ﷺ وضو فرماتے تو آپ علیہ السلام کے وضو کے پانی پر لوگ باہم لڑنے کے قریب پہنچ جاتے۔

(بخاری ج ا ص ۳۱)

آپ نے کوئی اور ہستی بھی ایسی دیکھی ہو جس کے وضو کے پانی (ماء مستعمل) پر یوں لوگ پروانہ وار جھپٹ رہے ہوں اور لڑنے کے قریب پہنچ جائیں، اگر کوئی ملے تو ہمیں بھی مطلع فرمانا۔

حدیث نمبر 3۔ سائب بن یزنے کو میں نے فرماتے سنا میری خالہ مجھے نبی ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بھانجا بیمار ہے حضور علیہ السلام نے میرے سر پر (ہاتھ مبارک) پھیرا اور مجھے برکت کی دعا دی، پھر آپ نے وضو فرمایا میں نے آپ علیہ السلام کے وضو کا (مستعمل پانی) پیا، پھر میں آپ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو میں نے نبوت کی مہر کی زیارت کی وہ دلہن کی ڈولی کے بٹن کی طرح تھی۔ کچھ حضرات نے حجلہ پرندے کے انڈے کی طرح کہا ہے۔ (ایضاً)

حدیث نمبر 4:- میں نے جابرؓ کو فرماتے سنا حضور رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے میں بیمار تھا اور کچھ سمجھ نہیں رہا تھا (عقل نہیں تھی) آپ علیہ السلام نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا (چھڑکا) میری سمجھ آ گئی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میری وراثت کا کیا ہوگا میرا وارث تو صرف کلالہ (النساء کی آخری آیت ملاحظہ فرمالیں) ہے تو پھر فرائض (میراث) کی آیت نازل ہوئی۔

(بخاری ج ا ص ۳۲، مسلم ج ۲ ص ۳۔۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ یہ ہے " جابر نے فرمایا میں بیمار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اور سیدنا (ابوبکرؓ پیدل چل کر میری بیمار پرسی کے لئے آئے مجھ پر غشی طاری ہو گئی آپ علیہ السلام نے وضو فرمایا اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا میں ٹھیک ہو گیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اپنے مال میں کیسے فیصلہ کروں آپ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا پھر آیت میراث (یستفنوک، قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ)۔ نیز (مسلم ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضور علیہ السلام کے وضو کے پانی سے عقل وفکر اور شفا ملتی ہے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

حدیث نمبر 5:- " حضور نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی (ناک مبارک) صاف فرمایا تو وہ صحابہ میں سے کسی کے اوپر ہی پڑتا تھا (صحابیؓ اسے گرنے نہیں دیتے تھے) پھر وہ اسے چہرے اور چمڑے پر مل لیتا"

(بخاری ج ا ص ۳۸)

ناک سے جو کچھ نکلتا ہے اس سے طبعاً نفرت ہوتی ہے کوئی اسے ہاتھوں پر لے کر منہ اور اپنے جسم پر نہیں ملتا، مگر صحابہؓ جب جسد منور سید الکل علیہ السلام سے نکلے تو وہ منہ اور جسم پر ملتے ہیں یہی حال آپ علیہ السلام کے کھنگھار (کھانسی سے نکلنے والا بلغم) کا تھا، پھر سیدہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا پیشاب مبارک بھی نوش فرمایا تو ارشاد ہوا تجھے کبھی پیٹ کی تکلیف نہیں ہوگی۔

مولانا مودودی سے جب اس حدیث کے بارے میں کسی نے بحث کی تو

انہوں نے فرمایا اگر آپ مجھے آج ایسا پیشاب لا دیں جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ حضور علیہ السلام کا پیشاب ہے تو میں اسے بے دریغ پی لوں گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کا خون مبارک پی لیا، صحابہ فرماتے ہیں ان کی شجاعت کا یہی خونِ مقدس راز تھا۔ اس پر آپ حضور علیہ السلام کا ارشاد اپنی محبت کے بارے آگے پڑھیں گے یہ سب اسی محبت کے مختلف اندازوں سے اظہار ہیں اور آقا و مولیٰ علیہ السلام کا منع نہ فرمایا ان سب کے پاک ہونے کی دلیل ہے سچ فرمایا جس نے کہا

عشق ازیں بسیار کرداست وکند

ناواقفانِ راہ کو کیا پتہ کہ حسن و عشق کی رعنائیاں انکی عقلی کجرویوں سے کتنی دور ہیں۔

حدیث نمبر 2

بال مبارک اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

عن ابن سیرین قال قلت لعبیدة عندنا من شعر النبی صلی اللہ علیه وسلم اصبناه من قبل انس او من قبل اهل انس فقال لان تکون عندی شعرة منه احب الی من الدنیا و ما فیها۔

(بخاری ج ا ص ۲۹)

ترجمہ:۔ابن سیرین نے کہا میں نے عبیدہ (حضور علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں ایمان لائے مگر ملاقات نہ ہوئی تو پھر طبقہ اولیٰ کے تابعین میں شمار ہوں گے) سے کہا ہمارے پاس آقا علیہ السلام کے مبارک بال ہیں جو ہمیں انسؓ یا انسؓ کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں (یہ سنکر) عبیدہ نے کہا اگر میرے پاس آپ ﷺ کا ایک بال مبارک ہوتو وہ مجھے پوری دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب سے بڑھ کر محبوب ہوگا۔

بال نہ صرف انسانوں کے بلکہ حلال جانوروں، پرندوں وغیرہ کے بھی پاک ہیں۔ سوائے چند جانوروں کے سب حرام جانوروں کے بھی پاک ہیں۔ مگر رحمتِ عالم

ﷺ کے مقدس بالوں کی ہر صاحب ایمان کے دل میں وہی محبت ہے جو جناب عبیدہؓ جیسے عظیم المرتبت تابعی کے دل میں تھی۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی حضور علیہ السلام کا بال مبارک لینے کراچی بذریعہ ٹرین جس ادب سے گئے اور جس احترام سے لے کر جس حفاظت کے ساتھ حضرت اعلیٰ شمس معرفتؒ کے مزار کے سرہانے رکھا وہ سب سیالوی حضرات جانتے ہیں۔

الحمد للہ کہ فقیر پر تقصیر نے کئی مقامات پر بال مبارک کی زیارت کی ہے جس میں اب بھی زندگی رواں دواں ہے جو رحمت عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ وطاہرہ کی روشن دلیل ہے سب مبارک بالوں کا انداز بالکل ایک جیسا ہے ان سے حسن پھوٹتا ہے جو حسنِ مصطفیٰ علیہ السلام کی دلیل ہے آیئے ایک دو اور احادیث کا ترجمہ کردیں۔

حدیث نمبر 1:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سید کائنات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مبارک بال ترشوائے تو سب سے پہلے ابو طلحہ نے ان سے کچھ بال لئے۔ (بخاری ج ا ص ۲۹)

حدیث نمبر 2:- انسؓ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کنکریاں مار چکے تو آپ نے اپنی قربانیاں نحر (اونٹوں کو ذبح کرنے کا طریقہ) فرمائیں پھر حجام کو اپنا دایاں حصہ سامنے کیا اس نے حلق (استرا سے کاٹا) کیا آپ نے (یہ بال) ابو طلحہ کو عطا فرمائے (بخاری والی حدیث کی وضاحت ہوگئی) پھر آپ نے بایاں (سر مبارک کا) حصہ حجام کے سامنے کیا آپ نے فرمایا یہ بال لوگوں میں تقسیم کردے۔

(ترمذی ج ا ص ۱۸۱ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سیدنا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بال مبارک خود تبرکاً تقسیم فرمائے اس سے ان مبارک بالوں کی عظمت کا پتہ چلتا ہے لہذا امت جو احترام کر رہی ہے وہ حق بجانب ہے یہ تو آقا علیہ السلام کے ذاتی بال مبارک ہیں امت تو ہر اس شے کا احترام کرتی ہے جس کی نسبت آقا و مولیٰ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سے ہے۔

حدیث نمبر 3

انبیاء علیہم السلام کی برزخی زندگی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایاکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه النفخة و فیها الصعقة فا کثروا علی من الصلوة فیه فان صلوتکم معروضة علی فقال رجل یا رسول اللہ کیف تعرض صلوتنا علیک و قد ارمت یعنی بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء۔

(ابن ماجہ ص ۱۱۹ مطبوعہ میر محمد مرکز علم وادب کراچی) اگلی حدیث میں ہے

قلت و بعد الموت قال و بعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق ۔

(سنن نسائی ج ا ص ۲۰۴ قدیمی کتب خانہ کراچی، ابوداؤد مطبوعہ مصر ج ا ص ۲۴۱، نیز مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی ج ا ص ۱۵۰)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے بہتر دن جمعہ ہے اسی دن (سیدنا) آدم (علیہ السلام) کی تخلیق ہوئی اسی دن (صور اسرافیل) پھونکا جائے گا اور اسی دن بیہوشی ہوگی پس جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو، بالیقین تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ پر ہمارا درود کیسے پیش ہوگا قبر میں تو بوسیدگی ہوتی ہے، یعنی جسم گل جاتا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

اگلی حدیث کے راوی سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ”میں نے عرض کیا، کیا وصال کے بعد بھی (درود پیش ہوتا رہے گا) فرمایا وصال کے بعد بھی (پیش) ہوتا رہے گا بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق عطا کیا جاتا ہے۔

یرزق معلوم ومجہول پڑھ لیں

محدثین نے فرمایا کہ (یُرزَق) کو عموماً مجہول پڑھا گیا ہے اس صورت میں معنی ہے نبی کو رزق دیا جاتا ہے اس رزق کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ چونکہ وہ ظاہری دنیا نہیں برزخی دنیا ہے لہذا اُس دینا کے مناسب رزق عطا ہوتا ہے جس سے رفع حاجت کی ضرورت پیش نہیں آتی یہی حال جنت میں بھی ہوگا۔

یہ اعتراض کم فہمی کی وجہ سے ہے کہ رزق کھاتے ہیں تو قبر کے اندر رفع حاجت کہاں کرتے ہیں؟ ایسے اعتراض والے سے پوچھا جائے کہ آپ ماں کے پیٹ میں تھے چار ماہ بیس دن کے بعد آپ کو زندگی مل گئی اور اُس دنیا کے مناسب کھانے کو بھی ملتا رہا، فرمایئے والدہ کے پیٹ میں آپ رفع حاجت کہاں کرتے تھے؟

افسوس عظمتِ رسالت کے موضوع پر ایسے لوگ عقل سے پیدل ہو جاتے ہیں اللہ کریم ہم سب پر رحم فرمائے۔

اب لفظ کو معلوم پڑھیں (یَرزُق) تو معنی ہوگا نبی زندہ ہے رزق عطا فرماتا ہے اللہ کریم نے اپنے محبوبِ رحیم علیہ التحیہ والتسلیم کو بے شمار تصرفات عطا فرما رکھے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برزخی دنیا میں بھی یہ تصرفات فرما رہے ہیں ملت کے عظماء اس پر متفق ہیں آپ ایک حدیث سن لیں ارشاد ہوتا ہے

وانما انا قاسم واللّٰہ یعطی۔

(بخاری ج اص ۱۶)

ترجمہ:۔ اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ اب مزید حوالہ جات حیاتِ انبیاء پر ملاحظہ ہوں۔

موسیٰ و یونس علیہما السلام وادی میں

حدیث نمبر 1:۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ ہم آقا علیہ السلام کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی ازرق سے جا رہے تھے کہ آپ نے اطلاع دی کہ اس وادی سے گزرتا میں (سیدنا) موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں آگے چلتے ھرشی گھاٹی میں آپ علیہ السلام نے (سیدنا) یونس (علیہ السلام) کو سرخ اونٹنی پر صوف کا جبہ پہنے دیکھا وہ تلبیہ

پڑھ رہے ہیں۔ (ابن ماجہ ص ۲۱۳، مسلم ج ۱ ص ۸۵ مطبوعہ مصر)

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ اللہ کریم کے رسول وصال کے بعد حج ادا فرماتے ہیں، اور وہ دونوں حضرات تو معیت سرکار میں یہ شرف حاصل فرما رہے ہیں۔

حدیث نمبر ▪:- بہر حال (سیدنا) موسیٰ (علیہ السلام) گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں وہ وادی میں تلبیہ پڑھتے اتر رہے ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۱۰، مسلم ج ۱ ص ۸۶۔۸۵ مطبوعہ مصر) پانچ احادیث

سب صحاح ستہ کو اولیت دیتے ہیں اور ان سب میں بخاری افضل ہے بخاری کے حوالے سے پتہ چلا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی سید الانبیاء علیہ السلام کے حجۃ الوداع میں شریکِ حج تھے فرمایئے جو زندہ نہ ہوں وہ بھی شریکِ حج ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر 3:- (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں شب معراج موسی علیہ السلام کے پاس آیا سرخ ٹیلے کے پاس، وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۲ قدیمی کتب خانہ کراچی، مسلم ج ۲ ص ۳۴۶۔۳۴۵ مطبوعہ مصر)

آپ غور فرمائیں جو قبر میں کھڑے نماز میں مشغول ہو وہ زندہ ہے کہ نہیں؟ یہ برزخی زندگی کی دلیل ہے ان احادیث میں گہرا غور فرمائیں تا کہ حقیقت تک پہنچ سکیں۔

حدیث نمبر 4:- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف انبیاء کی شکل وصورت بتائی ہے ان سے ملاقاتوں کا ذکر فرمایا ہے کیا یہ برزخی زندگی کے بغیر ممکن ہے ملاحظہ ہو۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء (علیہم السلام) کر میرے سامنے پیش کئے گئے (میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا) قد طویل تھا بالوں کو کنگھی ہوئی ہوئی تھی شنوءۃ قبیلے کے مردوں سے مشابہ تھے میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا مشابہت میں عروہ بن مسعودؓ ان کے بہت قریب ہے، اور میں نے ابراہیم صلوات اللہ علیہ کو دیکھا ان سے مشابہت میں بہت قریب تمہارے صاحب (یعنی میں خود) ہوں۔ مسلم مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۸۶ امام مسلم نے یہاں آٹھ احادیث بیان فرمائی ہیں۔ نیز ص ۸۷ پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے طواف کعبہ کا ذکر

ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام کی نماز کا ذکر تو ہم ابھی اوپر کر آئے ہیں ص ۸۸ پر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نماز کا ذکر ہے۔ فرمایئے سب انبیاء علیہم السلام کو سید کل علیہ السلام ملاحظہ فرماتے ہیں صحابہ کرام کو انکی تفصیلاً شکل وصورت بتاتے ہیں، وہ حج کر رہے ہیں نمازیں پڑھ رہے ہیں طواف کرر ہے ہیں اسکے بعد برزخی زندگی کا انکار حدیث اور اسلام سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ ساری ...... امت ...... چند ناواقفوں کو چھوڑ کر ...... حیاتِ برزخی کی قائل ہے، ہم آگے چل کر مزید حوالے مختلف عنوانات کے تحت بیان کرنے والے ہیں۔

حدیث نمبر 4

سب نبیوں کے امام صلی اللہ علیہ وسلم

فحانت الصلوۃ فا متهم فلما فرغت من الصلوۃ قال قائل یا محمد هذا مالک صاحب النار فسلم علیه فالتفت الیه فبدء نی بالسلام

(مسلم مصری ج ۱ ص ۸۸، مشکوۃ ص ۵۳۰ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کتاب الفتن، مستدرک حاکم ج ۴ ص ۶۰۶ بیروت)

ترجمہ:۔ پس نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان سب انبیاء (علیہم السلام) کی امامت کی، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! یہ مالک ہے جہنم کا داروغہ اسے آپ سلام فرمائیں میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے مجھے پہلے سلام پیش کیا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آقا علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھا رہے ہیں، فرمایئے نماز صرف روح کو پڑھائی جاتی ہے یا جسم ہو تو نماز ہوتی ہے۔ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی کتنی واضح دلیل ہے کیا اس کے بعد بھی برزخی زندگی کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر 5

برزخی زندگی اور مسلمان و کافر

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العبد اذا وضع فی القبر و تولیٰ وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فا قعداہ فیقولان لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد فیقول اشھد انہ عبداللہ وسولہ فیقال انظر الی مقعدک من النار ابدلک اللہ بہ مقعداً من الجنۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیراھما جمیعاً، و اما الکافر اوالمنافق فیقول لا ادری و کنت اقول ما یقول الناس فیقال لا دریت ولا تلیت ثم یضرب بمطرقۃ من حدید ضربۃ بین اذنیہ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ الاالثقلین۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، مسلم ج ۲ ص ۵۴۵ ۔ ۵۴۴ مصری)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ آخر میں زائد ہیں ''اس کی قبر ستر گز تک وسیع ہو جاتی ہے اور قیامت تک اس پر سبزہ بھرا رہتا ہے''

ترجمہ:۔ (سیدنا) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے (پھر اس کے پاس) دو فرشتے آ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں تو اس (عظیم) ہستی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا وہ کہتا ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے (محبوب) بندے اور رسول ہیں پس اسے کہا جاتا ہے جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے، اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جنت میں اسے تیرے مقام کے طور پر بدل دیا ہے، بندہ وہ دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے، (اب رہی بات) کافر یا منافق کی تو وہ کہتا ہے

مجھے پتہ نہیں میں وہی کہا کرتا تھا جو باقی لوگ کہتے تھے نہ تو میں نے خود سمجھا اور نہ ہی میں نے قرآن پڑھا، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے دونوں کانوں کے درمیان (تالو میں) ضرب لگائی جاتی ہے وہ شدت سے چیختا ہے اس کے اردگرد انسانوں اور جنوں کے علاوہ سب سنتے ہیں۔

حدیث پاک سے انتہائی واضح انداز سے حیات برزخی ثابت ہوگئی، وہاں کا عذاب وثواب بھی معلوم ہوگیا سوال یہ ہے کہ عذاب کا پتہ مٹی ہو جانے والے کو کیسے ہو گا؟ واضح ہے وہ زندہ ہے اور ہتھوڑے کھا رہا ہے چلا رہا ہے کائنات کی ہر شے اس کی چیخیں سن رہی ہے انسان اور جن اس لئے نہیں سن سکتے کہ وہ سنیں گے تو مجبور ہو کر ایمان لائیں گے اور جبری ایمان مقبول نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر میں زیارت ہوتی ہے اور یہ زیارتِ عامہ ہے مسلمان اور کافر دونوں زیارت کرتے ہیں غلام کا انداز اور ہے اور کافر کی سوچیں اور ہیں؟ اب ذرا اندازہ لگائیں کہ روزانہ دنیا میں کتنے کافر اور مسلمان مرتے ہیں سب زیارت کرتے ہیں، یہ مسئلہ ٹی وی نے حل کر دیا کہ بولنے والا تو ٹی وی سنٹر میں بیٹھا ہے اور آپ اسے لاتعداد گھروں میں دیکھ رہے ہیں آپ علیہ السلام بھی اپنے روضۂ انور میں برزخ میں تشریف فرما ہیں اور اللہ کریم نے سب پردے ہٹا کر اپنے محبوب کی زیارت کرادی ہے تو پھر ہم ناز سے کہ سکتے ہیں

؎ مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

حدیث کے روای سیدنا انسؓ خادم رسول علیہ السلام ہیں، حدیث پاک سے حیات برزخی کے ساتھ عذاب قبر بھی ثابت ہوگیا مزید حوالہ جات بھی ملاحظہ فرماتے جائیں۔

خطابِ مصطفیٰ علیہ السلام اور کفار

حدیث نمبر 1:- سیدنا ابن عمرؓ نے یہ حدیث بتائی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلیب (وہ گہرا گڑھا جس میں بدر میں مقتول کافروں کو دفن کیا گیا) والوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم نے اپنے پروردگار کا وعدہ حق و سچ پایا آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کیا آپ مردوں کو پکار رہے ہیں آپ نے (جوابا) ارشاد فرمایا تم ان سے بڑھ کر

نہیں سن رہے ہو لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۳۸ دار المعرفت بیروت، بخاری ج ۱ ص ۱۸۳ اسعید کمپنی کراچی، مسلم ج ۲ ص ۶۴۵ مصری) کے چند فقرے یوں ہیں "وہ کیسے سنتے ہیں اور کب جواب دے سکتے ہیں جبکہ وہ مردہ ہو چکے ہیں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو" نیز (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶)

حدیث نمبر 2:- ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے جنہیں عذاب ہو رہا تھا فرمایا بیشک دونوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی بڑے گناہ سے نہیں، یہ ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور یہ دوسرا لگائی بجھائی (چغل خوری) کرتا تھا پھر ایک تر شاخ حضور علیہ السلام نے لی اسے چیر کر دو حصے فرمایا پھر دونوں قبروں پر ایک ایک حصہ گاڑ دیا، صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے اس طرح کس لئے فرمایا، فرمایا تا کہ ان کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۲)

پتہ چلا کہ قبر میں مدفون لوگوں کا عذاب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرما لیتے ہیں اور اپنی رحمۃ للعالمینی کے صدقے عذاب دور کرانے کے لئے کچھ عمل بھی فرما دیتے ہیں۔

حدیث نمبر 3:- زید بن ثابتؓ نے فرمایا نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی نجار کی ایک چار دیواری میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ خچر بدک گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو گرا دے گا ہم نے دیکھا کہ وہاں چار پانچ چھ قبریں ہیں (جزیری راوی نے اسی طرح کہا) حضور علیہ السلام نے فرمایا ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے، ایک شخص بولا میں جانتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا یہ کب مرے تھے، اس شخص نے کہا جاہلیت اور شرک میں مرے، فرمایا یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب میں مبتلا ہیں اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ تم معاملہ کو چھپا نہیں سکو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں ان کا عذاب سنا دے جو میں سن رہا ہوں پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا آگ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو، (مسلم ج ۲ ص ۳۸۵ مصری)

خچر عذاب قبر دیکھ کر بدکا، معلوم ہوا حضور علیہ خچر پر سوار ہوں تو اسے بھی کشفِ قبور ہوتا ہے، پتہ چلا کہ کافر بھی برزخی زندگی رکھتا ہے تبھی اسے عذاب ہو رہا ہے۔

حدیث نمبر 4:- سیدنا ابوھریرہ روح طیب اور روحِ خبیث والی حدیث بیان فرماتے ہیں جس میں ثواب وعذاب کا ذکر ہے روح خبیث کی بُو پر سرکار علیہ السلام کا عمل یوں مذکور ہے ''ابوھریرہؓ نے فرمایا ایک باریک کپڑا جو آپ کے اوپر تھا اپنی ناک مبارک پر اس طرح ڈال لیا'' (مسلم ج ۲ ص ۵۲۵ مصری)

یہ ہے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوتِ شامہ (سونگھنے کی قوت) کہ جہنمی کی بُو سونگھتے ہی ناک مبارک پر کپڑا رکھ لیا۔

قبروں میں ملاقات

حدیث نمبر 5:- (سنن نسائی ج ا ص ۲۶۸۔۲۶۷) کی دو احادیث کے دو فقروں کا ترجمہ یہ ہے۔

''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا ولی ہو تو اس کا کفن اچھا بنائے''

''تم سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور بہت عمدہ ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دو''

زھرالربیٰ کے حاشیہ ص ۲۶۸ میں دوسری حدیث یوں منقول ہے

''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا ولی ہو تو اس کو اچھا کفن پہنائے کیونکہ وہ اپنی قبروں میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں عقیلیؒ کی کتاب الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً حدیث یوں مروی ہے ''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا ولی ہو تو اس کو اچھا کفن پہنائے کیونکہ وہ اپنے کفنوں میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں''

آقا علیہ السلام کا حکم ''کہ کفن حسین پہناؤ پھر یہ ارشاد کہ وہ انہی کفنوں میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں'' کیا ان کی زندگی کی واضح دلیل نہیں ہے؟ حیات برزخی پر ہم نے اپنی کتاب حیاتِ برزخی ایصال ثواب کا تحقیقی جائزہ میں تفصیلی بحث کی ہے شائقین اس کا مطالعہ فرمائیں، اس مقام پر زھرالربیٰ میں کفن کے بارے مختلف احادیث نقل فرما کر مصنف علام نے شاندار بحث فرمائی ہے علماء عالی مقام اصل کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

حیاتِ برزخی اور قرآن

ہم چاہتے ہیں کہ حیاتِ برزخی کا آخر میں قرآن حکیم سے بھی ثبوت مہیا کردیں

1:- ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (الحج آیت ۵۸)

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی پھر وہ شہید کردیئے گئے یا مرگئے اللہ تعالیٰ انہیں لازماً حسین رزق عطا فرمائے گا، اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

قبر میں شہید کو بھی رزق مل رہا ہے اور طبعی موت مرنے والے کو بھی رزق مل رہا ہے، غور فرمایئے رزق کون کھاتا ہے؟ قرآن حکیم نے برزخی زندگی کا واشگاف الفاظ میں اعلان فرمادیا، یہ زندگی تو اللہ والوں کی تھی، شہداء کی زندگی کا کئی اور مقامات پر بھی اعلان ہوا ملاحظہ ہو۔ (البقرہ نمبر ۱۵۴، آل عمران آیت نمبر ۱۷۱۔۱۶۹) اب کافروں کی برزخی زندگی ملاحظہ فرمائیں۔

2:- ﴿فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾

(الاعراف آیت ۹۳)

ترجمہ:۔ تو وہ (شعیب علیہ السلام) ان کافروں سے منہ موڑ کر چلے اور فرمایا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچائے اور تمہیں نصیحت کی (تم نے کوئی بات نہ مانی زلزلے سے تباہ ہوگئے ہو) اب میں کافر و منکر قوم کی کیسے ہمدردی کروں سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم زلزلہ سے تباہ ہوگئی اوپر والی آیت سے پہلے دو آیات ۹۱۔۹۲ میں اس کا ذکر ہے آپ علیہ السلام ان تباہ شدہ مردوں کو خطاب فرما رہے ہیں اگر وہ سنتے نہیں اور برزخی زندگی نہیں ہے تو اللہ کریم کا عظیم المرتبت نبی علیہ السلام ان سے کیوں مخاطب ہے؟ لہذا برزخی زندگی ماننے بغیر چارہ نہیں ہے۔

فرعون اور برزخی زندگی

3:- ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ

عَشِيًّا ج وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾۔
(المومن آیت نمبر ۴۶-۴۵)

ترجمہ:۔ اور فرعون کے ساتھیوں کو بدترین عذاب نے گھیر لیا، (وہ عذاب) آگ ہے جس پر انہیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اور جب قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔

ان مقدس آیتوں میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کے لئے دو عذاب ہیں ایک موت سے قیامت تک اور دوسرا قیامت کے بعد، موت سے قیامت تک کا عذاب یہ ہے کہ صبح وشام انہیں آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو اس پیشی کا کیا مطلب ہے؟ پتہ چلا وہ برزخ میں برزخی زندگی سے زندہ ہیں۔

قرآن وسنت سے الحمد للہ برزخی زندگی سب کے لئے ثابت ہوگئی اس موضوع پر حدیث میں اتنی روایات ہیں کہ انہیں جمع کیا جائے تو ایک کتاب بن سکتی ہے، پھر اس زندگی پر اجماع امت ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آج تک قائم ہے، چند بے خبروں کو اگر خبر نہیں تو اس میں قصور ان کی کم علمی اور تعصب کا ہے ملت کا کوئی قصور نہیں۔

عمرو بن عاص نے وصیت فرمائی میری قبر پر اتنی دیر دفن کے بعد ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ نحر ہو اور اس کا گوشت تقسیم ہو۔ (مشکوۃ ص ۱۴۹ بحوالہ مسلم)
ابن عمرؓ نے فرمایا دفن کے بعد قبر کے سرہانے البقرہ کی ابتدائی آیات اور پائنتی کی طرف آخری آیات پڑھی جائیں۔ (مشکوۃ ص ۱۴۹ بحوالہ شعب الایمان علامہ بیہقیؒ)

حدیث نمبر 6

ایصالِ ثواب

عن عائشةؓ قالت ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیه وسلم ان امی افتلت نفسها و اظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها

اجر ان تصدقت عنها قال نعم۔

(بخاری ج ا ص ۲۴۱ دار المعرفۃ بیروت۔ بخاری ج ا ص ۳۸۶ سعید کمپنی)

ترجمہ:۔ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں اچانک (بولے بغیر) مرگئی ہے، میرا خیال ہے اگر بولتی تو صدقہ کرتی، تو اگر میں اسکی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اسے ثواب ہوگا حضور علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں یعنی اسے ثواب ہوگا۔

حدیث پاک سے واضح ہوا کہ کسی کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے حدیث میں چونکہ کسی خاص شے کی تعیین نہیں ہے عام ہے لہذا جو چیز بھی صدقہ کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔

ایصال ثواب دراصل کسی تحفے کے ساتھ دعا ہی ہے نبی ءرحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں حکم ہوا ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ، إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ، ﴾

(التوبہ آیت ۱۰۳)

ترجمہ:۔ آپ ان کے لئے دعا فرمائیں یقیناً آپ کی دعا ان کے لئے باعث سکون واطمینان ہے۔

ہر وہ عمل جس سے قبر میں مرنے والے کو فائدہ پہنچے شرعاً کار خیر اور جائز ہے، مرنے والا دار الجزاء میں ہے وہ مصائب میں گھرا ہوا ہے ایسے میں کسی بے کس کی مدد انسانیت کی معراج ہے مسلمان تو حسب ارشاد رسول علیہ السلام ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے لہذا ہر قسم کے نیک اعمال کا ہدیہ وہ مرنے والوں کو پہنچاتا ہے خواہ وہ قرات قرآن ہو، نفلی نمازیں اور نفلی روزے ہوں، اس کی طرف سے حج ہو، مسجد، سرائے، مدرسہ، ہسپتال، کنواں، کوئی رفاہی ادارہ بنوا کر حضور علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے ثواب ان کے نامہ اعمال میں جمع کرائیں انہیں ثواب ملے گا درجات بلند ہوں گے، مغفرت ہوگی اس موضوع پر چند احادیث کے تراجم ہم ذکر کرنے والے ہیں اصحاب علم سے گزارش ہے کہ وہ ھدایہ ج ا ص ۲۶۳ باب الحج عن الغیر، مطبوعہ سعید کمپنی کا مطالعہ فرمائیں انہوں نے نفیس تحقیق سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے ان کی تحقیق ہماری کتاب ''ایصال ثواب کا تحقیقی جائزہ'' میں بھی ترجمہ سمیت درج ہے ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔

ایصالِ ثواب سے مراتب کی بلندی

1:- سیدنا ابو ھریرۃؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ برتر و اعلیٰ نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند فرماتا ہے وہ بندہ عرض کرتا ہے اے میرے پروردگار! یہ مرتبہ مجھے کیسے ملا (کیونکہ میں تو اپنا حق پا چکا ہوں) تو اللہ کریم فرماتے ہیں (تجھے یہ مرتبہ) تیرے لئے تیرے بیٹے کے استغفار سے ملا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۰۶۔۲۰۵ سعید کمپنی کراچی، سنن ابنِ ماجہ ص ۲۶۸ مرکز علم وادب کراچی)

بچے نے باپ کو استغفار کا ثواب بھیجا باپ کا مرتبہ جنت میں اور بلند ہو گیا، اللہ کریم ہمیں نیک اولاد عطا فرمائے جن کی وجہ سے جنت کے بلند درجات ہمیں ملتے رہیں۔

غرق ہونے سے نجات

2:- ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردہ قبر میں بالکل اسی طرح ہوتا ہے جیسے مدد طلب کرنے والا غریق ہوتا ہے وہ باپ، ماں، بھائی یا دوست کی دعا کا طلبگار رہتا ہے تاکہ دعا اسے ملے، جب وہ دعا ملتی ہے تو وہ اسے دنیا اور اسکی سب چیزوں سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں جیسی (برکات) داخل فرما دیتا ہے اور یقیناً مردوں کے لئے زندوں کا تحفہ ان کے لئے استغفار ہے۔

(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان بیہقی ج ۱ ص ۲۰۶)

غرق ہونے سے ایصالِ ثواب اور طلبِ مغفرت نے بچالیا پہاڑوں جیسے برکت و رحمت بھرے بادل چھا گئے اور ڈوبنے والے کو زندوں کی مدد کام آ گئی، ہمیں مرنے والوں کے لئے استغفار پڑھ کر ایصال ثواب کی عادت کو اپنانا چاہیے قرآنی شہادت ہے کہ استغفار سے عذاب ختم ہو جاتا ہے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ الانفال آیت ۳۳

(اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ مغفرت طلب کرنے والے ہیں)

حدیث نمبر **3:-** ابن عباسؓ نے بتایا کہ (سیدنا) سعد بن عبادہ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئیں (واپس آئے) تو عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں میری

عدم موجودگی میں وفات پا گئیں اگر میں ان کی طرف سے کوئی شے صدقہ کر دوں تو انہیں نفع ہوگا، فرمایا ہاں، انہوں نے عرض کیا میں آپ علیہ السلام کو گواہ بنا رہا ہوں کہ میرا مخراف (پھلدار) احاطے والا باغ ماں کی طرف سے صدقہ ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۳۸۷۔۳۸۶ سعید کمپنی کراچی)

یہ ہے صحابہ کرام کی والدین سے محبت کا نمونہ، کہ پھلدار باغ صدقہ فرما رہے ہیں ایصال ثواب کا کتنا حسین تحفہ ہے سیدنا فاروقؓ نے مثالی مال زندوں کے لئے صدقہ فرما دیا۔ (ایضاً ص ۳۸۷)

زندہ کو ایصال ثواب

حدیث نمبر 4:- وہ (خثعمی عورت) بولی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر حج کا جو فریضہ ہے اس نے میرے باپ کو بہت بوڑھا پایا ہے وہ سواری پر سیدھا بیٹھ بھی نہیں سکتا کیا اس کا حج ہو جائے گا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں، (بخاری ج ۲ ص ۹۲۰) نیز بخاری ج ۱ ص ۲۳۱ میں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی فرمائی، تو پتہ چلا کہ زندہ کو بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے، قاعدہ یہ ہوا کہ آپ کو جو ثواب ملتا ہے وہ آپ جسے چاہیں دے سکتے ہیں۔

رحمتِ مصطفویٰ

حدیث نمبر 5:- (سیدنا) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید قربان کے دن دو سینگ دار، ملیح خصی دنبے ذبح فرمائے جب قبلہ رو انہیں لٹایا تو یہ آیت پڑھی ﴿انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض (علی ملة ابراهيم) حنيفا و ما انا من المشركين﴾ الانعام آیت ۷۹ ﴿ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین لا شریک له، و بذالک امرت و انا اول المسلمین﴾ الانعام آیت ۱۶۳۔۱۶۲۔ اے اللہ! تیرا عطیہ ہے اور محمد (ﷺ) اور ان کی امت کی طرف سے تیرے لئے ہے بسم الله الله اکبر (پڑھ کر) پھر ذبح فرما دیا یہ حدیث امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے روایت کی ہے امام احمد، ابوداؤد

اور ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے خود ذبح فرمائے اور فرمایا بسم اللہ اللہ اکبر ، اے اللہ! یہ میری طرف سے اور میری امت کے اس انسان کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کرے گا۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۲۸ سعید کمپنی، بخاری ج ۲ ص ۸۳۴۔۸۳۳ حاشیہ نمبر ۱ پر پوری تفصیل ہے، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ سعید کمپنی کراچی، ابن ماجہ ص ۲۳۲ مرکز علم وادب کراچی، مسلم ج ۲ ص ۱۵۶ قدیمی کتب خانہ کراچی، ھدایہ ج ۱ ص ۲۶۴۔۲۶۳)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سیدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت کے ناداروں کی طرف سے قربانی فرمائی یعنی ان لوگوں کی طرف سے بھی قربانی ہوگئی جو ابھی ظاہری دنیا میں آئے بھی نہیں تھے۔

اس بات کا بھی خیال فرمائیں کہ دنبہ ایک ہے اور قربانی لاتعداد انسانوں کی طرف سے ہے اگر ان پر اس دنبے کو تقسیم کریں تو ایک ذرہ بھی کسی کو نہیں ملے گا، پھر کیا کریں؟ یہ اللہ کریم کی خصوصی رحمت ہے کہ اسے تقسیم نہیں فرمایا جا رہا بلکہ سب کو پورے دنبے کا ثواب مل رہا ہے۔ ہمارے فقہاء نے اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب کسی بھی عمل کا ایصال ثواب کرو تو ساری امتِ مصطفوی پر عام کر دو سب کو پورا ثواب ملے گا اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا یعنی قرآن کا ثواب ھدیہ کرنا ہے تو پوری امت پر عام کر دیں ہر ایک کو پورے قرآن کے پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

؎ دامن ہی اپنا تنگ ہے انکے یہاں کمی نہیں

حضور علیہ السلام کی وصیت

حنش ؓ نے کہا میں نے (سیدنا) علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف کو دیکھا کہ وہ دو دنبے قربانی فرما رہے ہیں میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ایسا کیوں فرما رہے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے بھی قربانی کروں تو میں آپ علیہ السلام کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۔۳۰ سعید کمپنی)

آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور امام الاولیاء سیدنا حیدر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا عمل ملاحظہ فرمالیا فرمایئے اس کے بعد بھی ایصال ثواب کا انکار ہو سکتا ہے، اب امت کے ہزار ہا لوگ ہر سال اپنے آقا و مولیٰ علیہ السلام کی طرف سے قربانی کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اگر اعلان ہو کہ جنہوں نے میرے محبوب علیہ السلام کی طرف سے قربانی دی ہے وہ سامنے آجائیں تو ہماری بگڑی بن جائے۔

؎ جس طرف آگئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

حدیث نمبر 7

زیارتِ قبور

قالت کیف اقول لهم یا رسول الله، قال قولی السلام علی اهل الدیار من المومنین و المسلمین و یرحم الله المستقد مین منا والمستاخرین و انا ان شاء الله بکم للاحقون.

(مسلم ج ۱ ص ۳۱۴ سعید کمپنی، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۷ کئی احادیث ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۵)

ترجمہ:۔ سیدہ عائشہ (سلام اللہ علیہا) نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (میں قبرستان میں جا کر) انہیں کیسے مخاطب کروں؟ ارشاد ہوا (یوں) کہو، مومنوں اور مسلمانوں پر جوان گھروں (قبروں) میں رہ رہے ہیں سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے آنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں پر رحم فرمائے، اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ واضح بات ہے کہ قبروں پر جانے کی خواتین کو اجازت ہے اگر اجازت نہ ہوتی تو آقا علیہ السلام سیدہ طیبہ وطاہرہ عائشہ سلام اللہ علیہا کو فرماتے آپ نے قبروں پر نہیں جانا ہے۔ مومنوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں میں سے ان گھروں (قبروں) میں رہنے والو! تم پر سلام ہو، ہم یقیناً آپ سے ملنے والے ہیں، ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں (مسلم ج ۱ ص ۳۱۴)

یہاں اہل الدیار سے پہلے لفظ یا محذوف ہے معنی ہوگا اے ان گھروں میں رہنے والو! اگر کسی کو شک ہو تو آگے دیکھ لے لکم میں کم (تم سب) حاضر کی ضمیر ہے، واضح

بات ہے کہ انہیں حاضر کی ضمیر سے خطاب کیا جا رہا ہے اگر وہ سنتے نہیں ہیں تو یہ خطاب کیوں ہو رہا ہے پھر بتانے والے خود قرآن لانے والے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں وہ برزخی زندگی سے زندہ ہیں اور قبر پر آنے والوں کی باتیں سنتے ہیں۔

آیات زندہ کافروں کے لئے ہیں

جو آیات نہ سننے کے بارے میں ہمارے یہ حضرات پیش فرما رہے ہیں وہ زندہ کافروں کے بارے میں ہیں کہ وہ کان رکھتے ہوئے بھی سنتے نہیں ہیں قرآن حکیم نے یہ بات کئی پیرایوں میں بیان فرمائی ہے کاش! یہ حضرات توجہ سے قرآن کا مطالعہ فرماتے، نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ ط اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (النمل آیت ۸۱۔۷۹، الروم آیت ۵۳۔۵۲)

ترجمہ:۔ بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر مڑ جائیں، اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ دکھا سکتے ہیں، آپ تو صرف انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ فرماں بردار ہیں۔

کیا مردے بھی پیٹھ پھیر کر مڑ جاتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اس سے مراد صرف زندہ کافر ہیں، عقل کے اندھوں اور کفر میں غرق لوگوں کو ہدایت دینا آپ ﷺ کا کام نہیں، فرمایئے مردوں کو بھی برزخ میں کہیں ہدایت دینے کا حکم ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس سے مراد زندہ کافر ہیں، قرآن نے پھر فیصلہ کن انداز میں فرمایا آپ ﷺ تو انہی کو سنا سکتے ہیں جن کا ہماری آیات پر ایمان ہے اور وہ اطاعت کیش ہیں، غور فرمایئے یہ زندہ ہیں یا مردہ ہیں؟ کیا حضور علیہ السلام مردوں کو دعوت ایمان دینے تشریف لے گئے تھے اور وہ سن نہیں رہے تھے؟ اللہ کریم قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، ہم اپنی اس تفسیر کی تائید میں ایک آیت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

﴿لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا ز وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا ز وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا ط

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ o﴾

(الاعراف آیت نمبر ۱۷۹)

ترجمہ:۔ان (کافروں) کے دل تو ہیں لیکن ان کے ذریعے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں ان سے سنتے نہیں وہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ وہ (جانوروں سے بھی) بڑھ کر گمراہ ہیں، وہی لوگ غافل ہیں۔

ارشاد فرمائیں کیا یہ بھی مُردوں کے لئے ہے، انہیں تو جانوروں سے زیادہ گمراہ فرمایا جارہا ہے دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں ایسی گمراہی سے بچائے اور کج بحثوں کو غور کی توفیق مرحمت فرمائے ہم اپنے معزز قارئین کو اس موضوع پر چند اور آیات کی نشان دہی صرف تبرکاً کرنا چاہتے ہیں ورنہ اس موضوع پر قرآن میں بہت سی آیات ہیں (زخرف نمبر ۴۰، الاحقاف ۲۶، محمد ۱۶، الاعراف ۱۹۸، الجاثیہ ۲۳، یونس ۱۴۲۔۱۴۱، الانفال ۲۳۔۲۱)

نہ مانوں کا علاج تو کسی کے پاس نہیں البتہ اس مرض کا نام کتب اخلاق میں جہل مرکب ہے۔

مُردوں کو یا سے خطاب

ب:۔ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے قبرستان سے گزرے تو ان (مردوں) کی طرف منہ مبارک کر کے فرمایا اے قبروں والو! تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں

(ترمذی ج ۱ ص ۲۰۳ سعید کمپنی، ابن ماجہ ص ۱۱۲، ابوداود ج ۲ ص ۱۰۵ مکتبہ امدادیہ ملتان، نسائی ج ۱ ص ۲۲۲ سعید کمپنی)

اب ملاحظہ فرمائیں حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مُردوں کو یا سے خطاب فرما رہے ہیں اور قبروں کی طرف منہ مبارک کئے ہوئے ہیں، قبروں پر جانا بھی ثابت ہوا، ان کی زندگی بھی ثابت ہوئی اور ان کے لئے دعا بھی ثابت ہوئی۔ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

''یہاں تک کہ (گھر سے نکل کر) آپ جنت البقیع میں جلوہ فرما ہوئے تین دفعہ ہاتھ مبارک اٹھا کر لمبی دعا فرمائی'' مذکورہ بالا حدیث میں امام مسلم اور امام نسائی نے پوری

طرح سیدہ کے ارشادات نقل فرمائے ہیں شائقین اہل علم ملاحظہ فرمائیں، حدیث سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی ثابت ہوا یہ کئی احادیث میں مذکور ہے تین دفعہ الگ الگ دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا بھی ثابت ہوا، اللہ کریم ہمیں بدعتوں کے فتوؤں سے بچائے۔

ج:۔ انس ؓ ابن مالک نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس رو رہی تھی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر، وہ بولی آپ مجھے میرے حال پر چھوڑیں اس لئے کہ آپ کو میری مصیبت جیسی مصیبت نہیں ملی ہے، وہ حضور علیہ السلام کو پہچانتی نہیں تھی اسے بتایا گیا کہ آپ اللہ کے نبی علیہ السلام ہیں، وہ نبی علیہ السلام کے درِ اقدس پر حاضر ہوئی (گویا معذرت کے لئے آئی) وہاں کوئی دربان نہیں تھے کہنے لگی، میں نے حضور علیہ السلام کو نہیں پہچانا، آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو صرف مصیبت کی ابتداء میں ہوتا ہے۔

(بخاری ج ۱ص ۱۷۱ سعید کمپنی، نیز بخاری لبنانی ج ۱ص ۲۱۸)

حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس دورِ اقدس میں خواتین قبروں پر جاتی تھیں اسی لئے رحمت عالم علیہ السلام نے اسے صبر کی تلقین تو فرمائی مگر قبر پر جانے سے نہیں روکا۔

د:۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا اب محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو انکی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی ہے تم بھی قبروں کی زیارت کرو یہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(ترمذی ج ۱ص ۲۰۳ سعید کمپنی، مسلم ج ۱ص ۳۱۴، ابوداؤد ج ۲ص ۱۰۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں "(عورتوں کو ممانعت) زیارتِ قبور کی اجازت سے پہلے تھی جب اجازت مل گئی تو اجازت میں مرد اور عورتیں سب شامل ہو گئے" (ترمذی ج ۱ص ۲۰۳، ابوداؤد ج ۱ص ۲۸۶) میں یہ الفاظ زائد ہیں "فحش اور لغو باتیں نہ کرو" تو یہ بات آداب میں شامل ہوگی۔

قبر پر خیمہ لگا دیا

ہ:۔ جناب حسن ؓ (المثنیٰ) بن حسن بن علی کا جب وصال ہوا تو انکی بیوی نے ان کی قبر پر سال بھر خیمہ (قبہ) لگا لیا پھر اسے اٹھا لیا لوگوں نے ایک پکارنے والے (غیبی آواز

والے) کو سنا وہ کہہ رہا تھا کیا گم شدہ مل گیا ہے (کہ خیمہ اکھاڑ کر جا رہی ہیں) دوسرے نے اسے جواب دیا نہیں جی بلکہ مایوس ہو کر واپسی کا راستہ لیا ہے۔

(بخاری ج ا ص ۱۷۷)

یہ دور صحابہ و تابعین ہے سیدنا حیدر کرار کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کے پوتے سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی صرف قبر پر جاتی نہیں ہیں بلکہ وہاں خیمہ لگا کر پورا سال تشریف فرما رہتی ہیں صحابہ اور تابعین (علیہم الرضوان) سے کوئی بھی اس عمل کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا، پھر اہل بیت کے گھر قرآن اترا ہے حدیث کے چشمے انہی کے گھر سے پھوٹے ہیں، اگر خواتین کے لئے خصوصاً اور مردوں کے لئے عموماً ممانعت تھی، تو سیدۃ نساء العالمین فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا اور علم وولایت کے منبع سیدنا حیدر کرار کرم اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدسہ پوتی کو اس خالص اسلامی معاشرے میں اس کا علم نہ ہوسکا اور دور حاضر کے ایک مختصر سے طبقہ کو علم ہو گیا، قارئین خود انصاف فرمائیں کہ حق پر کون ہے؟

قبروں پر باجماعت حاضری

و:۔ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شہیدوں کی قبروں (کی زیارت) کے لئے نکلے یہاں تک کہ ہم واقع (متاع) کی حرہ پر چڑھ گئے جب ہم اس کی اترائی کی طرف ڈھلکے تو وادی کے موڑ پر کچھ قبریں دیکھیں فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کیا ہمارے بھائیوں (شہداء) کی قبریں یہی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں جب ہم (آگے نکل کر) شھداء کی قبروں تک پہنچے تو ارشاد ہوا یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور علیہ السلام زیارت قبور کے لئے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جا رہے ہیں اب اگر کچھ لوگ اس انداز سے جائیں تو کیا یہ اتباع سنت ہے یا بدعت ہے؟ عملِ رسول علیہ السلام سنت ہوتا ہے۔

ز:۔ جو اپنے والدین یا ان سے ایک کی قبر کی زیارت کرتا ہے ہر جمعہ کو تو اس کی بخشش ہو جاتی ہے اور اسے فرماں بردار لکھا جاتا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۵۴ بحوالہ بیہقی)

حضور علیہ السلام خود سیدنا حمزہؓ کے مزار پر تشریف لے گئے، جنت البقیع میں تشریف لے گئے صحابہ، صحابیات امہات المومنین رضوان اللہ علیھم اجمعین نے سید کل علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ آج بھی سعودی حکومت خواتین کے لئے وہاں خصوصی اوقات زیارت کے رکھتی ہے، تو یہ اجماع امت ہے آپ خود سوچیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ حاضری دیں تو نیت مسجد نبوی کی کریں حضور علیہ السلام کی خدمت سامیہ میں حاضری کی نیت نہ کریں، کبھی انہوں نے غور کیا کہ یہ مقدس مسجد کی ساری عظمتیں بھی تو نسبتِ مصطفوی سے ہیں، یا اللہ! اپنے محبوب علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں سنتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور عملِ امت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرما۔

ح:۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں میں اپنے اس گھر میں پردہ کے کپڑوں کے بغیر چلی جاتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار ہے اور کہتیں اس میں میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں جب (سیدنا) عمرؓ وہاں دفن ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس گھر پردے والے سارے کپڑے پہنے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی مجھے (سیدنا) عمرؓ سے حیا آتی تھی۔

(مشکوۃ ج ا ص ۱۵۴ بحوالہ مسند امام احمد)

حدیث نمبر 8

فاتحہ خوانی

عن عثمان بن عفان قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم و اسالو الله بالتثبیت فانه الآن یسال۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۳ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ (سیدنا) عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اس کے پاس ٹھہرے اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے مغفرت چاہو اور اس کی ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ اب اس سے پوچھ ہونی ہے۔

حدیث پاک سے میت کے لئے دعا ثابت ہوئی، جنازہ تو خود رحمتِ عالم نے پڑھایا اگر جنازہ کی دعا ہی کافی تھی تو پھر دفن کے بعد دعا کا حکم کیوں دیا، پتہ چلا کہ موت کے بعد بھی دعائیں کریں، جنازہ میں دعا کریں، جنازہ کے بعد قبر پر بھی دعا کریں، دعا سے روکنا عملِ رسول علیہ السلام کی مخالفت اور میت سے دشمنی کے مترادف ہے، محشی فرمارہے ہیں ''یہاں سے دفن کے بعد میت کے لئے مغفرت طلبی کا ثبوت ملتا ہے، اس کے لئے اس حال میں ثابت قدمی کی دعا ہے کیونکہ اب اس سے جواب طلبی ہوگی، حدیث سے قبر کی زندگی کا ثبوت بھی ملتا ہے اس موضوع پر بہت ساری احادیث وارد ہیں جو متواتر تک پہنچی ہوئی ہیں حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ میت سے قبر میں سوال ہوتا ہے اس سلسلے میں بھی صحیحین (بخاری و مسلم) میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں حاشیہ نمبر۱۲، یاد رہے کہ یہ حاشیہ علامہ فخر الحسن گنگوہی کا ہے جنہیں دیوبندی حضرات بہت بڑا محدث مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ماننے کی توفیق عطا فرمائے، مزید حوالے ملاحظہ ہوں۔

۱:۔(سیدنا) ابوھریرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان دونوں (ابوسلمہ، ابن مسیّب) کو یہ حدیث بتائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نجاشی (شاہ حبشہ) کی موت کی خبر دی جس دن وہ فوت ہوئے اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔

(نسائی ج۱ ص ۲۶۵ قدیمی کتب خانہ کراچی نیز ص ۲۸۷)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ نجاشیؓ کے وصال کے ہوتے ہی اسی دن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اطلاع فرمادی اس دور میں فون وغیرہ تو کچھ بھی نہیں تھے یہ نگاہِ نبوت کی بات ہے جو نجاشیؓ کو حبشہ میں دیکھ رہی ہے حضور علیہ السلام نے پھر ان کا جنازہ بھی پڑھایا، محدثین فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب جنازہ پڑھا رہے تھے تو نجاشی کا جسم آپ کے سامنے تھا لہذا حضور علیہ السلام کے لئے یہ غائبانہ نماز جنازہ نہیں

تھی، کتب صحاح کے حواشی دیکھے جا سکتے ہیں (بخاری ج ا ص ۵۴۷ حاشیہ نمبر ۹)

ب:۔ (سیدنا) ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی (شاہ حبشہ) کی اسی دن موت کی خبر دی جس دن ان کا وصال ہوا اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے مغفرت چاہو، سعید ابن مسیب نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ گاہ میں انہیں صفیں بندھوائیں اور (جنازہ میں) چار تکبیریں پڑھیں (بخاری ج ا ص ۱۷۷ نیز ص ۵۴۸۔۵۴۷) امام بخاریؒ نے یہاں چار احادیث درج فرمائی ہیں، حدیث میں حضور علیہ السلام نے نجاشی کا نام اصحمہ ارشاد فرمایا ہے اور ان کے لئے رجل صالح (نیک مرد) کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں، کرمانی فرماتے ہیں یہ اطلاع معجزہ ہے (ج ا ص ۵۴۷)

ج:۔ امام مسلم نے امام نسائی والی حدیث نمبر ا: سات سندوں سے روایت فرمائی ہے وہاں ان کا نام اصحمہ مذکور ہے اور عبد اللہ صالح کے الفاظ ہیں، معنی ہے ''اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ'' یہاں بھی استغفروا لاخیکم (اپنے بھائی کے لئے طلب مغفرت کرو) کا جملہ موجود ہے۔ (مسلم جلد ا ص ۳۰۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

د:۔ (جبرائیل علیہ السلام) نے آکر عرض کیا کہ بیشک آپ کے پروردگار نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بقیع والوں کے پاس تشریف لے جائیں اور ان کے لئے مغفرت طلب کریں۔ (مسلم ج ا ص ۳۱۴)

جنازہ کے اختتام پر دعا

میں (الھجریؒ) نے عبد اللہ بن ابی اوفی اسلمی صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی صاحبزادی کا جنازہ پڑھا انہوں نے چار تکبیریں پڑھیں، چوتھی تکبیر کے بعد کچھ دیر ٹھہرے رہے میں نے لوگوں کو صفوں کے گوشوں سے تسبیحیں کہتے سنا، انہوں نے سلام پھیرا پھر فرمایا کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ میں پانچ تکبیریں کہوں گا۔ لوگوں نے عرض کیا ہمیں اسی بات کا خوف تھا، فرمایا میں نے ایسا نہیں کرنا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار تکبیریں پڑھ کر کچھ دیر کے لئے رک جاتے تھے پھر فرماتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا کہ فرمائیں اس کے بعد سلام پھیر دیتے،

(ابنِ ماجہ ص ۱۰۹ مرکزِ علم وادب کراچی)

ہمارے ہاں جنازہ کے بعد دعا کرنے والوں کو بدعتی کہا جاتا ہے غور فرمائیں چار تکبیروں کے بعد حضور ﷺ نے پانچویں تکبیر تو نہیں فرمائی اور حدیثِ پاک کے الفاظ ہیں فیقول ما شاء الله ان یقول (پھر فرماتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا کہ فرمائیں) کیا یہ دعا نہیں تھی؟ اگر دعا نہیں تھی تو یہ حضرات بتائیں وہ ارشادات کیا تھے؟ مردہ سامنے پڑا ہے اس کے لئے ایسے موقع پر دعا ہی ہوسکتی ہے۔

اللہ کریم نے دعا کا حکم مطلق دیا ہے ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ المومن آیت ۵۹ (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول فرمالونگا) اب جس وقت آپ چاہیں دعا کرسکتے ہیں سوائے ان مقامات کے جہاں دعا کی ممانعت ہے۔ اگر جنازہ کے بعد دعا کی کسی حدیث میں ممانعت آئی ہے تو ہم بے حد ممنون ہوں گے اس کی نشان دہی فرمائیں۔

و:۔ علامہ ابن ماجہؒ نے نجاشی کے بارے میں بخاری اور مسلم کی طرح پانچ اسناد سے احادیث روایت فرمائی ہے ایک جملہ یوں ہے **صلوا علی اخیکم مات بغیر ارضکم، قالوا من هو؟ قال النجاشی،** (ابن ماجہ ص ۱۱۱ مرکز علم وادب کراچی)

ترجمہ: اپنے ایک بھائی کا جنازہ پڑھو جو تمہاری سرزمین سے باہر ہے صحابہ نے عرض کیا وہ کون ہے؟ فرمایا نجاشی ہے۔

ز:۔ دو تین دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگ بیٹھے تھے آپ نے سلام فرمایا پھر تشریف فرما ہوئے پس فرمایا ماعز بن مالک کے لئے دعائے مغفرت کرو لوگ بولے اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کو بخشے، راوی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ ایک امت پر تقسیم کردی جائے تو سب کے لئے کافی ہوجائے۔ (مسلم ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ مصر)

سید کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دنوں کے بعد فاتحہ کے لئے تشریف لائے سب کو دعائے مغفرت کا حکم دیا، سب نے دعائے مغفرت کی، اب بھی اگر جائز نہیں ہے تو پھر دعائے ھدایت ہی کی جاسکتی ہے۔

سید کائنات علیہ السلام کا جنت البقیع میں تشریف لے جانا، احد کے مزارات پر قدم رنجہ فرمانا با جماعت صحابہؓ کے ساتھ قبروں پر عنایات فرمانا یہ سب بھی فاتحہ خوانی کا ثبوت ہیں، قبروں کی زیارات کا ثبوت ہیں، امت بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتی رہی ہے، کر رہی ہے اور کرتی رہے گی، آیئے آگے بڑھیں۔

حدیث نمبر 9

نمازِ تسبیح

عن ابی رافع قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم للعباس یا عم الا اصلک الا احبوک الا انفعک، قال بلیٰ یا رسول اللّٰه! قال یا عم! صل اربع رکعات تقرء فی کل رکعة بفاتحة الکتاب و سورة فاذا انقضت القرآة فقل اللّٰه اکبر والحمد للّٰه و سبحان اللّٰه خمس عشرة مرة قبل ان ترکع ثم ارکع فقلها فقلها عشرا ثم ارفع راسک فقلها عشرا ثم اسجد فقلها عشرا ثم ارفع راسک فقلها عشرا ثم اسجد فقلها عشرا ثم ارفع راسک فقلها عشرا قبل ان تقوم فذلک خمس و سبعون فی کل رکعة وهی ثلاث مائة فی اربع رکعات ولو کانت ذنوبک مثل رمل عالج غفرها اللّٰه لک، قال یا رسول اللّٰه ومن یستطیع ان یقولها فی یوم قال ان لم تستطع ان تقولها فی یوم فقلها فی جمعة فان لم تستطع ان تقولها فی جمعة فقلها فی شهر فلم یزل یقول حتی قال فقلها فی سنة۔

(ترمذی ج ا ص ۱۰۹)

ترجمہ:۔ حضرت ابو رافع نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (سیدنا) عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا، اے میرے چچا! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں

آپ کو عطیہ نہ دوں، آپ کو نفع نہ پہنچاؤں؟ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! (ایسا کریں) فرمایا اے میرے چچا! چار رکعتیں نماز پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں۔ جب قرات ختم ہو تو یوں کہیں، اللہ اکبر والحمد للہ وسبحان اللہ پندرہ دفعہ پڑھیں اس سے پہلے کہ رکوع کریں پھر رکوع کریں تو دس دفعہ پڑھیں پھر سر اٹھائیں تو دس دفعہ پڑھیں پھر سجدہ کریں تو دس دفعہ پڑھیں پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس دفعہ پڑھیں پھر (دوسرا) سجدہ کریں تو دس دفعہ پڑھیں پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس دفعہ پڑھیں کھڑا ہونے سے پہلے، یہ پچھتر دفعہ ہو گئے ہر رکعت میں، اور چار رکعتوں میں تین سو دفعہ ہوئے۔ اگر آپ کے گناہ ریت کے ڈھیروں کی طرح ہوں تو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! روزانہ اسے کیسے پڑھا جا سکتا ہے؟ فرمایا اگر آپ روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ (ہفتہ پورا) میں پڑھ لیں اگر ہفتہ میں بھی نہ پڑھ سکیں تو مہینے میں پڑھ لیں ایسا بھی نہ کر سکیں تو سال میں پڑھ لیں۔

2:- حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت یوں ہے کہ لا الہ غیرک کے بعد پندرہ دفعہ، رکوع سے پہلے دس دفعہ رکوع میں دس دفعہ، رکوع سے کھڑے ہو کر دس دفعہ، پہلے سجدے میں دس دفعہ، پہلے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس دفعہ، دوسرے سجدے میں دس دفعہ کر کے کھڑا ہو جائے، امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ ان کے نزدیک جس سجدے کے بعد التحیات نہ ہو (دوسری یا تیسری رکعت) وہاں دوسرے سجدے کے بعد فوراً سیدھا کھڑا ہو جانا چاہئے، اور پڑھنا یہ ہوگا۔ **سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر** ،عموماً امت یہی پڑھ رہی ہے بلکہ پورا تیسرا کلمہ پڑھا جا رہا ہے، رکوع وسجود میں پہلے حسب معمول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ تین یا پانچ دفعہ پڑھیں ابن مبارک سے سوال ہوا اگر سجدہ سہو پڑ جائے تو کیا ان سجدوں میں بھی یہ تیسرا کلمہ پڑھنا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا نہیں کیونکہ چاروں رکعتوں کی تعداد تین سو ہے۔ پتہ چلا عمل میں وہی کیا جائے جو بتایا جائے بقول امام ترمذی" حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سارے اہل علم نے نماز تسبیح کی روایت کی ہے اور اسکے فضائل بتائے ہیں۔

2:- ابوداؤد شریف ج ا ص ۱۸۴-۱۸۳ پر یہ حدیث سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے اس میں کچھ الفاظ زائد ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے "یہ دس خصلتیں ہیں جب آپ یہ پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے (1) پہلے اور (2) پچھلے (3) پرانے اور (4) نئے، (5) خطا سے کئے ہوئے اور (6) جان بوجھ کر کئے ہوئے، (7) چھوٹے اور (8) بڑے، (9) مخفی اور (10) علانیہ، سب گناہ دس کی دس خصلتیں (معاف ہوں گی) آخر میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں اگر سال میں بھی نہ پڑھ سکے تو عمر میں ایک دفعہ پڑھ لے"

3:- اگلی حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمروؓ ہیں یہ الفاظ باقی روایات سے زائد ہیں "میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے کوئی عطیہ عطا فرمائیں گے (میں اگلے دن حاضر ہوا تو) فرمایا "جب دن ڈھلے تو اٹھ چار رکعتیں پڑھ، آگے اوپر والی حدیث ہے" ابوداؤد ج ا ص ۱۸۴) ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسے مستمر نے اپنی سند سے موقوف روایت کیا ہے، حضرت جعفر نے اپنی سند سے ابن عباسؓ سے روایت کر کے حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔ یعنی حدیث مرفوع ہے، ابوتوبہ ربیع بن نافع نے اپنی سند سے روایت بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جعفرؓ سے یہ حدیث بیان فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آقا علیہ السلام نے اپنے چچا سیدنا عباسؓ سمیت کئی صحابہؓ کو نماز تسبیح بتائی۔

راوی مجہول نہیں

4:- مولانا فخر الحسن دیوبندی نے ابوداؤد کی شرح التعلیق المحمود کے نام سے کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؒ نے یہ حدیث کتاب الموضوعات میں لکھ کر زیادتی کی ہے موسیٰ بن عبدالعزیز راوی کو وہ مجہول بتاتے ہیں جبکہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمہ والموخرہ میں لکھا ہے۔

یہ بات درست نہیں کیونکہ ابن معینؒ اور نسائیؒ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، اس حدیث کو بخاریؒ نے جزء القراۃ خلف الامام میں، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ نے (اپنی صحیح میں) حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے، بیہقی وغیرہ نے اسکی تصحیح کی ہے، ابن شاہین نے ترغیب میں لکھا ہے میں نے ابوبکر بن ابوداؤد کو سنا وہ فرمارہے تھے میں نے اپنے

والد (امام ابوداؤد) کو فرماتے سنا کہ یہ نماز تسبیح کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے۔ موسیٰ بن عبدالعزیز کی توثیق (ثقہ قرار دینا) ابن معینؒ، نسائیؒ اور ابن حبانؒ نے فرمائی ہے انہوں نے (موسیٰ نے) بہت لوگوں سے روایات بیان کی ہیں، بخاری نے القراۃ میں بعینہ یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

حدیث صحیح ہے

5:- علامہ فخر الحسنؒ مزید لکھتے ہیں مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے بھی صحیح یا حسن قرار دیا ہے (1) ابن مندہؒ انہوں نے اسکی تصحیح فرماتے ہوئے کئی اجزاء پر مشتمل کتاب لکھی، (2) خطیب، (3) ابوسعید سمعانی، (4) ابوموسیٰ مدینی، (5) ابوالحسن بن مفضل (6) منذری، (7) ابن الصلاح، (8) نووی (کتاب تہذیب الاسماء) ان آٹھ کے علاوہ اوپر والے پیراگراف میں پانچ دیگر ماہرین فن بھی تصحیح فرما چکے ہیں، ان ماہرین کی شہادت کے بعد اسے صحیح نہ ماننا صرف اور صرف تعصب ہے۔ **اللهم اهدنا الصراط المستقيم**

6:- مزید ملاحظہ ہو'' مسند الفردوس میں علامہ دیلمیؒ نے لکھا ہے نماز تسبیح نمازوں (نوافل) میں سب سے مشہور نماز ہے اور اسکی سندیں بھی سب سے زیادہ صحیح ہیں...... بیہقیؒ فرماتے ہیں عبداللہ بن مبارک اسے مسلسل پڑھا کرتے تھے اور اولیاء اللہ کا یکے بعد دیگرے اس پر عمل تھا اس طرح اس مرفوع حدیث کو مزید تقویت مل گئی۔

حدیث کے صحابی راوی

6:- (1) سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ، (2) انکے صاحبزادے جناب فضلؓ (3) ابو رافعؓ (4) عبداللہ بن عمرؓ (5) عبداللہ بن عمرو بن عاص، (6) سیدنا علیؓ بن ابی طالب، (7) حضرت جعفر بن ابو طالبؓ (8) اور انکے صاحبزادے حضرت عبداللہ (9) سیدہ ام سلمہؓ، (10) حضرت انصاریؓ۔ انصاریؓ کی حدیث امام ابوداؤد نے نقل فرمائی ہے (تخریج کی ہے) اور اسکی سند حسن ہے، علامہ مزنی نے فرمایا انصاری سے مراد جابر بن عبداللہؓ ہیں، ابن حجرؒ کا ارشاد ہے واضح بات یہ ہے کہ وہ ابو کبشہ انماری ہیں۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۴ حاشیہ نمبر ۱)

ان تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ حدیث صحیح ہے اسے تیرہ ماہرین فن نے صحیح قرار دیا ہے، شہرہ آفاق (بخاری سمیت) پانچ محدثین نے اسے اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے، دس صحابہؓ نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے علامہ فخر الحسن گنگوہی نے یہ ساری تفصیلات بیان کی ہیں تبلیغی جماعت کے بانی علامہ زکریا نے اسے تفصیلاً نقل کیا ہے فضائل ذکر ص ۲۴۶-۲۵۶ مولانا محمد زکریاؒ نے پوری تفصیلات دی ہیں ممکن ہو تو یہ حصہ پڑھ لیا جائے اگر کوئی صاحب دیو بندی ہو کر اس کا انکار کرتے ہیں تو وہ لازماً یہ حصہ پڑھیں۔ اب بھی اگر تسلی نہیں ہوئی تو اس میں تسلی کا قصور ہو گا ان عظماء کا قصور نہیں ہے، عرض ہے

؎ بس کنم خود زیرکاں را این بس است

حدیث نمبر 10

شعبان کی پندرویں رات

عن عائشة قالت فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فخرجت فاذا هو بالبقيع فقال اكنت تخافين ان يحيف الله عليك و رسوله قلت يا رسول الله ظننت انك اتيت بعض نسائك فقال ان الله تبارک و تعالىٰ ينزل ليلة النصف من شعبان الى سماء الدنيا فيغفر لا كثر من عدد شعر غنم كلب، و في الباب عن ابى بكر الصديق.

(ترمذی ج ۱ ص ۱۵۶ اسعید کمپنی نیز ص ۹۲ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

ترجمہ:۔ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پایا میں (تلاش میں) نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ جنت البقیع میں ہیں...... پس فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ شعبان کے نصف والی رات (پندرویں رات) میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کو بخش

دیتا ہے، اس باب میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے،
شارح فرماتے ہیں قبیلہ کلب کا نام آقا علیہ السلام نے اس لئے لیا کہ اس قبیلہ میں سب قبیلوں سے بڑھ کر بکریاں تھیں، باقی کتب کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

1:- صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۴۷۸ سیدنا معاذ بن جبل سے یہ روایت مروی ہے وہاں یہ الفاظ زائد ہیں، ''مشرک اور معاند (سرکش، کینہ پرور) کے بغیر ساری مخلوق کو بخش دیتا ہے۔

2:- مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۳۹ مکتبہ امدادیہ ملتان اوپر والی دونوں حدیثیں منقول ہیں، ابن حبانؒ والی حدیث انہوں نے حضرت کثیر بن مرہ حضرمی سے نقل کی ہے۔

3:- ابن ماجہ ص ۱۰۰ نے ترمذی والی حدیث ام المومنین عائشہؓ کی بجائے، اپنی سند یزید بن ہارون عن حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے روایت فرمائی ہے۔ یاد رہے کہ ترمذی اور ابن ماجہ دونوں صحاح ستہ میں شامل ہیں۔

4:- امام عبدالرزاق نے المصنف میں چھ احادیث اس پندرویں رات پر نقل فرمائی ہیں۔
(۱) ابن عباسؓ نے فرمایا بیشک آدمی تو بازاروں میں چل رہا ہوتا ہے اور اس کا نام مُردوں میں درج ہو چکا ہوتا ہے۔
(۲) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'' پانچ راتیں ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی۔ (۱) جمعہ کی رات (۲) رجب کی پہلی رات (۳) رجب کی پندرویں رات اور (۴۔۵) دونوں عیدوں کی راتیں۔

5:- (کنز العمال ج ۱۲ ص ۱۴۱۔۱۴۰) انہوں نے اپنی اسناد سے گیارہ احادیث روایت فرمائی ہیں اوپر والی چاروں کتابوں والی احادیث ہیں ان کے علاوہ دیگر کچھ احادیث کے تراجم یہ ہیں۔
(۱) سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الشریف سے مروی ہے کہ جب نصف شعبان کی رات ہو تو کھڑے ہو جاؤ (نفل پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو، بیشک اللہ تعالیٰ اس رات غروب سورج کے وقت آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے پس ارشاد ہوتا ہے کیا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے

رزق دوں، کیا کوئی شفا مانگنے والا ہے کہ میں اسے شفا دوں، کیا کوئی سائل ہے کہ میں اسے عطا کروں، کیا ایسا ہے؟ کیا ایسا ہے؟ طلوع فجر تک یہ اعلان ہوتا رہتا ہے؟

(۲) پہلی حدیث سے اس میں یہ الفاظ زائد ہیں ہاں بدکار عورت اور مشرک کو محروم کر دیا جاتا ہے۔

(۳) سیدہ عائشہ والی حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں، "اللہ تعالیٰ اس رات میں مشرک، بغض و کینہ رکھنے والے، قطع رحمی کرنے والے، تہبند زمین پر لٹکانے والے، والدین کے نافرمان اور لگاتار شراب پینے والے پر نظر کرم نہیں فرماتا"

6:- (کنز العمال ج ۱۴ ص ۸۰۔۷۹) پر مزید چار احادیث اسی رات کی شان اور فضیلت میں بیان فرمائی ہیں سیدہ طاہرہ عائشہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا" کہ نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان کی پندرویں رات سجدے میں یہ دعا مانگ رہے تھے (ہم اصل عربی نقل کر دیتے ہیں شائد کوئی فائدہ اٹھالے)

اعوذ بعفوک عن عقابک و اعوذ برضا ئک عن سخطک و اعوذ بک منک جل وجھک، فرمایا، جبریلؑ نے مجھے عرض کیا ہے کہ میں سجدے میں یہ دعا دہراؤں، میں نے یہ کلمات سیکھ لئے اور ان کی دوسروں کو تعلیم دی۔ دعا کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔

"میں تیرے عقاب سے تیرے عفو (معافی) کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور میں تیری ذات سے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں تیری ذات عظیم ہے"۔

7:- حضرت عطاء بن یسارؓ سے روایت ہے کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو فرشتہ کو لکھ دیا جاتا ہے کہ شعبان سے (اگلے) شعبان تک کون مرے گا، بیشک بندہ ظلم کرتا ہے، تجارت کرتا ہے اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے حالانکہ اس کا نام زندہ سے مُردوں کی طرف لکھا جا چکا ہوتا ہے لیلۃ القدر کے بعد کوئی رات اس رات سے افضل نہیں، اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور مشرک، کینہ ور قطع رحم کرنے والے کے علاوہ سب کو بخش دیتا ہے۔

(کنز العمال ج ۱۴ ص ۷۹ بحوالہ ترغیب ابن شاھین)

نوٹ:۔ یاد رہے کہ محولہ بالا کتب میں سے دو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ..... صحاح ستہ میں شامل ہیں، تین المصف، ابن ابی شیبہ اور صحیح ابن حبان صحاح ستہ کا ماخذ ہیں، کنز العمال برصغیر کے عظیم محدث علامہ علاء الدین علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، برصغیر کے یہ وہ محدث ہیں جنہوں نے اتنی ضخیم کتاب لکھی ہے اس کارِ خیر میں برصغیر کا کوئی اور مصنف ان کے ہم پلہ نہیں ہے۔

بعونہ تعالیٰ ہم نے چھ کتب حدیث سے پچیس احادیث سے پندرہ شعبان کی رات کی اہمیت وفضیلت بیان کردی جو حضرات ثبوت مانگتے ہیں ان کی خدمت میں ہم نے ثبوت پیش کر دیئے ہیں اب وہ ازراہِ کرم ہمیں پچیس احادیث دکھائیں جن میں ارشاد ہو کہ یہ رات کسی فضیلت واہمیت کی حامل نہیں ہے۔ ایسا قطعاً آپ نہیں کر سکیں گے پھر لوگوں کو عبادت سے کیوں روکتے ہیں مسلمانوں پر اور اپنی ذات پر رحم کریں۔

حدیث نمبر 11

تراویح کی رکعتیں

عن ابی سلمه بن عبدالرحمن انه اخبره انه سال عائشة کیف کان صلوة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی رمضان قالت ما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثاً قالت عائشة فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔

(بخاری ج ا ص ۱۵۴ نیز ص ۲۶۹ نیز ص ۵۰۴ سعید کمپنی)

ترجمہ:۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بتایا کہ انہوں نے (ام المومنین سیدہ) عائشہ سلام اللہ علیہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسے تھی؟

سیدہ نے فرمایا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان یا اس کے علاوہ (دیگر مہینوں میں) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے چار رکعتیں پڑھتے، تو انکے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھ، پھر چار پڑھتے تو ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھ، پھر تین رکعتیں پڑھتے، سیدہ عائشہؓ نے فرمایا پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

حدیث پر غور فرمائیں

(۱) یہ وہ نماز ہے جو رمضان میں بھی اور رمضان کے بغیر باقی گیارہ مہینوں میں بھی پڑھی جاتی ہے، کیا تراویح رمضان کے بغیر باقی مہینوں میں بھی پڑھی جاتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ تراویح کی رکعات نہیں ہیں۔

(۲) وتر تو تراویح کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا یہ کہنا کہ حضور! آپ وتروں سے پہلے سو جاتے ہیں کہ اب پڑھ رہے ہیں، یہ بالکل واضح ہے کہ یہ تراویح کی نماز نہیں تھی ورنہ وتروں سے پہلے سو جانے کا سوال سیدہ سلام اللہ علیھا نہ فرماتیں، آیئے باقی کتب کی طرف بڑھتے ہیں۔

1:- امام مسلم نے امام بخاری والی حدیث بھی نقل فرمائی ہے، اس کے علاوہ بھی سات آٹھ روایات لی ہیں جن میں تیرہ رکعتیں بھی مذکور ہیں یہ بھی ارشاد ہے کہ دو نفل بیٹھ کر وتروں کے بعد پڑھتے تھے، ہم تبرکا دو حدیثوں کا ترجمہ کرتے ہیں۔

(۱) عروہ بن زبیر (سیدہ عائشہؓ کے بھانجے) نے ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیھا سے روایت لی ہے کہ سیدہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشاء (جسے لوگ نمازِ عتمہ کہتے ہیں) سے فارغ ہو کر صبح تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیتے ایک رکعت ملا کر وتر بنا لیتے، جب مؤذن صبح کی اذان دیکر خاموش ہو جاتا اور صبح کھل جاتی اور مؤذن آپ کی خدمت میں (صبح کی جماعت کے لئے) آتا تو آپ اٹھ کر دو ہلکی رکعتیں پڑھتے پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے (اس وقت تک لیٹے رہتے) کہ مؤذن اقامت کے لئے آ جاتا۔

(۲) ابوسلمہ نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے پوچھا انہوں نے فرمایا آپ علیہ السلام تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے آٹھ رکعتیں پڑھ کر پھر وتر پڑھتے پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو قیام فرما کر رکوع فرماتے پھر اذان اور اقامت کے درمیان صبح کی نماز کی دو رکعتیں (صبح کی سنتیں) پڑھتے، ایک حدیث میں وتروں کا ذکر کر کے سیدہ نے فرمایا ''آپ وتر کی رکعتوں میں آخر میں ہی جا کر بیٹھتے تھے۔

(مسلم ج ۱ ص ۲۹۷۔۲۹۶ مصری، مسلم ج ۱ ص ۲۵۴۔۲۵۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسلم کی ان احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آٹھ رکعتیں تراویح کی نہیں ہیں بلکہ تہجد کی ہیں اور یہ بھی پتہ چلا کہ سید کل علیہ السلام وتروں کے بعد بھی دو نفل پڑھتے تھے۔

2:۔ امام ترمذیؒ نے تو یہ احادیث درج کرنے سے پہلے باب ہی یوں باندھا ہے ماجاء فی وصف صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل (رات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی وصف میں جو احادیث ہیں)

بات واضح ہوگئی کہ امام ترمذی کے نزدیک بھی آٹھ رکعتیں نماز تہجد ہے، ترمذیؒ نے بخاری اور مسلم والی قریباً سب احادیث درج فرمائی ہیں ملاحظ ہو

(ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰۔۹۹ سعید کمپنی کراچی)

3:۔ امام داؤد نے ابوداؤد شریف میں باب فی صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز کا باب) میں بخاری، مسلم اور ترمذی سے زیادہ احادیث نقل فرمائی ہیں، بخاری، مسلم اور ترمذی کی قریباً سب احادیث بھی اس میں آگئی ہیں ان کے باب سے واضح ہے کہ یہ آٹھ رکعتیں تہجد کی ہیں تراویح کی نہیں ہیں، ان کتب میں اسی باب میں یہ بھی حدیث ہے کہ تہجد دو دو رکعتیں کر کے پڑھتے جائیں، ابوداؤد میں کچھ احادیث کے حصے ہم اس مقصد کے لئے درج کر رہے ہیں تاکہ مسئلہ کی وضاحت ہو سکے۔

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد اور صبح کے پھوٹنے کے درمیان گیارہ رکعتیں پڑھتے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۹۔۱۸۸ سعید کمپنی)

(۲) سعد بن ہشامؓ نے کہا میں مدینے میں آیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے مطلع فرمائیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو نماز عشاء پڑھاتے پھر اپنے بستر پر تشریف لا کر سو جاتے جب رات نصف سے گزرتی اپنی حاجت اور وضو کے پانی کی طرف اٹھتے وضو فرما کر اپنی جائے نماز پر آ کر آٹھ رکعتیں پڑھتے میرا خیال ہے کہ ان رکعتوں میں آپ قرات، رکوع اور سجدے کو برابر رکھتے پھر ایک رکعت وتر ملاتے پھر دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے پھر پہلو پر لیٹ جاتے، پھر بلالؓ آتے اور نماز کے لئے اجازت چاہتے، (ایضاً ص ۱۹۱) حضرت سعد بن ہشام کے علاوہ یہ حدیث، حضرت عروہؓ، حضرت قتادہ، زرارہ بن اوفی، بہز بن حکیم، فضل بن عباسؓ، اسود بن یزیدؓ، زید بن خالد۔۔۔ وغیرہ آٹھ صحابہؓ نے یہ حدیث مختلف الفاظ اور ایک مفہوم کے ساتھ روایت فرمائی ہے، سب کے نزدیک آٹھ رکعتیں تہجد کی ہیں،

یاد رہے کہ آخری راوی زیدؓ وہ ہیں جو سرکار علیہ السلام کی دہلیز کا سرہانا بنا کر پوری رات گزارتے رہے تا کہ آپ ﷺ کی رات کی نماز اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

4:- علامہ ابن ماجہؒ نے بھی یہ سب احادیث اپنی کتاب میں ذکر فرمائی ہیں ملاحظہ ہو ابن ماجہ ص ۹۸۔۹۷ مرکز علم و ادب کراچی انکے نزدیک بھی یہ تہجد کی نماز ہے،

حضرت نسائی نے بھی تہجد کی نماز کا ذکر فرماتے ہوئے انہی رکعات کا ذکر کیا ہے جن کا باقی حضرات نے ذکر کیا ہے ان کے نزدیک بھی آٹھ رکعتیں تہجد کی ہیں ملاحظہ ہو نسائی ج ا ص ۲۳۷، صفحہ ۲۴۰ پر مذکور ہے فرضوں کے بعد ہی تہجد افضل ہے اور رمضان کے بعد محرم کے روزے افضل ہیں۔

تراویح کی طرف آئیں

اب آیئے تراویح کی طرف تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ السلام سے آٹھ رکعتیں بھی مروی ہیں لیکن اس سے زائد بھی مروی ہیں لہذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ زائد کو بدعت اور پڑھنے والوں کو بدعتی کہا جائے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے درمیان فرقہ بازی پسندیدہ نہیں اور دورِ حاضر میں جبکہ چاروں طرف سے دشمنوں نے مسلمانوں کو

گھیرا ہوا ہے تفرقہ بازی قطعاً ناپسندیدہ ہے، اب آیئے ائمہ اسلام سے پوچھتے ہیں۔

امام ترمذی کا ارشاد

اہل علم نے رمضان کے قیام (نماز تراویح) میں اختلاف فرمایا ہے، کچھ حضرات کا ارشاد ہے کہ وتروں سمیت اس کی اکتالیس رکعتیں ہیں یہ مدینہ والوں کا قول ہے مدینہ طیبہ میں اسی پر ان کا عمل ہے (ان رکعات میں تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد اور پہلی چار سنتیں بھی شامل ہیں، سیالوی) اہل علم کی اکثریت جیسا کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا عمرؓ اور ان دونوں کے علاوہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سارے صحابہ کا ارشاد ہے کہ بیس رکعتیں (نماز تراویح) ہیں، یہ سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعی کا قول ہے، امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اسی طرح پایا ہے کہ وہ بیس رکعتیں پڑھتے ہیں (ترمذی شریف ج اص ۱۶۶، سعید کمپنی کراچی)

بیس رکعتیں بھی سنت ہیں

1:- ''بہر حال اب بیس رکعتیں خلفائے راشدین کی سنت ہیں اور حکماً یہ بھی مرفوع حدیث ہے، اگرچہ ایک مرفوع حدیث میں بھی بیس رکعت کا ثبوت ہے مگر اس کی سند قوی نہیں، فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی عہد تھا جب انہوں نے تراویح کی بیس رکعتیں مقرر فرمائیں اور بیس کا اعلان فرمایا، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی بدعت پیدا فرمانے والے نہیں تھے یعنی ضروری ہے کہ بیس رکعتیں بھی مرفوع حدیث سے ثابت ہوں۔

(ترمذی مذکور ج اص ۱۰۱)

ان دونوں تحقیقات کو سامنے رکھیں یہ نتائج آپ کے ذہن میں فوراً آجائیں گے۔

(۱) مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں تراویح کی رکعتیں وصال نبوی سے لیکر حضرت شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور تک بیس رکعتیں تھیں۔

(۲) یہ خلفائے راشدین کی سنت ہے جو ایک حدیث سے بھی ثابت ہے جو ابن ابی شیبہ

جیسے عظیم محدث نے روایت کی ہے اسکی سند البتہ قوی نہیں ہے اس سند پر بحث ہم کسی اور وقت کے لئے چھوڑتے ہیں، سوال صرف یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عمل سے اس حدیث کو تقویت ملی ہے یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ شرعی معاملہ میں خلفائے راشدین اور صحابہ کا عمل کیا حکماً مرفوع حدیث ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر اعتراض کس بات کا؟

(۳) کیا صحابہ کرام سے بڑھ کر وہ لوگ زیادہ حدیث کے ماہر ہیں جو بیس رکعتوں کو بدعت کہتے ہیں مزید برآں کیا وہ ائمہ مجتہدین (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) سے حدیث پاک کے زیادہ ماہر ہیں کہ امت کو ان کے ارشادات سے کاٹنے کی سعی میں ہمہ وقت مصرف ہیں۔

(۴) سیدنا فاروق، سیدنا حیدر اور صحابہ کرامؓ کی عظیم تعداد جو بیس رکعتیں تراویح پڑھتے رہے ہیں، وہ بدعتی تھے؟ کاش! آپ حضرات نے کبھی اس پر غور فرمایا ہوتا۔

(۵) ائمہ عالی مقام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام کے زمانوں کو سید کل علیہ السلام نے خیر القرون (سب سے بہتر زمانے) فرمایا ہے کیا خیر القرون کے عظیم المرتبت حضرات بدعتی تھے اور دورِ حاضر کے آپ محدود اور معدود لوگ ہی سنت کے متبع و مطیع ہیں۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

شارحین بخاری کو بھی ملیں

2:- ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے جو یہ روایت لی ہے کہ حضور علیہ السلام وتروں کے بغیر رمضان میں بیس رکعتیں (نماز تراویح) پڑھتے تھے تو وہ ضعیف ہے (اس پر انشاء اللہ تحقیق ہوگی کہ یہ تین عظیم محدثین کی روایت کے باوجود کیوں ضعیف ہے) ہاں بیس رکعتیں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہیں المؤطا میں یزید بن رومانؓ سے مروی ہے کہ لوگ سیدنا عمرؓ کے دور میں تئیس رکعتیں قیام کرتے تھے...... پھر معاملہ بیس پر مسلسل جاری ہو گیا یہی یکے بعد دیگرے منتقل ہو رہا ہے...... اب بیس رکعتیں خلفائے راشدین کی سنت ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، ابن ہمامؒ کی یہی تحقیق ہے

(بخاری ج اص ۱۵۴ حاشیہ نمبر ۳ سعید کمپنی)

بخاریؒ کا دوسرا حوالہ

''عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ نے بتایا کہ میں (سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف گیا، دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں، کوئی شخص تو اکیلا پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص کسی ٹولی کو نماز پڑھا رہا ہے، فاروق اعظمؓ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ میں انہیں کسی قاری پر (کے پیچھے) اکٹھا کر دوں تو یہ بہت بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے پختہ ارادہ فرمالیا اور انہیں ابی بن کعب پر اکٹھا کر دیا''

(بخاری ج ا ص ۲۶۹)

یہ تھے حدیث کے الفاظ اب اسی صفحہ کا حاشیہ نمبر ۸ ملاحظہ فرمائیں ''جب سیدنا عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو حضرت ابی پر جمع کیا (کہ ابی جماعت کرائیں گے) تو وہ بیس رکعت پڑھا کر تین رکعت وتر پڑھتے تھے...... اسلاف کا ایک گروہ چالیس رکعتوں کے بعد تین وتر پڑھتے تھے، ایک اور گروہ چھتیس رکعتیں پڑھ کر پھر تین وتر پڑھتے تھے یہ سب اچھا ہے'' (ایضاً) ہم نے بخاری سے ایک حدیث اور اس کی دو شرحیں نقل کر دیں ان پر خصوصی غور فرمالیں۔

3:- مسلم کی شرح فرماتے ہوئے علامہ نوویؒ نے بھی بخاری کے شارحین سے اتفاق فرمایا ہے مسلم ج ا ص ۲۵۹ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ نسائی ج ا ص ۳۰۷ حاشیہ نمبر ۲ ''ابن حجرؒ نے فرمایا کہ معاملہ اسی طرح دورِ نبوی اور خلافتِ صدیقی میں رہا دورِ فاروقی کی ابتداء میں بھی یہی کیفیت تھی (کہ لوگ اکیلے تراویح پڑھتے تھے) پھر سیدنا عمرؓ نے مردوں کو حضرت ابی پر جمع فرمایا اور عورتوں کو سلیمان بن ابی حثمہ کے پیچھے تراویح پڑھنے کو فرمایا ایک راویت میں ہے کہ ابی اور تمیم دونوں کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں قاری (پڑھانے والا) دو سو آیات تک پڑھتے اور لمبے قیام کی وجہ سے ہم لاٹھیوں پر ٹیک لینے لگ جاتے تھے'' یہاں بھی ابن ہمام نے ■ باتیں ارشاد فرمائی ہیں جو ترمذی کے حاشیہ کے حوالے سے ہم نقل کر چکے ہیں۔

امام مالکؒ کی روایت

4:- ''یزید بن رومان نے فرمایا کہ لوگ سیدنا عمرؓ بن خطاب کے دور میں رمضان میں تیئس رکعتیں قیام کرتے تھے'' موطا امام مالکؒ ج ا ص ۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ حلبی مصر۔ موطا کی شرح امام سیوطیؒ نے تنویر الحلک کے نام سے کی ہے، اس کے صفحہ (۱۰۳ تا ۱۰۵) پر وہی تشریحات ہیں جو ہم ترمذی اور بخاری کے حوالے سے لکھ آئے ہیں۔ بیس رکعت کی روایت امام مالکؒ کی کتاب کے متن میں مذکور ہے اس پر خصوصی غور چاہیے۔

حدیث نمبر 12

رفع یدین

عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة، وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن و به یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم و التابعین وهو قول سفیان و اهل الکوفة۔

(ترمذی ج ا ص ۵۰ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ علقمہ نے کہا کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز نہ پڑھاؤں پھر انہوں نے نماز پڑھائی پس انہوں نے ہاتھ صرف پہلی دفعہ (تکبیر تحریمہ) ہی اٹھائے اس باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے، ابو عیسیٰ (امام ترمذیؒ) نے فرمایا ابن مسعود کی حدیث حسن ہے یہی بات بہت سارے اہلِ علم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تابعین فرماتے ہیں یہی حضرت سفیانؒ اور کوفہ والوں (امام اعظمؒ اور احناف) کا قول ہے۔

حدیث پاک کے پہلے راوی سیدنا عبداللہ بن مسعود ہیں جن کے قرب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ مقام ہے کہ اس دور کے لوگ انہیں خاندانِ نبوت کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱، ترمذی ج ۲ ص ۲۲۲۔۲۲۱)

پھر ان کا یہ بھی شرف ہے کہ یہ مجتہد صحابہ میں شمار ہوتے ہیں ان کی ایک عظمت یہ ہے کہ وہ احناف کے امام عالی مقام سیدنا ابوحنیفہؒ کے دادا استاد ہیں ملاحظہ ہوں مسند امام اعظم کی اسناد۔

رحمت عالمﷺ کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ اگر خلافت مشورہ سے نہ ہوتی تو میں انہیں خلیفہ بناتا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲، ابنِ ماجہ ص ۱۳) یہ خبر واحد نہیں ہے ان کے ساتھ سیدنا براء بن عازب بھی شریک ہیں، بقول امام ترمذیؒ اس پر بہت سے صحابہؓ اور بہت سے تابعین عمل پیرا رہے ہیں، ائمہ میں سے حضرت سفیانؒ اور امام اعظمؒ کا اسی پر عمل ہے۔

ہم اہل حدیث بھائیوں پر رفع یدین پر اعتراض نہیں کرتے کیونکہ حدیث پر عمل پیرا ہیں، ہمارے نزدیک وہ احادیث منسوخ ہیں کیونکہ ان کے راوی......سیدنا حیدرؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمر......ان روایات پر عمل نہیں فرما رہے، ایک اور راوی وائل ہیں ان پر جرح کرتے امام ابراہیم نے فرمایا کہ اگر وائل نے ایک دفعہ حضورﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت ابنِ مسعودؓ نے پچاس دفعہ رفع یدین کرتے نہیں دیکھا، حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۵۔۱۶۱ مکتبہ حقانیہ ملتان نیز ہماری کتاب "حدیث سید الانام علیہ السلام" ص ۱۸۶۔۱۸۳)

ہم علمائے احناف سے عرض کریں گے کہ وہ معانی الآثار کا یہ حصہ امعانِ نظر سے پڑھیں اور علمائے اہل حدیث سے عرض کریں گے کہ وہ یہ حصہ نظرِ انصاف سے پڑھیں۔

سوچ کا ایک اور انداز

سب ائمہ۔ احناف واہل حدیث۔ متفق ہیں کہ تکبیرِ تحریمہ میں رفع یدین کرنا ہے اور ان سب کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ دو سجدوں کے درمیان والی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرنا ہے، اب بات رہ جاتی ہے رکوع اور رکوع کے بعد والی تکبیر کی تو ان

میں اہل حدیث رفع یدین کرتے ہیں اور حنفی نہیں کرتے، اہل حدیث کا فرمان ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کی طرح یہاں بھی رفع یدین ہونا چاہئے، حنفی کہتے ہیں کہ دو سجدوں کی درمیان والی تکبیر کی طرح یہاں بھی رفع یدین نہیں ہونا چاہئے، تکبیرِ تحریمہ پر رکوع سے پہلی اور رکوع کے بعد والی تکبیروں کو اس لئے قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ تکبیر تحریمہ تو شروط و واجبات میں شامل ہے ان دو تکبیروں کو دو سجدوں کے درمیان والی تکبیر پر قیاس کریں وہ سنت ہے تو ان دونوں کو بھی سنت سمجھیں اور رفع یدین نہ کریں، اسی اجتہاد کی بنیاد پر مشہور فقیہ ابو بکر بن عباسؒ نے فرمایا کوئی فقیہ بھی ایسا نہیں کرتا، اب اور حوالے ملاحظہ فرمائیں۔ ترمذی ج ۱ ص ۵۹ کا حاشیہ نمبر ۴ بھی ملاحظہ فرمالیں تا کہ پتہ چلے یہ احادیث منسوخ ہیں۔

۱:۔ حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز فرماتے تو اپنے دونوں کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے پھر دوبارہ (رکوع سے پہلے اور بعد) نہیں اٹھاتے تھے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹ سعید کمپنی) امام ابوداؤد نے امام ترمذی والی روایت بھی اسی صفحہ پر ذکر فرمائی ہے، پھر ان اور راویوں کے نام بھی لئے ہیں جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے، امام نسائی نے امام ترمذی والی حدیث نسائی ج ۱ ص ۱۶۱ قدیمی کتب خانہ کراچی پر نقل فرمائی ہے، اس حدیث کے بیان سے پہلے باب باندھا ہے الرخصۃ فی ترک ذلک (اس بات (رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین) کے چھوڑنے کی اجازت) اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ امام نسائیؒ بھی ان احادیث کو منسوخ سمجھتے ہیں۔

علامہ فخر الحسن گنگوہی کی تحقیق

مخالفین نے ابنِ مسعودؓ والی حدیث) پر تین طرح سے اعتراض کیا ہے

۱:۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث میرے نزدیک ثابت نہیں۔

۲:۔ علامہ منذریؒ نے ابن مبارکؒ کا قول ذکر کر کے فرمایا کہ ابن مبارک اور ان کے علاوہ بھی یہ بات کہی گئی کہ عبدالرحمان کا سماع علقمہؒ سے ثابت نہیں۔

۳:۔ حاکم کا ارشاد ہے کہ عاصم راوی کی حدیث انہوں نے اپنی صحیح میں نہیں لی، تینوں اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ ابن مبارک کے نزدیک اس کا ثابت نہ ہونا باقی لوگوں

کے ہاں ثابت ہونے کے معارض ہے، ابن حزمؒ نے اپنی کتاب المحلی میں تصحیح کی ہے امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے اور فرمایا ہے یہی بہت سارے اہل علم صحابی اور تابعین کا قول ہے سفیان ثوری اور اہل کوفہ (امام اعظمؒ وغیرہ) کا بھی یہی قول ہے، طحاوی فرماتے ہیں ابن مسعودؓ کی اس حدیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے، محقق ابن ہمامؒ نے فرمایا جب حدیث مذکورہ طریق سے ثابت ہے تو ابن مبارک کا قول کوئی نقصان نہیں دیتا، (ابوداؤد ج اص ۱۰۹ حاشیہ نمبر ۶، حاشیہ نمبر ۴) میں ہے کہ عاصم بن کلیب کی توثیق ابن معین نے فرمائی ہے اور امام مسلم نے سیدنا مہدی وغیرہ والی احادیث اس سے لی ہیں جو سیدنا حیدرؓ سے مروی ہیں، حاشیہ نمبر ۱۱ میں ہے عبدالرحمان کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے، خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں عبدالرحمان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور علقمہؓ سے سنا ہے (یعنی ان کا سماع ثابت ہے)۔ الحمدللہ سب اعتراض کافور ہو گئے۔

نوٹ:۔ یہ لوگ رفع یدین کے قائل نہیں ابراھیم نخعی، ابن ابی لیلیٰ، علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، عامر شعبی، ابواسحاق، سبیعی، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر بن ھدیل، خیثمہ، قیس، مغیرہ، وکیع، عاصم بن خلیب، امام مالک (ایک روایت میں) ابن قاسم، اکثر مالکی حضرات، اہل کوفہ، اس وقت دنیا میں حنفیوں کی تعداد اسی فیصد سے زائد ہے مالکیوں کو بھی ساتھ ملا لیں، کیا امت کی یہ غالب ترین اکثریت بدعتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ (نیز مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۶۷ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حدیث نمبر 13

امام کے پیچھے قرأت

عن مالک عن نافع ان عبداللّٰہ بن عمرؓ کان اذا سئل ھل یقرء احد خلف الامام؟ قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ و

اذا صلى وحده فليقرء قال و كان عبدالله بن عمرؓ لا يقرء خلف الامام، قال يحيىٰ سمعت ما لكاً يقول الامر عندنا ان يقرء الرجل وراء الامام فيما لا يجهر فيه الامام بالقراة يترك القراة فبما يجهر فيه الامام بالقراءة

(موطاء امام مالک ج ا ص ۱۸۲ المصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ:۔ امام مالکؒ نے نافعؒ سے روایت لی ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے جب پوچھا گیا کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قرات پڑھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرات کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرات پڑھے فرمایا کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرات نہیں پڑھتے تھے۔ یحییٰ (امام مالکؒ کے شاگرد جنہوں نے موطا لکھی) نے فرمایا میں نے امام مالکؒ کو فرماتے سنا کہ ہمارے نزدیک مسئلہ یوں ہے کہ مرد امام کے پیچھے ان نمازوں میں پڑھے جن میں امام بلند آواز سے قرات نہیں کرتا اور ان نمازوں میں قرات چھوڑ دے جن میں امام بلند آواز سے قرات کرتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے صحابہ میں عظیم محدث و مجتہد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام کے پیچھے قرات نہیں فرما رہے سوال یہ ہے کہ کس کے حکم سے وہ ایسا کر رہے تھے؟ بھلا رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر ان کا اور کون استاد ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قرات نہیں ہوتی۔ مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

ا:۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نماز سے پلٹے (منہ مبارک لوگوں کی طرف سلام کے بعد پھیرا) نماز میں قرات جہری تھی فرمایا کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرات پڑھی ہے؟ ایک آدمی نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں نے پڑھی ہے ابوھریرہؓ نے کہا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن میں الجھاؤ پیدا ہو رہا ہے، پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں قرات چھوڑ دی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات سنی۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آقا علیہ السلام کا ارشاد سن کر قرات چھوڑ دی۔

ب:۔ ''حطان بن عبداللہ رقاشیؒ نے یہ حدیث (اس حدیث سے اوپر والی طویل حدیث) روایت کی آخر میں یہ جملہ زائد بیان کیا...... ابوداؤدؒ نے فرمایا ان کا یہ کہنا کہ خاموش رہو'' محفوظ نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ صرف سلیمان تیمی نے اضافہ کیا ہے'' (ابوداؤد ج اص ۱۴۰ سعید کمپنی کراچی)

فقیر کی گزارش ہے کہ وہ اضافہ ثقہ راوی کا قبول نہیں ہوتا جو باقی ثقات کے خلاف ہو، یہ اضافہ خلاف نہیں ہے کیونکہ باقی کتب حدیث میں امام کے پیچھے قرات میں خاموشی کا حکم ہے، ہم ابھی موطا امام مالکؒ کے دو حوالے لکھ آئے ہیں اور مزید حوالے آگے لکھنے والے ہیں۔

علامہ فخر الحسنؒ اسی حدیث کے تحت حاشیہ نمبر ۸ میں فرماتے ہیں ''بات ایسی نہیں جس طرح علامہ ابوداؤد فرمارہے ہیں اسی زیادہ فقرے میں محمد بن سعد اشھلی مدنی نے ان کی متابعت کی ہے جب کہ نسائی اور دار قطنی میں مذکور ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ اس اضافے سمیت ابن حزیمہؒ اور امام احمدؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، علامہ ابن ہمامؒ نے ھدایہ کی شرح میں اس حدیث اور اس کے طرق (اسناد) پر بہت تفصیل سے بات کی ہے اگر آپ بہت وضاحت چاہتے ہیں تو اسے ملاحظہ فرمالیں'' (ایضاً حاشیہ نمبر ۸)

اب مسلم کو پڑھیں

ج:۔ عمران بن حصینؒ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی پھر فرمایا میرے پیچھے کس نے سبح اسم ربک الاعلی پڑھی ایک شخص بولا میں نے (پڑھی) تو صرف نیکی کا ارادہ کیا حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے پتہ ہے کہ تم میں سے کوئی قرات میں میرے لئے الجھاؤ پیدا کررہا تھا، مسلم ج اص ۱۷۲ اقدیمی کتب خانہ کراچی) امام مسلم نے یہاں تین احادیث روایت فرمائی ہیں سب ہم معنی ہیں، خالج اور نازع ہم معنی ہیں، نوویؒ فرماتے ہیں یہ کلام انکار کے معنی میں ہے یعنی قرات امام کے پیچھے تجھے نہیں کرنی چاہیے تھی۔

د:۔ابو اسحاق (امام مسلم کے ساتھی اور ان سے مسلم کے راوی) نے کہا کہ ابو بکر ابو نفر کے بھانجے نے (اوپر والی) حدیث کے بارے میں کچھ اعتراض کیا تو امام مسلم نے فرمایا کیا تمہیں سلیمانؒ سے بڑھ کر کسی حفظ والے کی ضرورت ہے ابو بکر نے جواب دیا تو حدیث ابوھریرہؓ کے بارے کیا ارشاد ہے تو امام مسلمؒ نے فرمایا وہ صحیح ہے یعنی جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے فرمایا یہ میرے نزدیک صحیح ہے ابو بکر نے کہا پھر یہاں (مسلم میں) آپ نے اسے کیوں درج نہیں فرمایا، امام مسلم نے جواب دیا جو شے بھی میرے نزدیک صحیح ہو اس کو میں نے اپنی کتاب میں نہیں لکھا، میں نے کتاب میں وہ حدیثیں لکھی ہیں جن پر سب کا اجماع ہے (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲) لیجئے ابو داؤد والی حدیث کی تائید امام مسلم نے بھی فرمادی کہ وہ صحیح ہے اب اگر احناف نے اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے امام کے پیچھے قرات چھوڑ دی ہے تو انہیں آپ کیوں بدعتی قرار دے رہے ہیں اور آپ کے ہاں کیوں وہ گردن زدنی ہیں، امت کے سب طبقات کسی نہ کسی حدیث پر عمل پیرا ہیں پھر وجہ نزاع کیا ہے؟ مسلمانوں کے اقلیتی فرقوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ دین میں حسب ارشادِ خداوندی جبر نہیں (البقرہ آیت ۲۵۶) پھر اکثریت کی وہ کیوں دل آزاری کرتے ہیں دو فی صد سے بھی کم اقلیتوں کو قانوناً اور اخلاقاً اس کا کوئی حق نہیں ہے۔

امام نسائی کا ارشاد

امام مسلمؒ اور امام مالکؒ والی سب احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ہم تبرکاً ایک حدیث کا ترجمہ کر رہے ہیں

ہ:۔ "ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امام صرف اس لئے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تو خاموش رہو، ابو عبدالرحمٰن (امام نسائیؒ) نے فرمایا علامہ مکرمیؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ ثقہ ہیں یعنی محمد بن سعد انصاری (راوی حدیث)

(نسائی ج ۱ ص ۱۴۶ اقدیمی کتب خانہ کراچی)

قارئین کرام! امام مسلم نے حدیث کو صحیح قرار دیا سائل کو کہا یہ راوی حافظ

حدیث ہے اس سے بڑھ کر کس حافظ کو تلاش کرنا چاہتے ہو، امام نسائی نے نہ صرف خود حدیث کو درج کیا بلکہ باب باندھا ''اکتفاء الماموم بقراتہ الامام (مقتدی کے لئے امام کی قرات کافی ہے) ان دو ائمہ حدیث کی روایات پر حنفی عمل کر رہے ہیں، پھر فتووں کی توپوں کا رخ ان کی طرف کیوں ہے، بینوا توجروا، امام نسائی نے آگے ایک حدیث سیدنا ابوالدرداء سے موقوفا بھی بیان کی ہے جو اس کا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا۔

امام طحاویؒ کی تحقیق انیق

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احادیث کی ترتیب ایک نئے اور اچھوتے انداز سے فرمائی ہے وہ ایک موضوع پر بہت ساری احادیث نقل فرماتے ہیں پھر اسی موضوع پر حنفی نکتہ نظر والی احادیث نقل فرما کر آخر میں اجتہادی اور فکری انداز سے تبصرہ کرتے ہیں، ہم اوپر رفع یدین کے سلسلہ میں ان کی کچھ روایات کا تذکرہ کر آئے ہیں اب امام کے پیچھے قرات کے بارہ میں ان کی روایت فرمودہ کچھ احادیث کا ذکر کرتے ہیں فاتحہ کے بعد سورہ نہ ملانے کا تذکرہ اوپر ہو چکا کچھ احادیث میں فاتحہ نہ پڑھنے کا ذکر بھی ہو چکا اب امام طحاویؒ کی شہرہ آفاق تصنیف لطیف شرح معانی الآثار سے بھی کچھ حوالے ملاحظہ فرمائیں (معانی الآثار ج ا ص ۱۵۱۔۱۴۷ سعید کمپنی)

1:- سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قرات مقتدی کی قرات ہوتی ہے، اس سند کے علاوہ امام طحاوی نے دیگر سات سندوں سے بھی اسے روایت کیا ہے تاکہ علمی نابالغ شک نہ فرمائیں۔

2:- سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ یقیناً نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی ایک رکعت بھی سورہ فاتحہ (ام القرآن) کے بغیر پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی ہاں اگر وہ امام کے پیچھے ہو (تو نماز ہو جائے گی) اس حدیث کی مزید دو سندیں بھی امام طحاویؒ نے نقل فرمائی ہیں۔

3:- سیدنا انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھا کر لوگوں کی طرف منہ مبارک موڑ کر پوچھا جب امام قرات کر رہا ہو تو تم بھی پڑھتے رہتے ہو لوگ

خاموش رہے آپ علیہ السلام نے تین دفعہ بات دہرائی اب صحابہؓ نے عرض کیا ہم پڑھتے رہتے ہیں ارشاد ہوا، نہ پڑھا کرو۔

ہم سے گلہ ہے کہ وفادار نہیں

اتنی احادیث کے بعد یہ کہنا کہ احناف حدیث کے نہیں فکرِ ابو حنیفہؒ پر عمل پیرا ہیں یہ سینہ زوری ہے ناواقفیت ہے، تنگ نظری ہے یا جو کچھ بھی ہے انصاف نہیں، ملت کو منتشر کرنے کی سعی نابلیغ ہے اور بغض وعناد ہے اللہ تعالیٰ بطفیل رسول رحیم علیہ التحیۃ و التسلیم ہم سب کو محفوظ رکھے۔

ارشاداتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اب ہم کچھ حوالے نبوت کا شراب طہور پینے والے صحابہ کرام سے لیں گے تا کہ پتہ چلے کہ جس انداز کی نماز آج احناف پڑھ رہے ہیں ایسی نماز ہی صحابہ کرام پڑھتے تھے اور جن احادیث پر یہ حضرات عمل فرما رہے ہیں وہ منسوخ ہیں اور منسوخ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان راوی حضرات نے رفع یدین یا فاتحہ خلف الامام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد بھی عمل نہیں فرمایا۔ ملاحظہ ہو

1:- سیدنا حیدر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے بھی قرات کو نہ چھوڑا اس کا کام فطرت کے مطابق نہیں ہے۔

2:- ابن مسعودؓ نے فرمایا جب قرات ہو تو خاموش ہو جاؤ نماز میں مشغولیت تو ہوتی ہے مگر اس کی ذمہ داری امام نے لے لی ہے۔ امام طحاویؒ نے اس کی مزید دو سندات بھی ذکر فرمائی ہیں۔

3:- عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عمر، زید بن ثابت، جابر بن عبد اللہ (علیہم الرضوان) سے پوچھا تو سب نے جواب دیا امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرات نہ پڑھو۔

ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ

ابنِ مسعودؓ نے فرمایا کاش! جو امام کے پیچھے قرات کرتا ہے اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے، یہ نہ ہمارا فتویٰ ہے نہ ہی کسی عالمِ دین کا فتویٰ یہ حضور علیہ السلام کے مقرب

ترین صحابی کا فتویٰ ہے۔ ان روایات پر جو عمل کر رہا ہے وہ بدعتی ہے تو پھر متبع سنت کون ہے؟ امام طحاویؒ نے طویل تبصرہ فرمایا ہے علمائے کرام اصل کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال پر غور فرمائیں

ایک بندہ اس وقت نماز میں آ کر شامل ہوتا ہے جب امام رکوع میں ہے اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی ہے سب مکاتب فکر کہتے ہیں اس کی نماز ہو گئی اس نے فاتحہ تو پڑھی نہیں ہے پھر یہ رکعت کیسے ہوئی جبکہ آپ کا ارشاد یہ تھا کہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے بھی نہ پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی، کوئی صاحب جواب باصواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔

کیا سورہ فاتحہ فرض ہے یا واجب

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا، جائیں اور مدینہ طیبہ میں منادی کر دیں کہ یقیناً قرآن کے بغیر نماز نہیں ہے خواہ وہ فاتحہ الکتاب اور اس سے زائد ہو۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۸ مطبوعہ سعید کمپنی)

اس سے واضح ہو گیا کہ فاتحہ فرض نہیں، پیچھے ہم درج کر آئے ہیں کہ جس رکعت میں مقتدی فاتحہ پڑھے بغیر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اس کی رکعت ہو جاتی ہے اگر امام کے ساتھ بھی فاتحہ کا پڑھنا فرض تھا تو اب یہ رکعت کیسے ہوئی۔ واضح بات ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ یا کسی سورہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ مطلقاً قرات فرض ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ المزمل آیت ۲۰ (جو قرآن سے میسر قرات ہو وہ پڑھو) اس سے نماز میں مطلقاً قرات فرض ہوئی اور آقا علیہ السلام نے سورہ فاتحہ کے لئے جو کچھ فرمایا اس سے اس سورۃ کا پڑھنا واجب ہوا اور امام کے پیچھے مطلقاً قرات (فاتحہ اور ساتھ سورہ ملانا) سے روک دیا گیا کسی نے ٹھیک کہا ہے

؎ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

ایسی تحقیقات سے ہمیں باز آنا چاہئے جن کی وجہ سے امت کی عظیم اکثریت کی دل آزاری ہو۔

حدیث نمبر 14

ہاتھ زیرِ ناف کیوں؟

عن ابی جحیفہ ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنه قال (من) السنة وضع الكف على الكف فی الصلوة تحت السرة۔

(ابوداؤد ج اص ۴۷ مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ:۔ ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ سنت ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر (ہاتھ باندھ کر) نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔

1:۔ ابن جریر ضبیؒ نے اپنے باپ سے روایت لی ہے کہ میں نے (سیدنا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے گٹوں کے اوپر سے تھاما ہوا (پکڑا ہوا) تھا اور اپنی ناف کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

2:۔ سعید ابن جبیرؒ نے ناف کے اوپر اور ابومجلز نے ناف کے نیچے روایت کیا ہے، سیدنا ابوھریرہ سے بھی یہ روایت لی گئی ہے مگر وہ قوی نہیں ہے اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے "ابووائل نے کہا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نماز میں ہاتھ کو ہاتھ سے پکڑ کر (ہاتھ باندھ کر) ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

یہ پانچ احادیث۔ ابوجحیفہ، جریر ضبی، سعید بن جبیر اور ابومجلز ہیں کہ ہاتھ ناف کے نیچے یا اوپر باندھے جائیں، اور یہ عمل خلیفہء رسول، زوج بتول (علیھم السلام) کا ہے کیا عمل علیؑ کو بھی بدعت کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے نقل فرماتے اسے سنت فرما رہے ہیں۔

3:۔ قبیصہ بن ھلب نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے، اب دونوں ہاتھوں کو رکھا کہاں جائے امام ترمذی فرماتے ہیں "اہل علم اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تابعین اور بعد والوں کا اس پر عمل ہے ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی

(مرد) اپنا دایاں ہاتھ نماز میں بائیں ہاتھ پر رکھے، کچھ کا ارشاد یہ ہے کہ ناف کے اوپر رکھے اور بعض کا فرمان یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے، یہ سب ان حضرات کے ہاں وسع ہے (یعنی ناف کے اوپر رکھے یا ناف کے نیچے رکھے) ترمذی ج ۱ ص ۵۸ سعید کمپنی کراچی۔ امام ترمذی نے مردوں کے لئے ناف کے اوپر اور ناف کے نیچے کا فرمایا معلوم ہوا مردوں کے بارے ان کا یہی مسلک ہے۔

الفقہ الاسلامیہ وادلتہ ج ۲ ص ۸۳۴ امام ابوداؤد والی حدیث اول نقل فرمائی ہے اور حاشیہ نمبر ۱ میں لکھا ہے رواہ احمد وابوداؤد، اس سے پتہ چلا کہ یہ حدیث امام احمدؒ جیسے عظیم امام اور محدث نے بھی روایت فرمائی ہے۔ اب ذرا فقہاء کا تبصرہ بھی پڑھتے جائیں تا کہ عملی دنیا میں حدیث کے بارے سوچوں کی وضاحت ہو سکے۔

4:- حنفیوں اور حنبلیوں کے ہاں ہاتھ ناف کے نیچے رکھنے ہوں گے، کیونکہ (سیدنا) علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "یہ سنت ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا جائے"

واضح بات ہے کہ سنت سے مراد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے، الفقہ الاسلامیہ ج ۲ ص ۸۷۴ دار الفکر المعاصر دمشق و بیروت۔ عورت اپنے ہاتھ سینے پر رکھے گی دائیں ہاتھ کو بائیں بازو پر حلقہ بھی نہیں بنائے گی کہ اس طرح اس کا اچھے انداز سے پردہ ہوتا ہے۔ (ایضا ص ۸۷۳)

5:- دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے یا اوپر رکھنا سنت ہے تین ائمہ کا اس پر اتفاق ہے مالکی حضرات فرماتے ہیں یہ مستحب ہے، انداز یہ ہے۔ حنفی فرماتے ہیں۔ اگر نمازی مرد ہے تو اس کے حق میں یہ سنت ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کی تلی اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا بائیں ہاتھ کی گٹی پر حلقہ بنا کر ناف کے نیچے رکھے، اگر نمازی عورت ہے تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ حلقہ بنائے بغیر سینے پر رکھے۔

شافعی حضرات کا ارشاد ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر سینے کے نیچے ناف سے اوپر بائیں طرف رکھے۔

مالکی بھی شافعیوں کی طرح ہی کہتے ہیں البتہ ان کے ہاں یہ مستحب ہے مگر نمازی یہ خیال ضرور کرے کہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

حنبلی فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر مرد اور عورت رکھ کر ناف کے نیچے رکھیں۔ ملاحظہ ہو الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

6:- صاحب ھدایہ نے فرمایا" سرکار علیہ السلام کا ارشاد ہے بیشک یہ سنت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا جائے...... ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے" (ھدایہ ج ۱ ص ۷۰ سعید اینڈ کمپنی) سینے پر عورت ہاتھ باندھے گی کہ اس میں اس کا پردہ ہے۔

ہاتھ باندھنے کی فضیلت

7:- سابقہ نبیوں کے کلام جو منضبط ہیں ان کا ذکر فرماتے ہوئے رسولِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" اور دونوں ہاتھوں کا ایک دوسرے پر نماز میں رکھنا دائیں کو بائیں پر رکھا جائے" اس کی تشریح کرتے امام سیوطیؒ نے طبرانیؒ، ابن البر، سعید بن منصور سے روایت لی ہیں ایک روایت آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"ابنِ عباس سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا ہم انبیاء کا قبیلہ ہیں ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ افطاری جلدی کریں اور سحری دیر سے (آخری وقت) سے کریں اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھیں (ہاتھ باندھیں) موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۳۳ مع شرح تنویر الحوالک امام سیوطی، مصطفیٰ البابی مصر۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ ہاتھ باندھنا نماز میں سب انبیاء کی سنت ہے ملت اسلامیہ کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے ہاتھ زیر ناف باندھنے والوں کو بدعتی قرار دینا بذات خود ایک بدعت ہے کیونکہ وہ تو حدیث پر عمل کر رہے ہیں تو اتباع سنت کرنیوالوں کو بدعتی کہنا خود بدعتی ہونے کے مترادف ہے، اس موضوع پر ایک پورا مدلل رسالہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ کے آخر میں ہے ملاحظہ کے قابل ہے۔

حدیث نمبر 15

وتر۔ ایک سلام سے تین رکعتیں

عن ابی بن کعب کان رسول اللہ یوتر بسبح اسم ربک الاعلی، وقل للذین کفروا و اللہ الواحد الصمد، (۲) سالت عائشہ ام المومنین بای شیی کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ فذکر معناہ، قال وفی الثالثہ بقل ھو اللہ احد و المعوذتین۔ (ابوداؤد ج اص ۳۲۹ مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ:۔ ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر ان (سورتوں سے) پڑھا کرتے تھے (پہلی رکعت میں) سبح اسم ربک الاعلیٰ (دوسری رکعت میں) قل للذین کفروا) اور اللہ الواحد الصمد (اس سے سورہ اخلاص کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے)

عبدالعزیز جریج نے فرمایا کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں میں کیا پڑھتے تھے، تو عبدالعزیز نے اوپر والی حدیث کا مطلب ہی ذکر کیا (فرمایا) تیسری رکعت میں قل ھو اللہ اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھتے۔ بات واضح ہوگئی کہ تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے ہوتی تھیں۔ (ابوداؤد ج اص ۲۰۱ سعید کمپنی)

1:۔ ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلی (پہلی رکعت) اور قل یا ایھا الکافرون (دوسری رکعت) اور قل ھو اللہ احد (تیسری رکعت) سے وتر پڑھتے تھے۔ اگلی روایت میں بعینہ یہی عبارت سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے اس سے اگلی حدیث میں وہی الفاظ ہیں جو سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے عبدالعزیز نے روایت کئے ہیں، (ابن ماجہ ص ۸۳ علم و ادب کراچی) ابن ماجہ کی تینوں حدیثوں سے بھی ایک سلام سے تینوں رکعتیں ثابت ہوئیں۔

2:- امام نسائی کی روایات

(ا) سعد بن ہشامؒ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(نسائی ج ا ص ۲۴۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) اوپر ابوداؤد والی احادیث امام نسائیؒ نے چوبیس سے زیادہ مقامات پر اپنی اسناد سے نقل کی ہیں کہ حضور علیہ السلام پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ پڑھتے تھے، دو کے بعد ان روایت میں کہیں بھی سلام کا ذکر نہیں ہے، ابھی (2) سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت نقل کر آئے ہیں کہ حضور علیہ السلام دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔

سیدہ چونکہ گھر میں تھیں اور وتر سحری کے تہجدوں کے بعد پڑھے جارہے ہوتے تھے لہذا اس سلسلے میں سب سے معتمد روایت سیدہؓ کی ہی ہو سکتی ہے لیکن ہم نے اور صحابہ کی بھی روایات کتب حدیث کے حوالوں سے نقل کر دی ہیں۔ ملاحظہ ہو

(نسائی شریف ج ا ص ۲۵۳۔۲۴۸)

3:- اب آپ دربارِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے قاری سیدنا ابی بن کعب سے بھی سنتے جائیں" عبدالرحمٰن بن ابزی سے مروی ہے وہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت فرماتے ہیں، ابی نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور ان کے آخر میں ہی سلام پھیرتے تھے اور سلام کے بعد سبحان الملک القدوس تین دفعہ پڑھتے تھے، (ایضا ص ۲۴۹۔۲۴۸) اب تو شک نہیں ہونا چاہیئے کہ رحمت عالم علیہ السلام نے تین رکعتوں کے بعد ہی سلام فرمایا۔

پھر ایک رکعت اکیلی جس کے لئے ہمارے اہل حدیث بھائی صحاح کی کئی احادیث بتکرار فرماتے ہیں اس کے بارے احناف کا نظریہ کیا ہے؟ اس کی تفصیلات آگے آرہی ہیں، ہم نے اپنے ان بھائیوں کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ آپ حدیث پر عمل کر کے ساری زندگی بیشک وتر ایک رکعت پڑھیں مگر دوسروں کو تین

پڑھنے پر مطعون نہ کریں اور اکثریت پر بدعت کے فتوے نہ لگائیں، یہ عظیم اکثریت بھی احادیث پر عمل کر رہی ہے۔

دن کے وتر

4: ۔عبداللہ بن دینارؒ سے مروی ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرمایا کرتے تھے مغرب کی نماز دن کی نماز کے وتر ہیں، (الموطا ج اص ۱۱۱ مصطفیٰ البابی مصر، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۰ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اب بات بالکل ہی واضح ہوگئی کہ وتروں کی مشابہت مغرب کے فرضوں سے ہے اور مغرب کے فرضوں میں سلام تین رکعتوں کے بعد ہوتا ہے لہذا وتروں میں بھی سلام تین رکعتوں کے بعد ہوگا۔

ایک اور انداز سے سوچیں، کتب احادیث میں نوافل کا عمومی انداز دو دو رکعتیں ہوتا ہے، فرضوں میں صبح کی دو رکعتیں ہیں، نوافل ایک سلام سے چار بھی پڑھے جاتے ہیں مثلاً نمازِ تسبیح، تو فرض بھی چار ہوتے ہیں مثلاً ظہر، عصر اور عشاء کے فرض چار چار ہیں، اب تین رکعت کے فرض مغرب کے ہوئے تو پھر ان کے مشابہ تین رکعت وتر ہوگئے، تین رکعت کی اور کوئی نماز نہیں ہے، اب ایک رکعت کی نماز فرضوں میں کوئی نہیں ہے تو پھر ایک رکعت کیسے وتر ہوں گے جو آپ کے نزدیک بھی نہ فرض ہیں اور نہ واجب، ہم نہیں سمجھ سکے کہ ایک رکعت وتر کیسے ثابت کریں۔

کہیں ایسا تو نہیں

حضور علیہ السلام اور صحابہ تہجد پڑھ رہے ہیں وہ دو دو رکعتیں ہیں موجود حضرات کو خیال ہے کہ اب بھی نفل ہی پڑھ رہے ہیں اور پڑھنے والے نے تیسری رکعت ملائی تو موجود بندے نے سمجھا کہ یہ وتر ہیں جہاں احادیث میں آتا ہے کہ وتر بنا لو ہم اس کا یہی معنیٰ سمجھے ہیں کہ دو کے بعد ایک رکعت ان دو کے ساتھ ملا دو تا کہ وہ طاق (وتر) بن جائے، ملاحظہ ہو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب تم میں سے کوئی صبح کا خوف کھائے تو ایک

رکعت پڑھ لے تو یہ اسکی نماز کو وتر (طاق) بنا دے گی، (بخاری ج ا ص ۱۳۵ اسعید کمپنی) ایک ملا کر طاق کر دے اب پہلے دو رکعتیں تھیں تیسری ملی تو وہ دو طاق بن گئیں اب ایک اکیلی کیسے ہو گی۔ (نیز نسائی ج ا ص ۲۴۸)

وتر واجب ہیں

1:- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری ایک نماز سے امداد فرمائی ہے اور وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ اور وہ تمہارے لئے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھی ہے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۳۲۷ البابی مصر)

نوٹ:- سرخ اونٹ بہت مہنگے ہوتے تھے لہذا حضور علیہ السلام نے ان کا ذکر فرمایا، اس کے ظاہری الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ یہ سنت نہیں، کیونکہ سرکار علیہ السلام نے ان کی نسبت اللہ کریم کی طرف فرمائی ہے۔

2:- حضرت بریدہؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وتر حق ہے پس جو وتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر حق ہے پس جو وتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر حق ہے پس جو وتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (ایضا ص ۳۲۸)

3:- "ابو سعید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے وتروں سے سو جائے یا بھول جائے تو انہیں پڑھے جب وہ اسے یاد آئیں" وتر نیند کی وجہ سے رہ گئے ہیں یا بھول گئے ہیں تو یاد آنے پر ان کی قضا ہو گی، اب غور فرمائیے کیا کسی نماز کے ساتھ سنتوں کی قضا بھی ہوئی؟ اگر نہیں اور آپ صرف فرض ہی قضا کرتے ہیں تو پھر وتر سنت نہ ہوئے۔

اصل بات

ملت اسلامیہ کے سب سے بڑے مقنن سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ کچھ احکام فرض نہیں ہیں مگر ہم انہیں سنتوں سے بڑھ کر پاتے ہیں تو انہوں نے ایسے احکام کے لئے واجب کی اصطلاح وضع فرمائی اس

طرح احکام کے بنیادی طور پر تین درجے...... فرض، واجب اور سنت...... بن گئے باقی حضرات نے ایسا نہیں کیا، ان کا فرمان یہ تھا کہ واجب اور فرض مترادف ہیں لہذا حکم یا فرض ہے یا سنت، نماز عید اور وتر امام عالی مقام کی اصطلاح میں واجب ہیں اور باقی ائمہ اسی بنا پر انہیں سنت قرار دیتے ہیں۔

اگر حدیث پر عمل کرتے آپ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں تو جو حضرات مندرجہ بالا احادیث پر عمل کرتے ہوئے تین رکعت پڑھتے ہیں تو انہیں بدعتی کہنے کا جواز کیا ہے؟ ازراہِ کرم اپنا کام کریں دوسروں پر حملوں سے باز رہیں تاکہ امت میں فکری انتشار سے بچ سکیں، **اعملوا فکل میسر** جن حضرات نے مزید تحقیق کرنی ہو وہ مشہور کتاب حدیث معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۷۔۱۹۶ کا مطالعہ فرمائیں انہوں نے ایک اور تین کی سب روایت جمع فرمادی ہیں اور عقلی ونقلی طور پر تین کو ثابت فرمایا ہے نیز سیدنا حیدرؓ سے بھی تین کی ہی روایت ہے۔ (ایضاً ص ۲۰۴)

حدیث نمبر 16

الصلوۃ خیر من النوم

کچھ لوگ فطرۃً اعتراض پسند ہوتے ہیں کبھی تراویح پر اعتراض ہوتا ہے کہ یہ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہیں بلکہ خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے کبھی جمعہ کی پہلی اذان پر اعتراض ہے، کبھی کسی اور عبادت پر اعتراض ہے ان کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ الصلوۃ خیر من النوم دور نبوی میں نہیں، آیئے اسے بھی حدیث کی معتبر کتابوں سے ثابت کرتے جائیں۔

1:- عن ابی محذورۃؓ قال کنت اوذن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کنت اقول فی اذان الفجر الاول حی علی الفلاح الصلوۃ خیر من النوم الصلوۃ خیر من النوم اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۰۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ:۔ ابومحذورہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اذان دیا کرتا تھا اور میں فجر کی پہلی اذان میں کہتا تھا، حی علی الفلاح، الصلوۃ خیر من النوم، الصلوۃ خیر من النوم (دودفعہ) اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، فرمایئے یہ دور نبوی ہے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اذان کہہ رہے ہیں اور حی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ الصلوۃ خیر من النوم کہہ رہے ہیں اور صحاح ستہ کی عظیم کتاب نسائی کے مصنف اس کو اپنی سند سے لکھ رہے ہیں اب یہ کہنا کہ الصلوۃ خیر من النوم کا وجود دورِ نبوی میں نہیں تھا یہ یا تو جہالت ہے یا محض تعصب ہے یا چمگادڑ کی کور چشمی ہے۔ امام سیوطی شرح میں فرماتے ہیں "ہوسکتا ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دنوں میں یا کسی اور وقت میں اذان کی اجازت دی ہو واللہ اعلم اور تویب کا مطلب ہوتا ہے اطلاع دینے کے بعد پھر اطلاع دینا موذن کا قول الصلوۃ خیر من النوم اس سے خالی نہیں اس لئے اسے تویب کہتے ہیں، ایضاً ص ۱۰۶ المجتبیٰ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح گویا نماز کا اعلام اور اعلان تھا اور الصلوۃ خیر من النوم میں اسی اطلاع اور اعلام کو دہرایا گیا تو تویب کا معنی پورا ہو گیا۔

2:۔ ابن ماجہ ص ۵۲ مرکز علم وادب کراچی میں حضرت ابومحذورہؓ کے ایمان لانے کا تذکرہ اور آقا علیہ السلام کی نوازشات کی تفصیلات مذکور ہیں۔

تکبیر بھی اذان کی طرح ہے

انہی ابومحذورہ کے پروردہ بھتیجے نے اذان اور اقامت کی تفصیل پوچھی تو انہوں نے فرمایا مجھے خود آقا علیہ السلام نے اذان اور اقامت کی تعلیم دی، انہیں سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں موذن بنا کر بھیجا، ہمارے بھائی جو تکبیر میں اذان کے کلمات ایک دفعہ (**اشھد ان لا الہ الا للہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح**) ایک ایک دفعہ اور اللہ اکبر بجائے چار کے دو دفعہ) کہتے ہیں اور زیادہ کہنا بدعت سمجھتے ہیں وہ ان دو احادیث پر غور فرمالیں جو جناب ابومحذورہ سے مروی ہیں۔ (ابن ماجہ ص ۵۲ مطبع مذکور)

3:- سیدنا بلالؓ نے صبح کی اذان میں **الصلوۃ خیر من النوم** کا اضافہ کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قائم رکھا، ثابت ہوا کہ یہ جملہ سیدنا بلالؓ کا الہامی جملہ تھا جسے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قائم و دائم رکھا۔

4:- سیدنا بلال نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں نمازِ فجر کے وقت تثویب (الصلوۃ خیر من النوم کہنا) کروں اور نمازِ عشاء میں تثویب سے منع فرمایا (ایضاً ص ۵۳)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ یہ مقدس جملہ الصلوۃ خیر من النوم صرف صبح کی اذان میں کہنا ہے اور یہ امرِ رسول علیہ السلام ہے اب یہ کہنا کہ یہ دورِ نبوی میں نہیں تھا سراسر لغو اور جھوٹ ہے۔

5:- سیدنا بلالؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فجر کی نماز کی اجازت لینے آئے (کہ اب جماعت ہو) انہیں بتایا گیا کہ آپ علیہ السلام آرام فرما رہے ہیں تو بلال نے الصلوۃ خیر من النوم الصلوۃ خیر من النوم (دو دفعہ) کہا تو اسے صبح کی اذان میں جاری رکھا گیا اور پھر معاملہ اسی پر ثابت و دائم رہا۔ (ایضاً ص ۵۳)

اتنی احادیث کے بعد بھی کہنا کہ یہ دورِ نبوی میں نہیں دیانت اور صداقت کے خلاف ہے۔

6:- تثویب کی تفسیر میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض کا ارشاد ہے کہ اس سے مراد صبح کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا ہے ابن مبارک اور امام احمد کا یہی ارشاد ہے اب ترمذیؒ کی مروی حدیث کا ترجمہ بھی سن لیں ”حضرت بلال نے فرمایا کسی نماز میں ہرگز تثویب نہ کرو سوائے صبح کی نماز کے“ ترمذی ج ا ص ۴۹ سعید کمپنی کراچی۔ اسی صفحہ پر تشریح بہت عمدہ ہے علما ملاحظہ فرمائیں کہ اس مختصر رسالے میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

کچھ حی علی خیر العمل پڑھتے ہیں وہ بھی صحاح ستہ کے علاوہ باقی کتب میں ہے مطلب دونوں کا ایک ہے پھر اہل سنت پر طعن و تشنیع کے تیر برسانے کا مطلب کیا ہے؟ آیئے ملت کو درس اتحاد دیں اور سوادِ اعظم اہل سنت کو ہمارے اقلیتی بھائی اپنی ان باتوں سے پریشان نہ کریں، الحمد للہ، الصلوۃ خیر من النوم پر بھی احادیث آ گئیں

تکبیر بھی پوری اذان کی طرح ثابت ہوگئی، تکبیر میں صرف قد قامت الصلوۃ زائد ہے اس کا تذکرہ بھی ہوگیا اب آگے بڑھیے۔

حدیث نمبر 17

جماعت کے بعد ذکر جہر (کلمہ طیبہ)

ان ابن عباس اخبره ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبه کان علی عهد النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعته۔

(بخاری ج ا ص ۱۱۶ اسعید اینڈ کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ ابو معبد مولیٰ ابنِ عباس نے بتایا کہ ابنِ عباس نے اسے خبر دی کہ ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا، جب فرض نماز سے لوگ (صحابہؓ) پلٹتے تھے تو یقیناً یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد (زمانہ) میں تھا ابن عباسؓ نے فرمایا جب وہ فارغ ہوتے تو اسے سن کر مجھے پتہ چل جاتا (کہ نماز ختم ہوگئی ہے)

1:- مجھے (عمرو) ابو معبد نے ابن عباسؓ سے یہ خبر (حدیث) بتائی (ابن عباس نے فرمایا) میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام تکبیر (کی آواز) سے پہچان لیتا تھا، علی (مدینی) نے بتایا کہ سفیان نے عمرو (بن دینار) سے یہ بات ہمیں بتائی کہ ابو معبد ابن عباس کے سب موالی میں سب سے بڑھ کر سچے تھے علی نے یہ بھی فرمایا کہ ابو معبد کا نام نافذ ہے۔ ایضاً ص ۱۱۶ بخاریؒ کی ان دونوں روایت سے پتہ چلا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ختم فرماتے تو صحابہ ذکر کرتے تھے حضور علیہ السلام کی اقتداء میں نماز کے بعد ذکرِ جہری صحابہ کرامؓ سے ثابت ہوا پھر اس سے روکنا بدعت ہو گا یا ذکر کرنا بدعت ہوگا۔ بینوا توجروا۔

2:- یہ حدیث امام مسلمؒ نے اپنی دو اسناد کے ساتھ روایت فرمائی ہے ملاحظہ ہو مسلم ج ا

ص ۲۴۶۔۲۳۵ عیسی البابی مصر، نیز صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی، لطف کی بات یہ ہے کہ حسب ارشاد نوویؒ متاخرین میں سے ابن حزم ظاہری نے اسے مستحب کہا ہے آج کے ابن حزم کے مرید بدعت کہ رہے ہیں، فرمایئے ہم ابن حزم کی مانیں یا انکے متبعین کی مانیں، نوویؒ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو "یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کچھ اسلاف نے کہا ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر اور ذکر مستحب ہے" کیا اسلاف کی پیروی بدعت ہے؟ اللھم اھدنا الصراط المستقیم، امام مسلمؒ نے بہت سے اذکار کا ذکر (مسلم مصری کے ص ۲۴۱۔۲۳۸) کیا ہے۔

3:۔ نسائی ج ۱ ص ۱۹۶ پر ابن عباسؓ کی یہ روایت مذکور ہے، حاشیہ نمبر ۱ پر ذکر کی تفصیلات ہیں، علامہ سندھی نے شرح میں علامہ نوویؒ کی وہ عبارت نقل فرمائی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

حدیث نمبر 18

لاتشدوا الرحال کا مطلب

جس حدیث کے الفاظ کو عنوان کے طور پر ہم نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کجاوے کس کے سفر صرف تین مسجدوں کا کیا جا سکتا ہے، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ، اب اس سے حضرات نے یہ نتیجہ نکالا کہ کسی مردِ کامل کے ہاں بھی سفر کر کے نہیں جا سکتے کسی اور مسجد یا دربار میں بھی حاضر نہیں ہو سکتے، عملاً وہ حضرات خود بھی اپنے مقاصد کے لئے مختلف سفر کرتے ہیں، آیئے اصل تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد، المسجد الحرام و مسجد الرسول و مسجد الاقصیٰ

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۹۔۱۵۸) اب حاشیہ نمبر ۹ پر امام احمد سے مروی حدیث ملاحظہ ہو۔

ترجمہ:۔ سیدنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

ہیں کہ تین مسجدوں، مسجد حرام، مسجد رسول اور مسجد اقصیٰ کے بغیر کجاوے نہ کسے جائیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الی مسجد و ینبغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی۔

(بخاری ج ا ص ۱۵۶ احاشیہ نمبر ۶)

ترجمہ:۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا کسی نمازی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی مسجد کی طرف کجاوے کسے تاکہ وہ وہاں نماز پڑھے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔

سیدنا ابوھریرہ والی روایت میں ایک طرح کا ابہام پیدا ہو گیا تھا امام احمد والی روایت نے اسے واضح کر دیا کہ نمازی اپنی مسجد چھوڑ کر کسی اور مسجد میں کجاوے کس کے جاتا ہے تو یہ مناسب نہیں کیونکہ سب مساجد ثواب میں برابر ہیں اور اس طرح کرنے سے اسکی اپنی مسجد غیر آباد بھی ہو سکتی ہے لہذا دور کا سفر صرف ان مساجد کے لئے کرے ہاں اگر کسی اور مسجد کو بھی کوئی خصوصی شرف حاصل ہو تو وہاں بھی جا سکتا ہے مندرجہ ذیل احادیث پر غور فرمائیں۔

1:۔ ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام ہر ہفتہ کو پیدل اور سوار ہو کر مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (بخاری ج ا ص ۱۵۹)

2:۔ نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی محترم علیہ السلام مسجد قبا میں پیدل اور سوار ہو کر تشریف لایا کرتے تھے۔ ابن نمیر (راوی) نے عبید اللہ عن نافع میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں، اس میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (ایضاً)

3:۔ یہ بھی ابن عمرؓ سے مروی ہے وہاں فرماتے ہیں ہر وقت نفل پڑھے جا سکتے ہیں مگر طلوع شمس اور غروب شمس سے بچا جائے۔ (ایضاً)

جن حضرات نے صرف تین مساجد کا ہی سفر جائز قرار دیا ہے وہ عملِ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمائیں، فرمائیں یہ تضاد وہ کیسے رفع فرمائیں گے لہذا سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سے اس مسئلہ کو حل فرمائیں۔

امام نسائی نے پہلی حدیث نسائی ج ا ص ۱۱۴ پر نقل فرمائی ہے اور حاشیہ نمبر ا پر

اکابرِ امت کے نظریات نقل کیے ہیں، امام الحرمین وشافعی حضرات جواز کے قائل ہیں اور منکرین کے اعتراضات کے انہوں نے جواب دیئے ہیں۔ بہر کیف کسی نیک وغیرہ کی زیارت کے لئے جانا وہ اس نہی میں شامل نہیں کرتے ہیں (ابن حجر فتح الباری شرح بخاری) علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں یہی لکھا ہے (آپ حنفی ہیں) نووی نے ابو محمد جوینی کے حوالے سے اسے حرام لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔

امام غزالی کی تحقیق

''بلکہ زیارت کا تو اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع فرمایا کرتا تھا تو اب ان کی زیارت کیا کرو، اوپر والی حدیث میں نہی اور ممانعت اور مساجد سے ہے کیونکہ مساجد تو ایک دوسرے سے مشابہ ہوتی ہیں اور کوئی شہر مسجدوں سے خالی نہیں ہوتا تو پھر کسی اور مسجد کا سفر کیوں کیا جائے بہر حال زیارت گاہیں (مشاہد مشہد کی جمع ہے) تو وہ ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہیں ان میں رہنے والے بزرگوں کے درجات کے مطابق زیارت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں برکت ہوتی ہے۔ ہائے افسوس یہ بات کرنے والا کیا قبورِ انبیاء...... ابراھیم، موسیٰ، یحییٰ علیھم السلام...... سے منع کرے گا اور ان کی زیارت سے روکنا تو انتہائی قبیح ہے اور محال ہے جب انبیاء علیھم السلام کی قبروں کی زیارت جائز ہے تو اولیاء بھی اسی معنیٰ اور مفہوم میں ہیں تو ضروری ہے کہ سفر کی اغراض یہی ہوں جیسا کہ زندگی میں علما کی زیارت کے مقاصد ہوتے ہیں، نسائی ج ا ص ۱۱۴ حاشیہ نمبر ا۔ ہم نے اپنی کتاب ''زیارت قبور، ایصالِ ثواب اور برزخی زندگی کا تحقیقی جائزہ'' میں یہ ساری تفصیلات مدلل انداز میں قرآن وسنت کے حوالوں سے لکھی ہیں۔ اھل علم ملاحظہ فرمائیں۔ امام نسائیؒ نے مسجد قبا کے سفر کے لئے دو احادیث روایت فرمائی ہیں ایک وہی سیدنا ابن عمر والی ہے اور دوسری یہ ہے۔

مسجد قبا اور عمرہ کا ثواب

''میں نے ابو امامہ بن سھل بن حنیف سے سنا انہوں نے کہا کہ میرے والد (سھیل بن حنیف) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو نکلے اور اس مسجد۔ مسجد قبا۔ تک آئے اور اس میں نماز پڑھے تو اسے عمرہ جتنا ثواب ملے گا'' (نسائی ج ا ص ۱۱۴۔۱۱۳)

اب فرمائیے یہ ان تین مساجد میں تو شامل نہیں ہے جن پر آپ سفر کو محدود محصور فرمارہے ہیں اس حدیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عام مساجد ایک جیسی ہوتی ہیں لہذا ان کی طرف سفر کا کوئی مقصد نہیں اور خاص مسجدیں اور آثار صلحاء ایسے نہیں لہذا وہاں جایا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر 19

ہاتھ اٹھا کر دعا

عن عمر بن الخطاب کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه۔

(ترمذی ج۲ص۱۷۶ اسعید کمپنی)

سیدنا عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں نیچے نہ رکھتے جب تک کہ دونوں کو اپنے چہرے مبارک پر نہ پھیر لیتے، دوسرے راوی محمد بن مثنیٰ نے اپنی حدیث میں **لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه** (انہیں واپس نہ کرتے یہاں تک کہ اپنے چہرے پر پھیر لیتے) کے الفاظ لئے ہیں معنی ایک ہی ہے، اس حدیث شریف سے دو باتیں ثابت ہوئیں، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا، منہ پر ہاتھ پھیرنے کی وجہ ابن الملک یہ بتاتے ہیں کہ ہاتھوں پر برکات سماویہ اور انوار آلہیہ کا نزول ہو چکا ہے لہذا منہ پر حسن تفاول کے لئے پھیرا جائے

(مرقاۃ) حاشیہ نمبر۲، (ابوداؤد ج ا ص ۲۰۹ حاشیہ نمبر ۵)

1:- مالک بن یسار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کی اندرونی سمت (ہتھیلیاں) سے مانگو اور اس سے اپنے ہاتھوں کی پشتوں سے نہ مانگو (الٹے ہاتھوں) امام ابوداؤد نے فرمایا سلیمان بن عبدالحمید نے بتایا کہ ہمارے نزدیک مالک بن یسار کو شرف صحبت ملا ہے (وہ صحابی ہیں) (ابوداؤد ج ا ص ۲۰۹ سعید کمپنی)

2:- سلمانؓ نے کہا کہ نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تمہارا پروردگار حیا والا بڑا کریم ہے اسے بندے سے حیا آتی ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ اٹھائے تو وہ دونوں ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۲۰۹ سعید کمپنی)

3:- یزید نے اپنے باپ سے روایت لی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ مل لیتے۔ (ایضاً)

امام ابوداؤد نے ایک حدیث کو ضعیف فرمایا ہے لہذا ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا

4:- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات گئے دولت کدہ سے نکلے ہیں ام المومنین سیدہ عائشہؓ پیچھے نکلی ہیں، وہ فرماتی ہیں ''یہاں تک کہ آپ جنت البقیع میں آئے آپ ﷺ نے تین دفعہ (دعا کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور طویل (دعا) کی'' نسائی ج ا ص ۲۸۶ قدیمی کتب خانہ کراچی، آپ تو ایک دفعہ بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے اور آقا علیہ السلام تین دفعہ دعا مانگ رہے ہیں اور تینوں دفعہ ہاتھ مبارک اٹھائے ہیں، آستانہ قدسیہ سیال شریف میں ہر نماز کے بعد تین دفعہ ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاتی ہے۔

5:- عظمتِ دعا

ا:۔ ابوھریرہؓ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا سے بڑھ کر اکرم نہیں ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵، ابن ماجہ ص ۲۸۰)

۲:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا دعا تو عبادت ہے، تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے ﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ المومن آیت ۶۰، (مجھ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں گا)

(ابن ماجہ ص ۲۸۰، ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵، ابوداؤد ج ا ص ۲۰۸ سعید کمپنی)

۳:۔ دعا کے بغیر قضاء کوئی شے رد نہیں کر سکتی اور نیکی ہی عمر کو بڑھاتی ہے۔

(مشکوۃ ج ا ص ۱۹۵۔۱۹۴ بحوالہ ترمذی)

کسی سے دعا منگوانا

''سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت چاہی آپ علیہ السلام نے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا اے پیارے بھائی!

ہمیں اپنی دعا میں نہ بھلانا آپ ﷺ نے ایسا جملہ ارشاد فرمادیا کہ مجھے اس بات سے سرور نہیں آئے گا اگر اس کے بدلے مجھے پوری دنیا مل جائے" (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۰)

حضور علیہ السلام نے خود بے شمار لوگوں کو دعاؤں سے نوازا، جنت البقیع والوں کو سلاموں اور دعاؤں سے منور فرمایا آپ کی دعا ملاحظہ ہو" عوف بن مالک ؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک جنازے میں فرماتے سنا، اے اللہ! اسے بخش دے اس پر رحم فرما، اسے معاف فرمادے، اسے عافیت دے اور اسکی مہمانی کریمانہ کر اور اس کے مقام کو وسیع فرمادے، اسے پانی، برف اور اولوں (کے پانی سے) نہلا دے اور اسے خطاؤں سے یوں صاف کر جیسے سفید کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے اور اس کے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور گھر والوں سے بہتر گھر والے مہیا فرما اور بیوی اس کی بیوی سے بہتر عطا کر، اسے عذاب قبر اور آگ کے عذاب سے بچا، راوی حدیث عوف ؓ نے فرمایا میں نے آرزو کی کہ کاش! میں میت ہوتا جبکہ حضور علیہ السلام نے اس میت کے لئے یہ دعا فرمائی۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۸۱) ایسی اور بہت سی دعائیں مرنے والوں کے لئے حضور علیہ السلام سے مروی ہیں نمونہ کے لئے ہم نے یہ لکھ دی۔

ہاتھ اٹھانے کے درجات

ملاحظہ ہو ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹ سعید کمپنی

"ابن عباس ؓ نے فرمایا دعا کرنے کا ادب یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ دونوں کندھوں کے سامنے کرے یا اس کے انداز (تھوڑا نیچے) سے کرلے، اور استغفار یہ ہے کہ تو ایک انگلی سے اشارہ کرے (یہ توحید کا اشارہ ہوگا انگلی شہادت کی ہوگی یہ نفس امارہ اور شیطان کو دبانے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے لئے ہے حاشیہ نمبر ۴) اور تضرع اور سوال میں مبالغہ ہو تو یہ ابتہال ہے اس میں دونوں ہاتھ پوری طرح پھیلا دیئے جائیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح بھی ہاتھ پھیلائے، ابو موسیٰ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اتنے ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی (بخاری ج ۲ ص ۹۳۸) دوسری حدیث میں سیدنا انس ؓ سے بھی یہی مروی ہے یہ احادیث باب الاستسقاء میں امام مسلم اور باقی محدثین نے بھی اسی طرح روایت فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر 20

کوشش کریں کہ پہچان لیں

حضور حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے کچھ سونا بھیجا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کو عطا فرمایا ایک شخص کو یہ بہت ناگوار گزرا، اس کی کیفیت یہ تھی

فاقبل رجل غائرا العینین مشرف الوجنتین ناتی الجبین کث اللحیۃ محلوق فقال اتق اللہ یا محمد، فقال من یطیع اللہ اذا عصیت ایا مننی اللہ علی اهل الارض فلا تامنونی فسئل رجل قتله احسبه خالد بن الولید فمنعه فلما تولی قال ان من ضئضیء فسضی هذا او فی عقب هذا قوماً یقرون القرآن لا یجاوز حنا جرهم یمرقون من الدین مروق السهم من الرمیة یقتلون اهل الاسلام و یدعون اهل الاوثان لان انا ادرکتهم لا قتلنهم قتل عاد۔

(بخاری ج اص ۴۷۲ سعید کمپنی کراچی، مسلم ج اص ۳۴۳ قدیمی کتب خانہ کراچی، ابو داؤد ج ۲ ص ۳۰۰ سعید کمپنی)

ترجمہ:۔ ایک گہری آنکھوں (دھنسی ہوئی) والا، ابھرے ہوئے (بھرے ہوئے) رخساروں والا، اٹھے ہوئے ماتھے والا، گھنی ڈاڑھی والا، سر پر استرا پھرا ہوا شخص آگے بڑھا، اس نے کہا یا محمد (صلوات اللہ وسلامہ علیک یا رسول اللہ) اللہ تعالیٰ سے ڈر (کہ آپ عطیات صحیح نہیں دے رہے ہیں) آپ علیہ السلام نے فرمایا تو کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اگر میں ہی اس کی نافرمانی کروں؟ اللہ تعالیٰ تو مجھے سب زمین والوں کا امین قرار دیتا ہے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے، ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی میرا خیال ہے خالدؓ بن ولید تھے آپ علیہ السلام نے انہیں (قتل سے) منع فرمادیا، جب وہ پیٹھ پھیر کر نکلا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس

کی نسل سے یا اس کے عقب (پچھلے) سے ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے (شکار) سے نکلتا ہے وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں انہیں پالوں تو میں ضرور انہیں قوم عاد (جو سب تباہ ہو گئے تھے) کی طرح قتل کر دوں گا۔

2:- یہ حدیث تھوڑے سے تغیر لفظی کیساتھ امام نسائی نے نقل فرمائی ہے ملاحظہ ہو نسائی ج ا ص ۳۶۰۔۳۵۹ وہاں محلوق کے بعد الراس (استرے سے مونڈے سر والا) ہے احسبہ (میرا خیال ہے) کی جگہ یرون (لوگ سمجھتے ہیں، سب کی رائے ہے) ہے تولی (کی جگہ) ادبر ہے دونوں ہم معنی ہیں، بہت سارے محدثین نے یہ روایت لی ہے باقی محدثین نے بھی یہ احادیث نقل فرمائی ہیں صحاح سے چار کتب کے حوالے ہم سمجھتے ہیں کافی ہیں اس سے پتہ چلا کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک گستاخ کی سزا موت تھی تبھی تو جناب خالد نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی، نیز نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا پتہ چلا کہ اس کی آنے والی روحانی وجسمانی اولاد کی عادات واطوار اور طرزِ عمل ارشاد فرمادیا اور یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ وہ دین کے لبادے میں نہ صرف بے دین بلکہ غیر مسلم ہوں گے۔

آئینہ ان کو جو دکھایا تو برا مان گئے

3:- تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار میں اس کی اولاد یہ کارستانیاں کرتی رہی ہے قیام پاکستان کے وقت وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کیساتھ تھے، ان کے ہاں قائد اعظم تو کافرِ اعظم تھے اور گاندھی اور نہرو غوث اعظم تھے ان کا آج بھی اندازِ زندگی اور طرزِ عمل اور محبت کفار وہی ہے جو **1947**ء سے پہلے تھا حالانکہ وہ ساٹھ سال سے پاکستان کا کھا رہے ہیں بلکہ پاکستان کو کھا رہے ہیں۔

4:- علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی نشان دہی کرتے فرمایا ملاحظہ ہو نسائی ص ۳۶۰ کا حاشیہ نمبر ۲ کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور جو ان جیسا عقیدہ نہیں رکھتے وہ مشرک ہیں اسی بنا پر انہوں نے اہلسنت کا قتل مباح قرار دیا اور اہل سنت علماء

کو قتل کیا، ملاحظہ ہو شامی کتاب البغاۃ ج ۳ ص ۳۳۹، ہم علماء سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شامی کا یہ مقام خود پڑھیں انہوں نے پوری تفصیلات دی ہیں جن سے حدیثِ پاک کا معنیٰ سمجھ آ جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ السلام مشاہدہ فرما کر ارشاد فرما رہے تھے، اسلامی تاریخ میں ایسے گستاخوں کو عموماً خارجی کہا جاتا ہے یہ مختلف لبادوں میں ملت کے اندر گھسے رہے ہیں اور گھسے ہوئے ہیں اور گھسے رہیں گے۔

پہلے خارجی

5:- یہ دورِ حیدری میں تھے انہوں نے امیر المومنین سیدنا عثمان اور امیر المومنین سیدنا حیدر (رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو کافر قرار دیا (العیاذ باللہ) حضور حیدر کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کے خلاف جنگ لڑی بری طرح قتل ہوئے، مسلمان جہاں کہیں اکا دکا ملتے انہیں قتل کر دیتے، ملک میں اموی دور میں بھی یہ اپنی اسی مکروہ زندگی سے باز نہیں آئے، فکری طور پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا دھندا بھی جاری رکھا اپنی تقاریر میں یہی شدت پسندی ان کیساتھ رہی اور اپنی کتابوں میں بھی یہی زہر گھولتے رہے، قرآن و سنت کو اپنے پیچھے لگایا من پسند مطالب اخذ کئے اور پوری امت کو مشرک و کافر قرار دیا، فقیر نے لڑکپن میں ایک ایسے ہی علامہ کی زبان سے سنا کہ مسلمانوں کے اپنی بیویوں سے کوئی نکاح نہیں لہذا انہیں اٹھالیں اور ان سے خود نکاح کرلیں تو بالکل جائز ہے کیونکہ یہ سب مشرک ہیں۔

دورِ حاضر کے خارجی

6:- انیسویں بیسویں صدی عیسوی (تیرویں چودویں صدی ہجری) میں پھر ان کا احیاء ہوا ان کی نشان دہی علامہ شامی نے کی، نجد میں علامہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بھائی علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے اپنی کتاب ''**الصوعق الالٰھیہ فی الرد علی الوھابیہ**'' میں ان کا بھرپور تعارف کرایا، دیوبند کے شیخ الحدیث علامہ حسین احمدؒ مدنی نے بھی بھرپور کتاب لکھی۔ آج بھی مسلمانوں کو یہ حضرات مشرک قرار دیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ان کے جنازوں میں شرکت نہیں کرتے۔ ان کے سلام کا جواب نہیں دیتے جواب میں آیئے آیئے کہ دیتے ہیں مساجد

پر قبضہ ان کا معمول ہے علماء کی تضحیک ان کا مشغلہ ہے، بیحد محنت کر رہے ہیں کہ ساری امت کے اعمال کو مشرکانہ ثابت کریں سینکڑوں کتابیں مسلمانوں کو کافر قرار دینے پر لکھ چکے ہیں اس مہنگائی کے دور میں ان کی دکانوں پر کفر، شرک اور بدعت بہت سستے ہیں۔ انما اشکو حزنی الی اللہ تعالیٰ۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ کریم ہم سب کو ہدایت دے افتراق وتشتت سے بچائے تعصب وعناد سے پاک فرمائے گروہ بندی اور فرقہ پرستی کی نحوست سے دور رکھے تاکہ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء ملت واحدہ قائم ہوگی تو ہم غیروں کی دست برد سے بچ سکیں گے۔ امام مسلمؒ نے اس موضوع پر بہت ساری احادیث نقل فرمائی ہیں آئیں کچھ احادیث کا ترجمہ کردیں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو سکے۔

قند مکرر۔ روایاتِ امام مسلمؒ

7:- امام بخاریؒ اور امام نسائی والی حدیث امام مسلم نے انہی الفاظ میں نقل فرمائی ہے، مزید ملاحظہ ہوں۔

(۱) جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ ایک شخص جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ ﷺ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے سیدنا بلالؓ کے کپڑے میں چاندی تھی حضور علیہ السلام اس سے لے کر لوگوں کو عطا فرما رہے تھے ایک شخص نے کہا یا محمد (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) انصاف کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا (اگر میں انصاف نہ کروں) تو یہ رسوائی اور خسارے والی بات ہے، سیدنا عمر بن خطابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں اس منافق کو قتل کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا پناہ بخدا! کہ لوگ کہیں گے میں اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتا ہوں، بیشک یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا اس سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے (شکار) سے نکل جاتا ہے۔ (مسلم ج ا ص ۳۴۰)

(۲) اگلی حدیث اسی طرح ہے اس میں یہ فقرے زائد ہیں "تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو حالانکہ میں آسمان والے کا امین ہوں آسمان کی خبر (وحی) صبح وشام آتی ہے" پہلی

حدیث کی پانچ صفات کے ساتھ اس کی چھٹی صفت یہ ہے "چادر اونچی باندھتا ہے"

(۳) اگلی حدیث کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں "عمر بن خطاب اٹھے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں آپ نے فرمایا نہیں پھر وہ پیٹھ پھیر کر مڑا تو خالد بن ولید اٹھے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں آپ نے فرمایا نہیں" اس حدیث سے پتہ چلا کہ واقعہ ایک ہے پہلے قتل کی اجازت سیدنا عمرؓ نے مانگی بعد میں سیدنا خالدؓ بن ولید نے مانگی،

(۴) اگلی روایت سیدنا ابوسعید خدریؓ سے ہے "لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ علیہ فرمارہے تھے کہ اس امت سے ایک قوم نکلے گی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر پاؤ گے" اس میں ان کی ساتویں صفت انکی لمبی نمازوں کی ہے۔

(۵) اس حدیث میں اس کا نام الخویصرہ اور اس کے قبیلے کا نام بنی تمیم ارشاد فرمایا گیا ہے، مزید ارشاد ہے "یقیناً اس کے ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے اور اپنے روزوں کے سامنے حقیر پاتا ہے" "ان کی علامت کالے رنگ کا ایک مرد ہے اس کے دو بازوؤں (کہنی سے اوپر) عورت کے پستان (کے کنارے) اور گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہے جو ہلتا رہتا ہے، لوگوں کی گروہ بندی کے وقت یہ لوگ نکلیں گے، ابوسعید خدریؓ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) علی ابن ابی طالبؓ نے ان سے جنگ کی میں ان کے ساتھ تھا آپ نے اس شخص کے بارے حکم دیا اسے تلاش کیا گیا وہ مل گیا تو اسے لایا گیا (یعنی لاش لائی گئی) میں نے اسے دیکھا تو وہ بالکل اسی طرح تھا جس طرح رحمت عالم علیہ السلام نے فرمایا تھا"

(۶) اگلی حدیث میں ہے "کہ وہ ساری مخلوق سے بُرے ہیں یا سب مخلوق سے سب سے بڑھ کر بُرے ہیں انہیں دو گروہوں سے وہ گروہ مارے گا جو حق کے سب سے زیادہ قریب ہوگا، سیدنا حیدرؓ نے مارا جو حق کے سب سے بڑھ کر قریب تھے" انکی یہ صفت بھی آگئی کہ وہ سب سے بڑھ کر بُرے ہیں۔

(۷) جناب حیدرؓ نے فرمایا جب میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حدیث بتاؤں تو میں اگر آسمان سے گروں تو یہ بات مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں سرکار علیہ السلام کے بارے وہ بات کہوں جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو ''ارشاد نبوی ہے پچھلے دور میں ایک قوم نکلے گی جن کے دانت چھوٹے اور عقل کے کورے ہوں گے وہ سب مخلوق سے افضل کی احادیث بتائیں گے'' جب تم انہیں ملو تو انہیں قتل کر دو کیونکہ ان کے قتل میں قاتلوں کے لئے اجر ہے اللہ کے ہاں قیامت کے دن''

(۸) ''اس خارجی کا ہاتھ کٹا ہوا، ناقص اور چھوٹا ہوگا اگر تم بہت خوش نہ ہونے لگ جاؤ تو میں تمہیں بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے وعدہ فرمایا ہے جو انہیں قتل کریں گے، راوی نے کہا میں نے حضور حیدرؓ سے پوچھا آپ نے حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تو انہوں نے فرمایا ہاں کعبے کے رب تعالیٰ کی قسم، کعبہ کے رب تعالیٰ کی قسم، ہاں کعبہ کے رب تعالیٰ کی قسم،

(۹) اس حدیث کے یہ فقرے قابلِ غور ہیں ''وہ قرآن پڑھیں گے ان کا خیال ہوگا کہ قرآن ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف ہوگا''

''انکی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا مرد ہوگا جس کا ایسا عضو (کہنی سے اوپر کا حصہ) ہے جس کی کلائی نہیں ہے اس کے عضو کے سرے پر عورت کے پستان کے سرے جیسا ہے اس پر سفید بال ہیں تم معاویہؓ سے جنگ کرنے شام کی طرف جاتے ہو اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے اپنے بچوں مالوں میں چھوڑ جاتے ہو'' پھر ان لوگوں سے پل پر جنگ ہوئی ان کی قیادت عبداللہ بن وھب راسبی کے پاس تھی ''وہ قتل ہو کر ایک دوسرے پر گرے...... جناب حیدرؓ نے فرمایا مخدج کو تلاش کرو وہ نہ ملا حضور حیدرؓ اٹھے یہاں تک کہ ان لوگوں کے پاس آئے جو قتل ہو کر ایک دوسرے پر پڑے تھے فرمایا انہیں ہٹاؤ اسے بالکل نیچے زمین پر پایا پھر حیدرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول (علیہ السلام) نے بات صحیح پہنچائی''

(۱۰) ''میں نے سھل بن حنیف سے پوچھا کیا آپ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خارجیوں کا ذکر فرماتے سنا ہے انہوں نے کہا میں نے آپ ﷺ سے سنا اور آپ مشرق

کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمارہے تھے وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ زبانوں سے قرآن پڑھیں گے وہ ان کے حلقوں سے آگے نہیں بڑھے گا وہ دین سے یوں نکلیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے"

(ملاحظہ ہو مسلم ج ا ص ۳۴۳۔۳۴۰)

مشرق کی طرف اشارے کا مطلب ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں، فقیر سمجھتا ہے کہ صحاح ستہ کی تین کتابوں کے بعد سارے حوالے ہو گئے ہیں مزید کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث نمبر 21

خلفائے راشدین کی سنت

فمن ادرک ذلک منکم فعلیه بسنتی و سنته الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ هذا حدیث حسن صحیح.

(ترمذی ج ۲ص ۹۶ سعید کمپنی، ابوداؤد ج ۲ص ۵۰۶ البابی مصر)

ترجمہ:۔تم میں سے جو کوئی ان (مشکل حالات) کو پائے تو اس پر لازم ہے کہ میری سنت اور ہدایت دینے والے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت اپنی ڈاڑھوں سے پکڑ لے" یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام ترمذی نے اس کی بہت ساری اسناد روایت فرمائی ہیں۔

(ابوداؤد ج ۲ص ۲۷۹ سعید کمپنی، ابن ماجہ ص ۵)

خلافتِ راشدہ

(ا) اس حدیث نے بتایا کہ میرے خلفاء راشد بھی ہیں اور مہدی بھی، لہذا امت کے لئے ان کی سنت پر بھی عمل کرنا ضروری ہے، واضح بات ہے کہ وہ نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں ان کے پروردہ ہیں لہذا وہی مستقبل کے ملت کے قائد ہیں خلفائے راشدین پانچ ہیں اور ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ا:۔سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲:۔سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳:۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴:۔ سیدنا علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵:۔ سیدنا سبط النبی امام حسن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ان کے دورِ اقدس میں ہر فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہوا۔ ان کا اجتہاد بھی نورِ نبوت سے مستنیر تھا قرآن نے انہیں اولئک ھم الراشدون حقا (وہ حق وسچ کے رشد وہدایت والے ہیں) فرمایا، اسی بنا پر امت انہیں خلفائے راشدین کہتی ہے۔

صحابہ عالی مقام

(۱) میرے صحابہ کے بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہؓ کے بارے اللہ تعالی کا خوف کھاؤ، میرے بعد انہیں (اپنے بُرے کلام) کا ہدف نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے تو میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے تو میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے،

(ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۲) ابنِ عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں تو تم کہو تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) ابوہریرۃؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہم نے کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ نہ چکا دیا ہو سوائے ابوبکرؓ کے، ان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا بدلہ دے گا مجھے کبھی کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے فائدہ دیا ہے اور اگر میں کسی (انسان) کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکرؓ کو خلیل بناتا، سنو سنو! تمہارا مہربان ساتھی (ذاتِ نبوت) تو اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے،

(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷ تین احادیث)

(۲) سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہمارے آقا اور ہم سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم سب سے پیارے ہیں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۹۰ بیروت)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جبکہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے انہوں نے قمیصیں پہن رکھی ہیں کچھ تو سینے (ثدی) تک ہیں اور کچھ اس سے آگے ہیں (اس سے کچھ لمبی ہیں یا چھوٹی ہیں، دون (دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے) میرے سامنے عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا ان پر ایسی قمیص تھی جسے وہ کھینچ رہے تھے (زمین پر لگ رہی تھی) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک اس کی تاویل و تعبیر کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد دین ہے (یعنی ان کا دین پر علم و عمل بہت وسیع ہے)

(بخاری ج ۱ ص ۵۲۱ مسلم، ج ۲ ص ۲۵۴ عیسی البابی مصر)

(۲) اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان پر حق رکھ دیا ہے وہ حق ہی کہتے ہیں (ابوذر) (ابن ماجہ ص ۱۱ ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹، مسلم ج ۲ ص ۲۷۴ قدیمی کتب خانہ)

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) عبدالرحمان بن سمرہ نے فرمایا (سیدنا) عثمانؓ اپنی آستین میں ہزار دینار ڈال کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ آپ کی گود مبارک میں بکھیر دیئے میں نے دیکھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں گود میں الٹا پلٹا رہے تھے اور فرماتے تھے آج کے بعد جو عمل بھی عثمانؓ کریں انہیں کوئی ضرر اور تکلیف نہیں ہوگی۔

(امام احمد بحوالہ مشکوۃ ص ۵۶۱، ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱)

(۲) حضرت انسؓ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو سیدنا عثمانؓ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ گئے ہوئے تھے، لوگوں نے بیعت کر لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک عثمانؓ اللہ تعالیٰ کے کام اور اس کے رسول علیہ السلام کے کام میں گئے ہیں، آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (عثمان کی طرف سے بیعت فرمائی) تو عثمانؓ کے لئے رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ لوگوں کے اپنی جانوں کے لئے ہاتھوں سے بہتر تھے۔
(ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ سعید کمپنی کراچی)

سیدنا علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ کو فرمایا آپ کا مقام میرے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے ہارون کا مقام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۶، مسلم ج ۲ ص ۳۶۰ مصری، ترمذی ج ۲ ص ۲۱۴، مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ قدیمی کتب خانہ)

(۲) زر بن جیش نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جو دانے کو پھاڑتی ہے (اس سے سبزہ اگاتی ہے) اور ہر روح کی تخلیق فرماتی ہے مجھ سے نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد فرمایا ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور مجھ سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۴۔۲۱۳ کئی احادیث، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۹ بیروت، صحیح ابنِ حبان ج ۹ ص ۴۰ بیروت)

(۳) جناب حیدرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آپ میں تو (سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے ان سے یہودیوں نے بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا، اور نصرانیوں نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ انہیں اس منزل پر اتارا جو ان کی نہیں تھی (یعنی خدا کا بیٹا قرار دے دیا) پھر فرمایا میرے بارے میں دو مرد ہلاک ہوں گے محبت میں حد سے بڑھنے والا محب، جو میری محبت میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں، اور دشمنی رکھنے والا بغض پسند، میری دشمنی اسے اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ مجھ پر بہتان باندھے۔ (امام احمد، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۸ مسند علیؓ مطبوعہ بیروت دار الاحیاء تراث العربی۔ نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۴۳ البابی مصر، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۳ دار المعرفتہ بیروت)

سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

(۱) مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے پس جو اسے ناراض کرتا ہے وہ مجھے ناراض کرتا ہے اور ایک

روایت میں ہے مجھے بُرا لگتا ہے جو اسے بُرا لگے اور مجھے ایذا دیتا ہے جو اسے ایذا دیتا ہے۔
(بخاری ج ۱ ص ۵۲۶، مسلم ج ۲ ص ۳۷۶ البابی مصر)

(۲) میں (جمیع بن عمیر) اپنی پھوپھی کے ساتھ سیدہ عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے پوچھا کون سا انسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر پیارا اور محبوب تھا، انہوں نے فرمایا (سیدہ) فاطمہ (سلام اللہ علیہا) پوچھا گیا کہ مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا) انہوں نے فرمایا ان کے خاوند (حیدر کرارؓ) (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۶ سعید کمپنی) سیدہ عائشہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا حدیث کی راوی ہیں اس پر خصوصی غور فرمایا جائے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) عقبہ بن حارث نے بتایا کہ (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عصر کی نماز پڑھی پھر چلتے نکلے اور ان کے ساتھ (سیدنا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے انہوں (صدیق) نے دیکھا کہ حسنؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں انہوں نے انہیں (حسنؓ) اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرا باپ فدا ہو یہ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہیں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تو مشابہ نہیں ہیں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنکر) ہنس رہے تھے، (بخاری ج ۱ ص ۵۳۰) بخاری میں کندھے پر کے لفظ نہیں ہیں۔ جناب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ کو فدا کر رہے ہیں، یہ ہے صحابہ اور اہل بیت کی محبت۔

(۲) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (سیدنا) حسن کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا ایک شخص نے کہا اے بچے! بہترین سواری پر تو سوار ہوا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا اور وہ بہترین سوار ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸)

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) سلمیٰؓ نے فرمایا کہ میں (ام المومنین) ام سلمہؓ کے پاس گئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے عرض کیا رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ان کے سر مبارک اور ڈاڑھی پر دھول پڑی ہوئی تھی (گویا میدان جنگ سے

تشریف لا رہے ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں ابھی حسینؓ کی شہادت پر موجود تھا۔

(ترمذی ج ۲ص ۲۱۸)

(۲) میں (انسؓ) موجود تھا کہ ابنِ زیاد کے پاس سیدنا حسین کا سر لایا گیا اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ ان کے ناک پر لگا کر کہہ رہا تھا میں نے ایسا حسن کبھی نہیں دیکھا پس میں (انسؓ) نے کہا کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ (ترمذی ج ۲ص ۲۱۸، بخاری ج ۱ص ۵۳۰) بخاری کے الفاظ کچھ اور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابنِ زیاد طنز کے طور پر کہہ رہا تھا۔

اہل سنت کا عقیدہ

قارئین کرام! یہ اہل سنت کی حدیث کی کتابیں ہیں جن سے اہل بیت کے بارہ میں صرف چند حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں، کیا اس کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل سنت اہل بیت سے محبت نہیں کرتے، اہل سنت صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے اٹوٹ محبت کرتے ہیں، اہل سنت کے تین روحانی سلاسل۔ چشتی، قادری اور سہروردی جناب حیدر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دامنِ محبت سے وابستہ ہیں، اہل سنت کا نظریہ ہے کہ سیدنا حیدرؓ کی سفارش کے بغیر ولایت نہیں ملتی، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسباً فاروقی ہیں اور روحانی انداز سے نقشبندی ہیں انہوں نے ولایت کی تحقیق میں یہ سب کچھ لکھا ہے اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان کے حوالے سے اپنی تفسیر مظہری میں یہی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔

ہماری حدیث کی سب کتابوں میں اہل بیت کے فضائل کے ابواب ہیں، اہل سنت حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر ایمان لانے والوں کو صحابی کہتے ہیں یہ لفظ عام ہے جس میں صحابہ واہل بیت علیہم الرضوان شامل ہیں سیدنا حیدر، سیدۃ النساء فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین (علیہم الرضوان) سب سے پہلے صحابہ کے زمرے میں آتے ہیں اور اہل بیت کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے کوئی بندہ سنی ہوتے ہوئے اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

حدیث نمبر 22

لفظ یا کا استعمال......صحابہ کا اجتماعی نعرہ

سیدنا صدیق اکبرؓ نے حضرت عازب کو ہجرت نبوی کا سارا واقعہ سنایا، مدینہ میں پہنچنے کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا

فقال انزل علی بنی النجار اخوال عبدالمطلب اکرمهم بذالک فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله

(مسلم ج ۲ ص ۴۰۶ البابی مصر، مسلم ج ۲ ص ۴۱۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ:۔ کہ میں بنی نجار کے پاس اتروں گا وہ عبدالمطلب کے ماموں ہیں میں انہیں اس طرح عزت و اکرام بخشوں گا، پس مرد اور عورتیں چھتوں کے اوپر چڑھ گئے اور لڑکے اور نوکر جا کر گلیوں میں بکھر گئے وہ بلند آواز سے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے۔

مدینہ کی چھتوں اور گلیوں سے یا رسول اللہ کے نعرے کی آواز گونج رہی ہے حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم منع نہیں فرماتے، واضح بات ہے کہ جب جوان محلوں اور گلیوں میں نکل گئے تو وہ آواز وہاں نہیں آ رہی تھی جہاں آقا علیہ السلام تشریف فرما تھے تو اس انداز سے یہ غائبانہ نعرہ تھا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کے سامنے بھی اور دور بھی صحابہ کرامؓ کے نزدیک جائز تھا، پھر اس کی بندش کی وجہ کیا ہے؟ واضح بات ہے کہ یہ نعرہ لگانے والے رحمت عالم علیہ السلام کے صحابہؓ کی سنت پر عمل پیرا ہیں کیا یہ بھی بدعت ہے؟

(۱) عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ ﷺ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آرام دے (یعنی میں بینا ہو جاؤں) آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا

کرتا ہوں اور اگر تو چاہے تو صبر کرلے صبر تیرے لئے بہتر ہے اس نے عرض کیا دعا فرما دیں آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر یہ دعا مانگے۔ اے اللہ کریما! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف نبی رحمت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ (علیک الصلوۃ والسلام) میں آپ کے طفیل اپنے رب کریم کی طرف اس حاجت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میرے حاجت پوری ہو، اے اللہ! میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۹۸ اسعید کمپنی کراچی)

(۲) اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی روایت فرمایا ہے وہاں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وضو کے بعد ویصلی رکعتین (پھر دو رکعت نفل پڑھے)، ابن ماجہ ص ۱۰۰ قال ابو اسحاق ھذا حدیث صحیح، ابو اسحاق نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی نے بھی اسے حسن صحیح فرمایا ہے، بیہقی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے بیہقی میں یہ جملہ ہے **فقام و قد ابصر** (وہ اٹھا تو بینا ہو گیا) اس پر تفصیلات درکار ہوں تو کتاب کے حاشیہ نمبر ا پر انجاح الحاجہ دیکھ لیں بہت عمدہ تفصیل ہے، فقیر کی کتاب زیارت قبور حیات برزخی اور ایصال ثواب کا تحقیقی جائزہ ص ۷۵۔۷۱ بھی ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۳ نیز ۵۱۹ دار المعرفہ بیروت۔ یاد رہے کہ انجاح الحاجہ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی (خاندانِ شاہ ولی اللہؒ) کی ابن ماجہ کی شرح ہے۔

(۳) آپ تحیہ بیٹھتے ہیں تو پڑھتے ہیں، **السلام علیک ایھا النبی۔**

(بخاری ج ۱ ص ۱۱۵ اسعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو، یہ تحیہ حدیث کی سب کتابوں میں موجود ہے آپ اپنی طرف سے سلام پیش کر رہے ہیں حاضر کی ضمیر (ک) (تجھ، آپ) استعمال فرما رہے ہیں، پھر ایھا النبی کہ رہے ہیں یہاں یا لفظ محذوف ہے ایھا اس کا قائم مقام ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر لفظ پر الف لام (ال) ہو اس پر یا لگائیں تو یا اور اس لفظ کے درمیان مذکر کے لئے ایھا اور مونث کے لئے ایتھا بڑھاتے ہیں یہاں النبی پر "ال" تھا لہذا یا اور النبی کے درمیان ایھا آگیا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے یا حذف ہو گیا، معنی ہو گا

اے نبی، پھر (ک) حاضر کا آ گیا اب فرمائیے کیا غائب کو حاضر کی ضمیر اور یا سے مخاطب کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر نماز میں آپ کیوں مخاطب فرما رہے ہیں؟ اگر نماز میں جائز ہے تو نماز سے باہر کیوں جائز نہیں؟

امت کا فیصلہ

(۴) ساری امت ابتداء سے آج تک حضور شافع محشر علیہ السلام کو یا سے بھی اور حاضر ضمیروں سے بھی اپنی معروضات پیش کرتی رہی ہے وصالِ اقدس کے بعد صحابہ اور صحابیات، اہل بیت عظام (خواتین حضرات) اپنے مرثیوں میں یا استعمال فرماتے رہے ہیں حاضر کی ضمیریں استعمال کی ہیں،

تابعین، تبع تابعین، ائمہ عالی مقام، اولیائے کرام، شعرائے عظام اور عوام استعمال کرتے رہے ہیں، اب اگر ہم فتویٰ دیں کہ یہ شرک ہے تو پھر اس کی زد سے کون بچے گا، ہمارے دیوبندی علماء بھی اس شرک میں امت کے ساتھ شریک ہیں، ہم نے ایسے بہت سارے حضرات (از صدیق اکبر تا دور حاضر) کا کلام جمع کیا ہے جن میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا اسماعیل دہلوی، شورش کاشمیری اور دیگر زعما شامل ہیں، اپنے اوپر اور امت پر رحم فرمائیں ایسے تباہ کن فتووں سے باز رہیں۔

دعائے ضریر نقل کرنے والوں میں صحاح ستہ کے علاوہ قدماء و متاخرین بہت سارے محدثین شامل ہیں۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۱۹۔۳۱۳)

حدیث نمبر 23

وسیلہ...... نبی علیہ السلام

عن جابر بن عبداللہ قال اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بواکی فقال اللھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریاً مریعاً نافعاً غیر ضار عاجلاً غیر آجل قال فاطبقت علیھم السما۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۵ اسعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ سیدنا جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں (قحط کی ماری) رونے والی عورتیں آئیں (حضور علیہ السلام نے انکی درخواست سماعت فرما کر یوں دعا فرمائی) اے اللہ! ہمیں خوشگوار، کثرت والا، نفع بخش نہ کہ ضرر رساں، جلدی نہ کہ دیر سے، فریاد پوری کرنے والا بادل (بارش) عطا فرما دے، جابرؓ نے فرمایا پس بادل نے آسمان کو ڈھانپ لیا، (بارش ہوگئی)

صحابیات حضور علیہ السلام سے بارش کی طالب ہوئیں تو بارش ہوگئی، حدیث نمبر 22 میں ہم نابینا والی حدیث نقل کر آئے ہیں جس میں حضور علیہ السلام نے خود اسے اپنے وسیلے سے دعا کی تعلیم دی۔

(۱) حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ لوگ کھڑے ہو کر آہ وزاری کرنے لگ گئے یا رسول اللہ! بارش نہیں ہوئی درختوں کے پتے رنگ بدل گئے ہیں، اور جانور ہلاک ہو گئے ہیں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے آپ علیہ السلام نے دو دفعہ فرمایا اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما، اور اللہ تعالیٰ کی قسم آسمان پر بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا ابھی نہیں تھا، پھر بادل اٹھے اور برسنے لگ گئے، آپ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھی پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے بادل مسلسل اگلے جمعہ تک برستے رہے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبے کے لئے اٹھے تو پھر آپ کے سامنے لوگ آہ وزاری کرنے لگے کہ گھر گر گئے ہیں، راستے بند ہو گئے ہیں آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش کو روک دے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے اور عرض کی اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہیں، اب مدینہ طیبہ کھل گیا، مدینہ کے اردگرد بارش تھی مدینہ پر ایک قطرہ بھی نہیں تھا میں نے مدینہ طیبہ پر نگاہ ڈالی تو وہ تاج کی طرح تھا، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۹) امام بخاری نے یہ حدیث سات سندوں سے مختلف واقعات میں نقل فرمائی ہے ملاحظہ ہو (ص ۱۴۰۔۱۳۸)

(۲) امام مسلم نے بخاری والی حدیث نقل فرمائی ہے اور اپنی اسناد سے کئی اور احادیث نقل فرمائی ہیں، حضرت انسؓ نے بتایا کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے

اندر داخل ہوا جو دارالقضا (عدلیہ کے دفتر) کی طرف تھا اور اس نے عرض کیا...... امام ابوداؤد نے حدیث مفصلاً ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے نقل فرمائی ہے اور کئی اور راویوں سے بھی احادیث لی ہیں ملاحظہ ہو ابوداؤد ج ا ص ۱۶۶۔۱۶۴، علامہ ابن ماجہ نے یہ حدیث کعب بن مرہؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے یہاں نمازِ استسقاء کا طریقہ بھی نقل کیا ہے، ابن ماجہ ص ۹۱ ترمذیؒ نے بھی نمازِ استسقا اور حضور علیہ السلام کے خطبے پر احادیث نقل فرمائی ہیں۔

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ

(۳) سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کا سوال کرتے وہ فرماتے اے اللہ! ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ آپ کے پاس پیش کرتے تھے تو آپ ہمیں بارش عطا فرماتے تھے اب ہم آپ کے سامنے اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں پس ہمیں بارش عطا فرما، پھر انہیں بارش عطا ہو جاتی۔

(بخاری ج ا ص ۱۳۷ سعید کمپنی، المستدرک ج ۳ ص ۳۳۴ دارالمعرفہ بیروت)

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا وسیلہ

(۴) سیدنا ابو سعید خدری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لوگوں پر ایسا دور آئے گا کہ لوگوں کے کچھ گروہ جہاد کریں گے تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابیت کا شرف پایا ہو، تو کہیں گے جی ہاں (ایسے لوگ ہم میں ہیں) تو انہیں (ان کے وسیلے سے) فتح دیدی جائے گی، پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا تو لوگوں کے کچھ گروہ جہاد کریں گے تو پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ پایا ہو (یعنی وہ تابعی ہو) لوگ کہیں گے جی ہاں ہیں، تو (ان کے وسیلے سے) انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا وقت آئے گا جب سوال ہوگا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے صحابہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی صحبت پائی ہو (یعنی وہ

تبع تابعین میں شامل ہو) بتایا جائے گا کہ جی ہیں (ان کی دعا سے) ان لوگوں کو فتح دے جائے گی، (بخاری ج ۱ ص ۵۱۵ سعید کمپنی)

امام بخاریؒ نے یہ حدیث دوسرے مقام پر بھی نقل فرمائی ہے وہاں تبع تابعین کا ذکر نہیں ہے ملاحظہ ہو (بخاری ج ۱ ص ۵۰۷) امام بخاری نے تیسرے مقام پر بھی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا ذکر ہے ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ ص ۴۰۶ سعید کمپنی۔ سعید خدریؓ اور سعید بن مالک انصاریؓ دونوں سے یہ حدیث مروی ہے ان احادیث سے پتہ چلا کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر دوسرے حضرات بھی وسیلہ بنائے جاسکتے ہیں۔

قرآن حکیم کی بہت ساری آیات سے بھی وسیلہ ثابت ہوتا ہے ہمارے ایک لیکچر میں وہ آیات ایک حد تک آ گئی ہیں احباب نے اسے چھاپ دیا ہے پڑھا جاسکتا ہے ہماری کتاب تحقیقی جائزہ میں بھی کچھ آیات مذکور ہیں حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو (البقرہ آیت ۸۹، النساء آیت ۶۴)

عظمائے دیوبند

علامہ اسماعیل دہلویؒ، علامہ اشرف علی تھانویؒ، علامہ محمود حسنؒ (شیخ الہند)، حضرت رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت حاجی امداد اللہؒ، علامہ حسین احمد مدنیؒ...... وسیلہ کے قائل تھے یہ سب حضرات باقی اہل سنت کی طرح وصال فرما جانے والوں سے توسل کے بھی قائل تھے ملاحظہ ہو تحقیقی جائزہ ص ۹۲۔۷۸ ہم نے اس مختصر مگر جامع کتاب میں وسیلہ پر مدلل گفتگو کی ہے۔

حدیث نمبر 24

درود شریف

عن ابی مسعود الانصاری قال اتانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحن فی مجلس سعد بن عبادہ فقال لہ بشیر بن سعد امرنا اللہ ان نصلی علیک یا رسول اللہ! فکیف نصلی

علیک قال فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تمنینا انہ لم یسئلہ ثم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قولوا اللھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ آل ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید والسلام کما قد علمتم۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۷۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ:۔ ابو مسعود انصاریؓ نے فرمایا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم سعد بن عبادہؓ کی مجلس میں تھے بشیر بن سعد نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، ہمیں اللہ تعالیٰ نے یارسول اللہ! حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں تو ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں راوی ابو مسعودؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہوگئے یہاں تک کہ ہم نے یہ آرزو کی کہ وہ آپ ﷺ سے نہ پوچھتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہا کرو، اے اللہ! آپ محمد ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیجیں جیسا آپ نے ابراھیم علیہ السلام کی آل پر درود بھیجا اور (سیدنا) محمد اور آل محمد پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ سب جہانوں میں آل ابراھیم پر برکتیں نازل فرمائیں بیشک آپ ہی قابل تعریف اور عظمتوں والے ہیں، اس حدیث میں کما صلیت کے بعد علی ابراھیم اور کما بارکت کے بعد علی ابراھیم نہیں ہے اور فی العالمین زائد ہے۔

(۱) اگلی حدیث میں بھی علی ابراھیم دونوں جگہوں پر نہیں ہے، اگلی حدیث میں اللھم کا لفظ نہیں ہے اگلی حدیث میں وعلی ازواجہ و ذریۃ کے الفاظ زائد ہیں اور اس میں بھی علی ابراھیم نہیں ہے۔

(۲) امام ابوداؤد نے بالکل یہی حدیث اپنی سند سے کعب بن عجرہؓ سے روایت فرمائی ہے اس میں بھی علی ابراھیم، آل ابراھیم نہیں ہے اور آل سے پہلے علیٰ بھی نہیں ہے اگلی روایت میں آل سے پہلے علی بھی نہیں ہے اگلی روایت

میں آل سے پہلے علی ہے اس سے اگلی حدیث بھی پہلی کی طرح ہے، اگلی حدیث میں و ازواجہ و ذریۃ کے الفاظ ہیں اگلی حدیث وہی مسلم والی پہلی حدیث ہے، اگلی حدیث یوں ہے اللھم صلی علی محمد النبی الامی و علی آل محمد، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ دو صفات النبی اور الامی مذکور ہیں، اگلی حدیث میں محمد النبی و ازواجہ امہات المومنین و ذریتہ و اھل بیتہ کے مبارک الفاظ ہیں ملاحظہ ہو (ابوداؤد ج ا ص ۱۴۱۔۱۴۰ اسعید کمپنی کراچی)

علامہ نوویؒ اور علامہ فخر الحسن کی شروح کی تفصیلات علماء خود ملاحظہ فرمالیں ہمارے رسالے کے ناظرین کا اس مسئلہ سے تعلق نہیں ہے ہم آگے چل کر تفصیلات عرض کریں گے، آیئے اب بخاری کا مطالعہ کریں۔

(۳) کعب بن عجرہ والی حدیث (ابوداؤد) نقل فرمائی ہے لیکن اس میں علی آل محمد ہے، اگلی حدیث سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لی ہے پہلے فقرے میں کما صلیت علی ابراھیم ہے آل ابراھیم نہیں ہے دوسرے جملے میں دونوں میں علی ابراھیم و آل ابراھیم، اس روایت میں حمید مجید نہیں ہے، اگلی حدیث میں و ازواجہ و ذریۃ کے الفاظ ہیں علی ابراھیم نہیں، آخر میں حمید مجید ہے، (بخاری ج ۲ ص ۹۴۱۔۹۴۰ سعید کمپنی) حواشی قریباً علامہ نوویؒ سے ملتے جلتے ہیں۔ اب نسائی کو ملاحظہ فرمائیں۔

امام مسلم والی پہلی حدیث بالکل انہیں الفاظ میں ہے ہم صحابہ اس میں یہ جملہ بڑھا دیتے ہیں و علینا معھم (ہم پر بھی ان کے ساتھ ہو یعنی صلوۃ و برکت) اگلی ایک حدیث میں محمد عبدك و رسولك ہے، آخری حدیث میں ازواجہ و ذریۃ جمیعاً بھی ہے (نسائی ج ا ص ۱۹۱۔۱۹۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اب ابن ماجہ کو بھی پڑھتے چلیں۔ امام مسلم، امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی والی قریباً سب احادیث اس میں آ گئی ہیں۔

ایک غلط تحریک

ہمارے ملک میں کچھ حضرات کا یہ ارشاد ہے کہ درود صرف اور صرف نماز والا ہے اس کے علاوہ اور کوئی درود نہیں اور اس بات کو ایک تحریک کی صورت میں یہ حضرات پھیلا رہے ہیں آیئے اس پر بھی کچھ گفتگو ہو جائے۔

1:- آپ نے مختلف روایات پڑھی ہیں جن کے الفاظ الگ الگ ہیں اگر درود کی صرف ایک ہی شکل ہوتی تو پھر ایک حد تک آپ کہہ سکتے تھے کہ یہ صرف ایک درود ہے ہم جو درود نماز میں پڑھ رہے ہیں وہ نسائی اور ابن ماجہ میں ہے۔ مگر بخاری، مسلم اور ابو داؤد میں نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مختلف طریقوں اور مختلف الفاظ سے نماز والا درود صحاح ستہ میں موجود ہے آپ ان میں سے جو بھی پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

2:- آپ سب کتب حدیث ملاحظہ فرمالیں کہ سند حدیث کے بعد جونہی حدیث کا آغاز ہوتا ہے تو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لفظ رسول یا نبی کے ساتھ جو درود مذکور ہے وہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ سب کتب حدیث میں ہر حدیث کی ابتداء قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتی ہے۔ اب ارشاد فرمائیں کہ نماز والا درود جن کتابوں ..... صحاح ستہ وغیرہ...... میں مذکور ہے ان میں یہ درود بھی مذکور ہے؟ اگر ہے تو حوالہ دیں، اگر نہیں ہے تو پھر تسلیم فرمالیں کہ نماز والے درود کے علاوہ اور درود بھی موجود ہیں اگر آپ اسے درود نہیں مانتے تو پھر کتب حدیث سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اور صفاتی اسمائے گرامی کے ساتھ یہ درود نماز والا لکھنے اور لکھانے کا اہتمام فرمائیں، اسی طرح ایک اور مختصر درود امت سمیت آپ بھی پڑھتے ہیں علیہ الصلوۃ والسلام کیا اس کا حکم درود نماز کے ساتھ کہیں ہے ارشاد فرمائیں، مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ اکثریت کا یہ مذہب ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ حضور علیہ السلام کے بغیر کسی اور نبی کے لیے بھی استعمال نہیں کئے جاسکتے، تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۲۸ حاشیہ نمبر ۱۰۷، کیا یہ درود بھی کسی حدیث کے اندر ہے اگر نہیں تو پھر یہ بھی ممنوع ہونا چاہیے۔

3:- اگر درود صرف نماز والا ہے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو

درود ارشاد فرمایا ہے اسے آپ کس زمرے میں شامل فرمائیں گے کیا وہ درود نہیں ہو گا؟ اگر درود ہے تو پھر ثابت ہوا کہ نماز والے درود کے علاوہ بھی درود ہیں، اور اگر وہ درود نہیں ہے تو کیا بدعت ہے؟ اور کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بھی آپ بدعت کا فتویٰ لگا سکتے ہیں؟ کہیں آپ کا یہ فتویٰ ہی تو بدعت نہیں ہے؟

درودِ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن الاسود بن یزید عن عبداللّٰہ بن مسعود قال اذا صلّیتم علی رسول اللّٰہ علیہ وسلم فاحسنوا الصلوۃ علیہ فانکم لاتدرون لعل یعرض علیہ قال فقالوا لہ فعلّمنا قال قولوا، اللھم اجعل صلواتک و رحمتک و برکاتک علی سید المرسلین وامام المتقین و خاتم النبیین محمد عبدک و رسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمۃ اللھم ابعثہ مقاماً محموداً یغبط بہ الاولون والآخرون۔ اللھم صلّ علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم...... آخر تک۔

(ابن ماجہ ص ۶۵ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:۔ اسود بن یزید نے عبداللہ بن مسعود سے روایت لی ہے کہ انہوں (عبداللہ بن مسعودؓ) نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو آپ کی خدمت میں اچھی طرح درود بھیجو تمہیں کیا پتہ کہ یہ درود آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، راوی نے کہا لوگوں نے ابن مسعودؓ سے پوچھا آپ ہمیں درود سکھلا دیں، انہوں نے فرمایا یوں کہو، اے اللہ! آپ اپنے درود اپنی رحمتیں اور اپنی برکتیں، رسولوں کے آقا و سردار، پرہیز گاروں کے امام، سب نبیوں کے خاتم، اپنے بندے اور رسول، خیر کے امام اور خیر کے قائد، رحمت کے رسول (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے بنا دے، مقرر فرما دے، اے اللہ آپ انہیں اس مقامِ محمود پر پہنچا دیں جہاں سب پہلے اور سب پچھلے آپ پر رشک کریں، آگے آپ نے پھر وہ درود نقل فرمائے جو آپ حضرات نمازوں میں پڑھتے ہیں اور جو ہم نسائی کے حوالے سے اوپر نقل کر آئے

ہیں، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا درود کب پڑھنا ہے یہ آپ خود غور فرمالیں کہ ان کا ارشاد ہے یوں کہیں اور پھر نماز والا درود ذکر فرماتے ہیں، ایک عظیم المرتبت صحابی کا درود آپ نے ملاحظہ فرمایا ہم اور صحابہ سے بھی کچھ نقل کرتے مگر ہمارا مقصود ایک رسالے میں استیعاب (سب کا بیان کرنا) نہیں ہے اب آگے چلیں۔

سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود

من یکثر من قول اللھم صلی علی من تفتقت من نورہ الازھار زاد ماء وجھہ۔

(المصنف، ترجمہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی ص ۷۰)

ترجمہ:۔ جو کثرت سے یہ درود پڑھتا ہے اس کے چہرے کی رونق بڑھ جاتی ہے، اے اللہ! اس ذات اقدس پر درود بھیج جس کے نور سے پھول کھلتے ہیں، اللہ تعالیٰ کرے کہ امام التابعین سید الاولیاء حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوے کی زد سے بچ جائیں۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود

عن مالک انہ کان یقول دائماء اللھم صلی علی سیدنا محمد السابق للخلق نورہ۔ (ایضاً)

ترجمہ:۔ مالکؓ ہمیشہ یوں پڑھتے تھے اے اللہ! آپ ہمارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجیں جن کا نور مخلوق سے پہلے ہے، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے درود میں ایک اور حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور سب مخلوق سے پہلے پیدا ہوا، کہیں ان پر شرک کا فتویٰ نہ لگ جائے کہ باقی تو بدعتی ہیں یہ ڈبل بدعتی ہیں، یا اللہ! اے ہمارے کریم پروردگار! ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ہم اپنے اسلاف کی بے ادبی نہ کرسکیں، امام عبدالرزاق نے اور بہت سارے اسلاف تابعین، تبع تابعین کے شاندار درود نقل فرمائے ہیں، شائقین المصنف کا ہمارا ترجمہ پڑھیں۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود

وصلی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون و عدد ما غفل عن ذکرہ الغافلون۔

(الرسالہ تصنیف امام شافعیؒ، ضیاالقرآن ج ۴ ص ۹۳ حضرت پیر محمد کرم شاہؒ الازہری)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ (سیدنا) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتنی تعداد میں درود بھیجے جتنا (کائنات کے سب) ذکر کرنے والوں نے ذکر کیا ہے اور جتنی تعداد نے غفلت کی وجہ سے آپ کے ذکر سے غفلت برتی ہے، اس درود کی وجہ سے دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیحد الطاف سے نوازا۔

ان سب حوالہ جات سے واضح ہوگیا کہ نماز کے علاوہ درود صحابہ، اہل بیت، تابعین، ائمہ اور علماء میں مروّج تھے جنہیں ساری امت پڑھتی رہی ہے پڑھ رہی ہے اور سدا پڑھتی رہے گی، لہذا درودِ تاج، درودِ مستغاث اور دیگر امت میں مروّج درود سب پڑھنے جائز بلکہ بیحد اجر وثواب کا باعث ہیں ان سے روکنا بدعت اور گستاخی ہے۔

درود کے فضائل

کتب حدیث میں بیحد فضائل درج ہیں، مفسرین نے اپنی تفسیروں میں وہ حوالے درج کئے ہیں۔ عربی تفاسیر تو عوام کی رسائی سے باہر ہیں اپنے ملک کی صرف تین تفسیروں کے اہم حوالے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

1:- ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں بائیسویں پارے کی آیت نمبر ۵۶ الاحزاب کی تفسیر ملاحظہ فرمائی جائے، تفسیر ابن کثیر ج ۴ پارہ ۲۲ ص ۳۵۔ ۲۷: ابن کثیرؒ نے ابن ماجہ کی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی لی ہے اور سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف سے بھی ایک درود نقل فرمایا ہے جو کافی لمبا ہے۔

2:- ضیاء القرآن ج ۴ ص ۹۳۔ ۸۸ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ہم قارئین سے اصل کتاب پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں،

3:- تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۳ میں مولانا مودودیؒ نے بھی تفصیلات دی ہیں اور کثرتِ درود پر کثرتِ ثواب کا ذکر کیا ہے، ان تفسیروں کے مطالعہ کے بعد ہمیں

فضائلِ درود لکھنے کی ضرورت نہیں تھی مگران حضرات نے حوالے کے لئے کتابوں کے نام تو لکھے ہیں مگران کی جلد اور صفحہ نہیں لکھا اور دورِ حاضر کے لوگ ایسے حوالوں کو قبول نہیں کرتے لہذا ہم سب حوالوں کو جلد اور صفحہ و مطبوعہ سمیت لکھیں گے صرف چند احادیث ہی ہوں گی کیونکہ اس موضوع پر اتنی احادیث ہیں کہ جمع کریں تو ایک مبسوط کتاب بن سکتی ہے، ہم صرف ترجمہ ہی دیں گے۔

۱:۔ ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس شخص کی ناک مٹی میں مل گئی جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا، (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۴ سعید کمپنی کراچی)

۲:۔ سیدنا علی کرم اللہ وجھہ الشریف نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل وہ ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ درود مجھ پر نہ بھیجے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۴ ایضاً، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

۳:۔ عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ وہ مجھ پر درود بھیجے مگر فرشتے اس وقت تک اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے، اب بندہ کی مرضی ہے کہ بندہ کم درود بھیجے یا زیادہ بھیجے۔ (ابن ماجہ ص ۶۵ مرکز علم وادب کراچی)

۴:۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا (خطا کر گیا)

(ابن ماجہ ص ۶۵ ایضاً)

۵:۔ ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۹ قدیمی کتب خانہ کراچی، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۹، مکتبہ امدادیہ ملتان)

۶:۔ انس بن مالک نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۹۱ قدیمی کتب خانہ کراچی، مصنف ابنِ ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

۷:۔ سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ وہ قریب ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے گا، (مشکوۃ ص ۸۶)

۸:۔ اور مجھ پر درود بھیجو بیشک تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو، (مشکوۃ ص ۸۶ نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۸ بحوالہ طبرانی)

۹:۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ علیہ السلام پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں میں آپ ﷺ پر کتنا درود پڑھوں آپ علیہ السلام نے فرمایا جتنا مرضی ہو، میں نے عرض کیا (وقت کی) چوتھائی پڑھوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو تیری مرضی ہو، اگر تو بڑھادے تو تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا نصف وقت؟ فرمایا جو تیری خواہش ہو اگر اس سے بھی بڑھادے تو وہ تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا دو تہائیاں (کردوں) فرمایا جو تو پسند کرے اگر تو بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا سارا وقت آپ کے لئے درود پڑھتا رہوں گا، ارشاد ہوا پھر تیرے غم دور ہوں گے، اور گناہ معاف ہوں گے۔

(ترمذی ج ۲ ص ۷۲ سعید کمپنی، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۹) (ایک حصہ)

۱۰:۔ ابوھریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود بھیجو کیونکہ مجھ پر تمہارا درود تمہارے لئے زکوۃ ہے (پاکیزگی کا ذریعہ ہے) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

قرآنی درود کون سا ہے

معزز ناظرین! آپ نے نماز کا درود مختلف کتب کے حوالے سے پڑھا، صحابہ، اہل بیت اور ائمہ کے درود بھی پڑھے اب قرآن حکیم کی طرف آیئے وہ کس قسم کے درود کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے ارشادِ ربانی ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾۔ (الاحزاب آیت نمبر ۵۶)

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجا کرو اور انہیں سلام عرض کیا کرو۔

پہلی بات یہ پتہ چلی کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ہمیں بھی درود پیش کرنے کا حکم دیتے ہیں یعنی ہم عملِ خداوندی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور پھر اللہ کریم کی ایک مقدس و معصوم مخلوق فرشتوں کے بھی ساتھ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ درود کے ساتھ دوسری بات سلام کی ہے اور سلموا کے بعد اس کا مصدر تسلیم تاکید کے لئے آیا ہے معنی ہوگا خوب خوب سلام پیش کرو، اب درود تب مکمل ہوگا کہ اس میں صلوۃ اور سلام دونوں ہوں۔ تیسری بات یہ ہے کہ تم ایمان داروں نے خود سلام پیش کرنا ہے، اب سابقہ پڑھے ہوئے درودوں کا تجزیہ فرمائیں۔

نماز کا درود اور سلام

نماز والے درود میں صرف درود ہے سلام نہیں ہے لہذا وہ حدیث کا درود ہے اور بیحد اس کا ثواب ہے مگر وہ قرآن کا درود نہیں ہے، اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

اب معنوی انداز سے غور فرمائیں۔ **اللھم صلّ علیٰ محمد** اے اللہ! آپ مصطفیٰ علیہ السلام پر درود بھیجیں، اللہ تعالیٰ کا حکم تھا تم درود بھیجو آپ نے واپس اللہ تعالیٰ کو عرض کیا آپ بھیجیں، فرمایئے ان سب درودں کے پڑھنے سے کیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوئی، ہمیں اس بات کا علم ہے کہ علامہ نووی ؒ (مسلم ج ا ص ۱۷۵-۷۶) اور علامہ شوکانی ؒ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۹۲-۲۸۴) نے کہا ہے کہ ہم نے اس لئے یوں عرض کیا کیونکہ ہمارے پاس حضور علیہ السلام کے مقامِ رفیع کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے الفاظ نہیں تھے۔ جی بہت عمدہ توجیہ ہے لیکن بصد ادب عرض ہے کیا اس طرح حکمِ خداوندی کی تعمیل ہوگئی پھر یہ بھی عرض ہے کہ سید کائنات علیہ السلام کا ادب تو آپ فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کو عرض کرتے وہ ادب چھوڑ دیں اس کا لوگ یہ بھی تو نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کا ادب اپنے نبی علیہ السلام کے

ادب سے کم کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ان حضرات نے اپنی کتابوں میں آقا علیہ السلام کے ادب کا خیال نہ کرتے ہوئے گستاخانہ عبارتیں لکھی ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حکمِ خداوندی تب پورا ہوگا کہ آپ اپنی طرف سے درود پیش کریں اسے صرف یوں پیش کیا جاسکتا ہے، **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** ۔اب اس میں صلوۃ بھی ہے اور سلام بھی اور یہ آپ اپنی طرف سے عرض کررہے ہیں، اللہ کرے بات سمجھ آجائے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام درود میں کس لئے شامل ہیں

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ربّ کریم جلّ مجدہ کی درگاہ بندہ پناہ میں عرض کی تھی کہ الہٰ العالمین پچھلے لوگوں میں میرے لئے سچائی کی زبان چلتی رہے ملاحظہ ہو۔ ﴿وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾، الشعراء آیت ۸۴ ''اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں''

اب یہ یادِ ابراہیم علیہ السلام اوران کا ذکر خیر کیسے جاری ساری رہے؟ تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے داداجان کی خواہش یوں پوری فرمائی کہ نماز کے درود میں انہیں بھی شامل فرمالیا اوران کی آل (سب انبیاء علیہم السلام اور سابقہ امتوں کے مومنین) کولطف وکرم سے ساتھ ملالیا اس طرح رحمۃ للعالمینؐ کا ایک دائمی ثبوت مہیا فرمادیا کہ جب تک نماز باقی ہے ذکر ابراہیم علیہ السلام باقی ہے۔

حدیث نمبر 25

علمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعتیں

حدثنی ابو زید (یعنی عمرو بن اخطب) قال صلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی

غربت الشمس فاخبر نا بما کان و بما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔

(مسلم ج ۲ ص ۳۵۵ عیسیٰ البابی مصر، نسائی ج ۱ ص ۱۰۲)

ترجمہ:۔ ''ابو زید یعنی عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے آپ علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر (کا وقت) ہو گیا آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے آپ نے نماز پڑھائی، پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر ہمیں خطاب فرمایا حتیٰ کہ عصر کا (وقت) آ گیا پھر نیچے تشریف لائے پس نماز (عصر) پڑھی، پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا ہمیں آپ نے اس کی خبر دی جو ہو چکا ہے اور اس کی جو ہونے والا ہے ہم میں اب سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے (وہ تقریر) ہم سب سے بڑھ کر یاد رکھی''

1:- امام مسلم نے پانچ اور اسناد سے یہ حدیث بیان کی ہے سیدنا حذیفہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں ''آپ علیہ السلام نے اس مقام پر کھڑے قیامت تک آنے والی کوئی شے نہیں چھوڑی مگر وہ بتائی، اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا'' میرے یہ سب ساتھی جانتے ہیں کوئی چیز مجھے بھول جاتی ہے مجھے بتائی جاتی ہے تو میں اسے یاد کرتا ہوں جس طرح آدمی آدمی کا چہرہ یاد کرتا ہے جب وہ غائب ہوتا ہے پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے''

امام ترمذیؒ نے یہ حدیث سیدنا ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے اس میں بھی قیامت تک کے واقعات کا ذکر ہے یہ طویل حدیث ہے، امام ترمذیؒ کا ارشاد ہے کہ مغیرہ بن شعبہ، ابو زید بن اخطب، حذیفہ اور ابو مریم (رضوان اللہ علیہم) نے یہ حدیث بیان کی ہے سب نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں قیامت تک ہونے والے واقعات کی اطلاع دی تھی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۴۳۔۴۲)

امام مسلم اور امام ترمذی نے باب کی سرخی بھی یہ رکھی ہے ''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دی''

2:- امام بخاری نے سیدنا انسؓ سے روایت نقل فرمائی ہے ''صحابہؓ نے حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سوال کیے اور سوالوں میں بہت مبالغہ کیا پھر ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا تم جو بھی مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا...... پوچھا اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ حُذیفہ ہے، (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۰ نیز ص ۹۴۱) امام بخاری نے قیامت تک آنے والے بے شمار واقعات کتاب الفتن میں مختلف صحابہ سے نقل کیے ہیں خصوصی طور پر (ص ۱۰۵۵۔۱۰۵۰) والی احادیث اہل علم ملاحظہ فرمائیں۔

3:- امام ابوداؤد نے امام مسلم کی سیدنا حذیفہؓ والی حدیث روایت فرمائی ہے، اگلی حدیث ذُوَیب نے سیدنا حذیفہؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے پتہ نہیں میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا انہیں بات بھلا دی گئی ہے اللہ کریم کی قسم، دنیا کے خاتمے تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنے کے کسی قائد کو نہیں چھوڑا جس کے ساتھ تین سو یا اس سے زائد ساتھی ہوں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام لیا اس کے باپ کا نام لیا اور اس کے قبیلے کا نام لیا (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۶ کتاب الفتن پہلی دو حدیثیں، سعید کمپنی کراچی) امام ابوداؤد نے بھی اس حصے میں بہت سی مستقبل کی خبریں نقل کی ہیں۔

حضرت ابن ماجہ نے ص ۲۹۲ پر یہ حدیث ایک اور انداز سے روایت کی علما ملاحظہ فرمائیں عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنھم کیا یہ اسی نبی علیہ السلام کی بات ہے، جنہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب علیہ السلام کا مقام رفیع سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سب امتیں حاضر ہیں

4:- مجھے (سعید بن جبیرؓ) ابن عباسؓ نے بات بتائی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب امتیں میرے سامنے پیش کی گئیں نبی (علیہ السلام) میرے سامنے سے اپنی امت کے ساتھ گزرا، نبی علیہ السلام گزرا تو اس کے ساتھ گروہ تھا، نبی گزرا اس کے ساتھ دس افراد تھے، نبی کے ساتھ پانچ تھے، نبی صرف اکیلا گزرا۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۶۸ ص ۲۸۴، مسلم ج ۱ ص ۸۶ مصری) سب نبی پیش ہوئے۔ اس حدیث سے پتہ

چلا کہ ساری امتیں اپنے نبیوں سمیت آقا علیہ السلام کے سامنے سے گزریں، یہ ہمارے آقا علیہ السلام کا وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا نیز (مسلم ج ا ص ۱۱۲)

مافی الارحام کا علم

5:- ہلال بن امیہؓ نے اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگایا گواہ نہیں تھے لعان ہوا، پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا" اسے دیکھتے رہو اگر وہ ایسا بچہ جنے جس کی آنکھیں سرگیں ہوں، اس کے چوتڑ بھرے ہوئے (کھلے) ہوں پنڈلیاں موٹی لمبی ہوں تو وہ شریک بن سحماء کا ہے وہ ایسا ہی بچہ جنی۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۹۵) (راوی ابن عباس ہیں) (مسلم ج ا ص ۶۵۰۔۶۴۹، نسائی ج ا باب اللعان)

جنت و دوزخ کا معائنہ

حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خیر و شر کو آج کی طرح کبھی ملاحظہ نہیں فرمایا جنت و دوزخ اس دیوار (محراب نبوی کی دیوار) کے پیچھے متشکل ہوئیں اور میں نے دونوں (جنت و دوزخ) کو دیکھا۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۴۱، مسلم ج ا ص ۱۸۳)

حوض کوثر اور زمین کی چابیاں

- عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور احد والوں کے لیے اسی طرح نماز (جنازہ) پڑھی جیسے آپ ﷺ میت پر پڑھتے تھے پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میں تم سے پہلے جانے والا ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں اب اپنے حوض کو ملاحظہ فرما رہا ہوں اور مجھے یقیناً زمین کے خزانوں کی چابیاں یا زمین کی چابیاں عطا فرما دی گئی ہیں، اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے مجھے اس کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن اس کا خوف ہے کہ تم دنیا میں گھس جاؤ گے (بخاری ج ۲ ص ۹۵۱ سعید کمپنی کراچی نیز ج ا ص ۱۷۹)

حوض کو بھی مدینہ میں منبر پر بیٹھ کر ملاحظہ فرما رہے ہیں زمین اور اس کے خزانوں کی چابیاں بھی پاس ہیں جس کا لازمی نتیجہ زمین اور اس کے خزانوں کا علم ہے، قسم کھا کر فرما رہے ہیں امت شرک نہیں کرے گی امت کا آغاز تو صحابہ سے ہوتا ہے

اختتام کا ہمیں علم نہیں مگر وہ آقا علیہ السلام کے علم میں ہے کہ شرک نہیں کرے گی۔

آخری جہنمی کا علم

7:- حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں یقیناً جانتا ہوں جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا، وہ آگ سے گھسٹتا نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جنت میں آئے گا اسے خیال آئے گا کہ جنت تو بھر گئی ہے (اس میں اب جگہ نہیں ہے) وہ واپس پلٹ کر عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں نے اسے بھرا ہوا پایا ہے، پھر حکم ہوگا جا جنت میں داخل ہو جا، وہ آئے گا پھر بھی یہی سمجھے گا کہ جنت بھری ہوئی ہے، پھر واپس جا کر عرض کرے گا میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا تجھے دنیا کی مثل بھی عطا ہوگا اور اسکی مزید دس مثلیں بھی، یا یوں فرمایا کہ تجھے دنیا کی دس مثلیں عطا ہوگا وہ عرض کرے گا، آپ تو بادشاہ ہیں آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں یا مجھ پر ہنس رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھ لیں، راوی کہتے ہیں کہ یہ جنت والوں کا سب سے کم درجہ ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷ نیز مسلم ج ا ص ۹۳۔۹۱ البابی مصر) مفصل حدیث جو آقا علیہ السلام جہنم سے آخری نکلنے والے اور جنت میں آخری داخل ہونے والے کو جانتے ہیں وہ پھر قبر کو، قیامت کو اور اس طویل عرصہ کو جس میں جہنمیوں نے رہنا ہے جانتے ہیں اور حدیث سب سے صحیح حدیث کی کتاب بخاری میں موجود ہے جو چاہے دیکھ سکتا ہے ہم نے حوالہ دے دیا ہے اب نہ کا تو کسی کے پاس علاج نہیں۔

سخن شناس نہ دلبرا! خطا این جاست

مقتدیوں کے رکوع، سجود اور خشوع کا علم

8:- (سیدنا) انس بن مالک نے فرمایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا رکوع اور سجود مکمل کیا کرو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں یقیناً تمہیں اپنی پشت کے پیچھے دیکھتا ہوں جب تم رکوع کرتے ہو اور جب تم سجدہ کرتے ہو۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۸۳، نسائی ج ا ص ۱۳۱ تین احادیث قدیمی کتب خانہ

کراچی نیز ص ۱۳۹) امام مسلم نے پانچ احادیث نقل فرمائی ہیں، (مسلم ج ا ص ۱۸۳)
بخاری ج ا ص ۵۹ پر **خشوعکم** کا لفظ موجود ہے۔

پھر زمین لپیٹ دی گئی

9:- ثوبانؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے سب مشرق اور سب مغرب دیکھے میری امت جلد ہی اس زمین کے ملک میں پہنچے گی جو زمین میں سے میرے لئے لپیٹا گیا ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۵۲ البابی مصر)

قارئین کرام! آپ نے سید کائنات علیہ اطیب الصلوات والتسلیمات کے علوم کی وسعتیں ملاحظہ فرمائیں، مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات، فرشتوں، انسانوں اور جنوں میں سب سے بڑے عالم ہیں آپ کے علم کے سامنے کسی اور کا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم پاک کے برابر کسی رسول اور کسی نبی کا علم نہیں ہے نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذاتِ خود بھی یہ مسئلہ سمجھایا ہے ہم نے اپنے رسالے غیب وشہادت پر علمی بحث میں اس پر مدلل گفتگو کی ہے نیز زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں، جلد اول میں بھی علمی دلائل دیئے ہیں، ہمارے سب دوست ملت کو اکٹھا کریں اور اس مسئلہ پر الجھاؤ پیدا نہ کریں۔

حدیث نمبر 26

محبتِ رسول اقدس......اور صحابہ کرامؓ

ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی هریرة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده (بخاری ج ا ص ۷ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کے باپ اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب ہو جاؤں، اگلی حدیث سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں "اور سب لوگوں سے"

الف:۔ امام مسلمؒ نے بھی دو احادیث لی ہیں ہم ان کا ترجمہ کرتے ہیں:

(۱) سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی بندہ ایماندار نہیں ہے (عبدالوارث کی روایت میں عبد کی جگہ الرجل (مرد) ہے یہاں تک کہ میں اسے اس کے خاندان، اس کے مال اور سب لوگوں سے بڑھ کر پیارا ہو جاؤں۔

(۲) اگلی حدیث بھی انہی سے مروی ہے اس میں بخاری کی دوسری حدیث والے الفاظ ہیں۔ (مسلم ج اص ۴۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

کیوں نہ ہو حضور پُر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ جانِ دو عالم روحِ دو عالم اور ایمانِ دو عالم ہیں آپ ﷺ ہی تو باعثِ تخلیق کل ہیں آپ کی پاکیزہ محبت اور حضور کا مبارک عشق ہمیشہ ہمیشہ مومن کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ جس سینہ میں عشق و محبت حضور پُر نور نہیں وہ ظلمت و نفاق سے پُر ہے مولا کریم مسلمانوں کو اپنے محبوب پاک صاحب لولاک کا عشق عنائت فرمائے۔ (ذاکر)

علامہ نوویؒ کا ارشاد

مسلم کے شارح اور عظیم محدث فرماتے ہیں کہ محبت کی تین قسمیں ہیں ۱: محبت اجلال واعظام (عظیم مرتبے اور عظمت کی وجہ سے محبت) مثلاً والد کی اپنے بیٹے سے محبت، ۲: شفقت ورحمت کی محبت، مثلاً بیٹے کی باپ سے محبت ۳: مشاکلہ واستحسان کی محبت (ہم جنس ہونے اور حسن سلوک کی وجہ سے محبت) مثلاً سب لوگوں سے محبت، تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی محبت کی سب قسموں کو جمع فرمالیا۔

علامہ قاضی عیاض کا ارشاد

قاضی عیاض بہت بڑے محدّث اور کئی عظیم کتابوں کے مصنف ہیں آپ کی کتاب الشفاء بتعریفِ حقوق المصطفٰی علیہ السلام اپنے موضوع پر لافانی کتاب ہے جسے سب اہل علم محبت سے پڑھتے ہیں، ان کا ارشاد ہے، آپ کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی سنت کی مدد ہو آپ کی شریعت کا دفاع کیا جائے اور یہ آرزو کی جائے کہ اگر آپ کی حیاتِ طیبہ کو پاتا تو اپنا مال اور جان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر دیتا، ملاحظہ ہو (نووی تحت مسلم ص ۴۹)

(الشفاء ج ۲ ص ۲۹۔۳۰) قاضی عیاض محبت کی تین قسمیں (تعظیمی شفقتی اور استحسانی) بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ بھی حضور علیہ السلام کی محبت ہے کہ آپ کی سنت مطہرہ کو نافذ و جاری کیا جائے آپ کی شریعت مطہرہ پر ناپاک حملوں کا جواب دیا جائے اور آرزو کی جائے کہ کاش ہم وہ مبارک زمانہ پاتے جب حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرماتے تو ہم اپنے مال اور اپنی جانیں حضور ﷺ پر قربان کر دیتے، آگے چل کر فرماتے ہیں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایمان کی حقیقت محبت مصطفٰی علیہ السلام کے بغیر مکمل نہیں اور ایمان صحت کی منازل پر تبھی جلوہ فزا ہوگا جب حضور پُر نور ﷺ کی قدر و منزلت کو باپ بیٹے اور دیگر مخلوقات سے اعلیٰ ارفع اور بلند یقین کیا جائیگا اور جس کا یہ اعتقاد نہیں وہ مومن نہیں۔ (شرح مسلم علامہ نووی ج ۱ ص ۴۹)

اب صحابہؓ کا انداز ملاحظہ ہو، ایک بات یاد رہے کہ سب صحابہ عاشقانِ محبوب علیہ السلام تھے ان کی ہر حرکت رضائے مصطفٰی علیہ کے تابع تھی وہ وہی کہتے جو اپنے محبوب علیہ السلام کو فرماتے سنتے اور اسی پر عمل کرتے جو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھتے ان کا ایک ہی ماٹو تھا

انا نفعل کما رئینا محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل۔

(نسائی ج ۱ ص ۲۱۱) عن ابنِ عمرؓ (یقیناً ہم وہی کرتے جو ہم نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے) ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی کامیابی کا راز بھی یہی تھا۔ وہ نگاہِ مصطفٰی علیہ السلام کے پروردہ اور عملِ مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کے دل بردہ تھے ہم

تفصیل میں جاتے تو گلشنِ مصطفیٰ علیہ اکمل الثناء کے ہر پھول کا اپنا حسن، اپنی رعنائی، اپنی دلربائی اور مشامِ جان کو معطر کرنے والی اپنی مہک ہے لہذا نمونے کے لئے ہم صرف چند حضرات کا ذکر کریں گے۔

سیدنا امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور کریم ایک صلح کے لئے تشریف لے گئے سیدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں سرکار کریم علیہ التسلیم تشریف لاتے ہیں صدیق پیچھے ہٹنا چاہتے ہیں سرکار علیہ السلام اشارہ فرماتے ہیں کہ اپنی جگہ پر رہیں مگر وہ پیچھے آجاتے ہیں اور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھاتے ہیں نماز کے بعد ارشاد ہوتا ہے'' اے ابوبکر! جب میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اپنی جگہ پر رہیں (امامت کراتے رہیں) تو آپ کیوں نہ رکے، ابوبکرؓ نے عرض کیا ابو قحافہؓ کے بیٹے کا یہ حق ہی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے'' (بخاری ج ا ص ۹۴ نیز ص ۳۷۰) یہاں حدیث زیادہ طویل ہے، سنن نسائی ج ا ص ۱۲۸ قدیمی کتب خانہ کراچی، وہاں الفاظ یہ ہیں **ان یوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** (کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امام بنے) یہ انتہائی ادب ہے۔

میں خوش ہو گیا

ہجرت کا سفر ہے گرم دوپہر ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سایہ میں چھوڑ کر محبت خدمت کیلئے اٹھی ہے ایک ریوڑ نظر پڑتا ہے گڈریئے کے ہاتھ دھلاتے ہیں بکری کا کھیر دھلا کر دودھ لیتے ہیں واپس آکر اس میں تھوڑا سا پانی ملا کر پیش کرتے ہیں آقا علیہ السلام نوش فرماتے ہیں محبت کو سرور آتا ہے تو یہ الفاظ زبان پر آجاتے ہیں **فقلت اشرب یا رسول اللہ! فشرب حتی رضیت۔** (میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نوش فرمائیں آپ نے (دودھ) نوش فرمایا تو میں خوش ہو گیا) کہ خدمت نے شرف قبولیت پایا۔

(بخاری ج ا ص ۵۶۵ سعید کمپنی کراچی)

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فراق نبوی میں رونا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا و آخرت کا اختیار دیا بندے نے آخرت کو چن لیا، ابوبکر رونے لگ گئے ہم ان کے رونے سے حیران ہوئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک مختار بندے کا ذکر فرما رہے ہیں (اصل بات یہ ہے کہ وہ اختیار دیئے ہوئے) خود رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اور ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے، (بخاری ج ا ص ۵۱۶) سیدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چل گیا کہ حضور علیہ السلام اپنی بات ارشاد فرما رہے ہیں لہذا وہ اب دنیا سے تشریف لے جانیوالے ہیں لہذا وہ رونے لگ گئے سیدنا صدیقؓ کی ساری زندگی عشقِ رسول علیہ السلام سے عبارت ہے ہم نے بطور نمونہ تین واقعات کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(نبی علیہ السلام سے آگے کوئی نہ بڑھے)

سفر ہے عبداللہ بن عمرؓ کی سواری بڑی سخت ہے وہ حضور علیہ السلام کی سواری سے آگے بڑھتی ہے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے، ان کے والد (سیدنا عمرؓ) نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگے کوئی بھی نہیں جا سکتا۔ (بخاری ج ا ص ۳۵۶-۳۵۵) آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ محبت کتنی غیرت مند ہے کہ وہ راستے میں کسی کو آقا علیہ السلام سے آگے چلنے کی اجازت نہیں دیتی۔

سیدنا عمرؓ کی دعا

اے اللہ! اپنے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے شہر میں مجھے شہادت عطا فرما۔ (بخاری ج ا ص ۳۹۱، الموطا ج ا ص ۳۰۷ البابی مصر) یہ دعا قبول ہوئی شہر میں شہادت بھی ہوئی اور روضہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قبر بھی بنی، اب شہر کی نسبت نبی علیہ السلام سے ہے تو شہر بھی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتنا پیارا ہے، اقبال نے فرمایا

؎ اے خوشا شہرے کہ در وے دلبر است
(وہ شہر کتنا مبارک ہے جس میں دلبر ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(بھائی کو درے)

آپ کے بھائی ولید کوفہ کے گورنر تھے شکائت آئی کہ انہوں نے شراب پی ہے آپ نے انہیں قید کر کے حقیقت حال دریافت فرمائی جب تصدیق ہوگئی تو فرمایا

فسنا خذ فیہ بالحق انشاء اللہ ثم دعا علیا فامرہ ان یجلدہ فجلدہ ثمانین۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۲)

ترجمہ:۔ ہم انشاء اللہ جلدی ہی اس مسئلہ میں حق کو اختیار کریں گے، پھر آپ نے (سیدنا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ اسے کوڑے ماریں سیدنا حیدرؓ نے اسے اسی کوڑے مارے۔ یہ حکم رسول علیہ السلام کی محبت تھی کہ بھائی کو معاف نہیں فرمایا اور محبت اور اطاعتِ رسول علیہ السلام کا حق ادا کر دیا۔

ریکارڈ ادب

آپ حضور علیہ السلام کا بیحد ادب فرماتے تھے جب رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تو پھر اس ہاتھ (دائیں) کو نجاست یا محل نجاست سے نہیں لگنے دیا، حضور علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے اپنے دورِ خلافت میں اہل بیت اور ازواج مطہرات کو رمضان کے روزینے سب صحابہ سے دگنے دیئے۔

(کنز العمال ج ۱۳ ص ۲۲ نیز خلفائے راشدین ص ۲۳۴)

حضور علیہ السلام کی زاہدانہ، فقیرانہ زندگی کو دیکھ کر جب بھی موقع ملتا تحائف پیش کرتے، پتہ چلا کہ حضور علیہ السلام کے آستانہ عالیہ میں چار دنوں سے فقر و فاقہ ہے تو آنکھوں سے آنسو آ گئے اسی وقت بہت سارا سامان خورد و نوش اور تین سو درہم بطور نذرانہ پیش کیئے (کنز العمال ج ۱۳ ص ۲۲)

یہ سب کچھ محبتِ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل بیت اور نسبت رکھنے والوں کی محبت کا ظہور تھا۔

امیر المومنین سیدنا علی حیدرِ کرار کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الشریف
(رسول اللہ میں نہ کاٹوں گا)

حضور علیہ السلام قریش مکہ کے ساتھ عمرہ کے موقع پر معاہدہ تحریر کروا رہے ہیں سیدنا حیدر کرم اللہ وجہہ الشریف لکھ رہے ہیں۔ تحریر میں یہ عبارت آئی " **ھذا ما قاضیٰ علیه محمد رسول الله** ، یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فیصلہ فرمائی کفار نے کہا ہم اس کا اقرار نہیں کرتے اگر ہمیں پتہ ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو نہ روکیں لیکن آپ تو محمد بن عبداللہ ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں پھر آپ علیہ السلام نے سیدنا علیؓ کو فرمایا آپ رسول اللہ کاٹ دیں جناب حیدرؓ نے عرض کیا نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں آپ کا نام نہیں مٹا سکتا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۷۲ سعید کمپنی کراچی) یہ ہے وہ محبت جو دشمنوں کے نرغے میں بولتی ہے۔

سیدنا حیدر کرم اللہ وجھہ الشریف کا احرام

سیدنا حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے گورنر ہیں وہاں سے حجۃ الوداع کے لئے آئے ہیں کیا احرام باندھتے حجِ قران کی نیت فرمائی ہے یا حج تمتع کی یا حج مفرد کی، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا

بما اھللت فقال بما اھل به النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۱۱)

ترجمہ:۔ آپ نے احرم میں کیا نیت کی آپ نے عرض کیا جو احرام میں نیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تھی۔ یعنی میری نیت وہی ہے جو رحمتِ عالم علیہ السلام کی نیت ہے۔ کیا ایسی نیت سے احرام ہو جاتا ہے؟ جی یہ محبت کی دنیا ہے جس میں قیل وقال نہیں ہوتی، نیز (ج ۱ ص ۲۲۴ پھر ص ۲۳۳) پر الفاظ یوں ہیں اور یہ آنے والے ابو موسیٰ ہیں سرکار علیہ السلام کے پوچھنے پر عرض کیا " احرام میں نیت کیا تھی عرض کی میں نے کہا لبیک میرے احرام کی نیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احرام کی نیت کی طرح ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا کیا، اب جناب حیدرؓ کے ساتھ اس

دنیائے محبت میں حضرت ابوموسیٰ بھی شریک ہو گئے، ص ۳۴۱ پر پھر سیدنا حیدرؓ والی روایت ہے ایک جملہ یہ ہے ''لبیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے مطابق''

صحابیات کی محبت

عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ نے اپنی دادی کبشہؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے پھر ایک لٹکی ہوئی چھاگل کے منہ سے (جھاری وغیرہ) سے کھڑے ہو کر پانی پیا میں اٹھی اور اس چھاگل کا منہ کاٹ لیا۔ (چھاگل اس برتن کو کہتے ہیں جو عموماً بڑے مضبوط کپڑے کا ہوتا ہے سفر میں عموماً فوجیوں کو اس میں پانی دیا جاتا ہے) (ترمذی ج ۲ ص ۱۱ حاشیہ نمبر ۳ بحوالہ المجمع) چھاگل سے اور کوئی منہ لگا کر پی لے تو یہ بے ادبی ہے یہ ٹکڑا تبرک ہوگا اگلی نسلیں دیکھیں گی تو ناز کریں گی کہ باہر جنگل اور کھیتوں میں ہماری بزرگ خواتین کو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوازا اور وہ ہمارے لئے تبرک چھوڑ گئیں۔

غیرتِ عشق

جناب حکیم بن حزام کو تین دفعہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام نے مال عطا فرمایا اور پھر مال کے متعلق کچھ ارشادات فرمائے'' حکیمؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی سے کوئی شے نہیں لوں گا، یہاں تک کہ اس دنیا سے چلا جاؤں، حضرت صدیق اکبرؓ (اپنی خلافت کے دور میں) حکیمؓ کو عطا فرمانے کے لئے بلاتے تھے تو وہ عطیہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں عطیہ کے لئے بلایا تو انہوں نے کچھ بھی لینے سے انکار فرما دیا، سیدنا عمرؓ نے فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ میں تمہیں حکیمؓ پر گواہ بنا رہا ہوں کہ میں انہیں مال فی (غنیمت) سے ان کا حق پیش کرتا ہوں تو وہ لینے سے انکار کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اپنی موت تک لوگوں میں سے کسی سے کوئی شے نہیں لی۔

(ترمذی ج ۲ ص ۷۳، بخاری ج ۱ ص ۱۹۹)

کیا شان ہے حضور علیہ السلام کے گدا کی کہ وہ کسی اور کے ہاتھ سے بیت المال میں آئے ہوئے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ بھی وصول نہیں کرتا، عشقِ غیور کے تقاضے یہی ہیں اور محبت ایسے عاشقوں پر ناز کرتی ہے۔

باپ اور بیٹا

فقال لہ ابنہ عبداللہ بن عبداللہ، واللہ لاتنقلب حتی تقرانک الذلیل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العزیز ففعل۔

(ھذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۲ ص ۱۶۸ اسعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ اسے (عبداللہ بن ابی) اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم تو (مدینے کی طرف) نہیں پلٹ سکتا جب تک تو یہ اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت وعظمت والے ہیں پھر اس نے ایسا کیا (اپنی ذلت کا اعتراف کیا) یہ حدیث حسن وصحیح ہے۔

عبداللہ بن ابی منافق نے تبوک میں ایک جھگڑے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾،

المنافقون آیت نمبر ۸۔

ہم مدینہ پھر کر گئے تو لازماً جو بڑی عزت والا ہے وہ اس (مدینہ) میں سے نکال دے گا اسے جو بڑی ذلت والا ہے۔

جب پوچھا گیا کہ تو نے یہ بات کی ہے تو انکار کر گیا قرآنی آیت نے تصدیق فرما دی تو منافق کے بیٹے نے کہا اب تو مدینے میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک یہ نہ کہے کہ تو سب سے بڑا ذلیل ہے، اس نے بیٹے کو کہا اپنی خاندانی عزت کو تباہ کر رہے ہو باپ کو ذلت کا اقرار کرنا پڑا۔

بغوی کی تفصیل

بغوی میں ہے کہ عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا جب اس (عبداللہ بن ابی) نے مدینہ میں داخلے کا ارادہ کیا کہ اللہ کی قسم تو کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مدینے میں داخل نہیں ہو سکے گا، مجھے آج ضرور

پتہ چل جائے گا کہ سب سے عزت والا کون ہے اور سب سے ذلیل کون ہے عبداللہ بن ابی نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنے بیٹے کے طرزِ عمل کی شکایت کی تو حضور علیہ السلام نے عبداللہ (عبداللہ بن ابی کے بیٹے) کی طرف پیغام بھیجا کہ اسے مدینہ میں داخل ہونے دے، عبداللہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم آگیا ہے تو پھر میں مان لیتا ہوں، اب وہ مدینہ میں داخل ہوا تھوڑے ہی دنوں کے بعد بیمار ہو کر مر گیا (ترمذی ج ۲ ص ۱۶۸ حاشیہ نمبر۴) یہ واقعہ حدیث کی کئی کتابوں میں آتا ہے مفسرین نے بھی مفصلاً بیان کیا ہے، محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیٹے نے باپ کی محبت قربان کر دی تلوار سونت لی باپ کا راستہ روک لیا اس سے ذلت کا اقرار کرایا پھر وہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوا ادھر سے فرمان پا کر بیٹے نے مدینے میں باپ کو داخلے کی اجازت دی، سچ ہے

محبت دکھاتی ہے کیا کیا مناظر

درِ رسول علیہ السلام پر سونا

کتب حدیث میں ہے کہ سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات سید کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے درِ اقدس پر گئے کہ حضور علیہ السلام کے رات کے اعمال دیکھوں گا دروازے کی دراڑوں سے دیکھتے رہے پھر دہلیز پر سر رکھ کر سوئے، حضور علیہ السلام نے دروازہ کھولا تو اٹھے سب سے پہلے امام ترمذی سے سنیں

عن ابی سلمة قال حدثنی ربیعه بن کعب الاسلمی قال کنت ابیت عند باب النبی صلی الله علیه وسلم فاعطیه وضوئه فاسمعه الهوی من اللیل یقول سمع الله لمن حمده و اسمعه الهوی من اللیل یقول الحمد لله رب العالمین هذا حدیث حسن صحیح

(ترمذی ج ۲ ص ۱۷۹)

ترجمہ:۔ ابوسلمہ نے فرمایا کہ مجھے ربیعہ بن کعب اسلمیؓ نے بتایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے پر سوتا تھا میں آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کرتا تھا رات کے لمبے حصے تک میں سنتا کہ آپ سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے اور رات لمبے حصے تک میں سنتا

کہ آپ الحمد للہ رب العالمین پڑھتے یہ حدیث حسن صحیح ہے، یعنی طویل رکعتیں ہوتیں، سورہ فاتحہ پڑھی جاتی رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہا جاتا۔ ابوداؤد ج اص ۱۴۳۱ البابی مصر، میں حدیث یوں ہے" زید بن خالد جہنی نے فرمایا کہ ہر رات کو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز غور سے دیکھوں گا، میں نے حضور علیہ السلام کی دہلیز یا خیمہ کو سرہانہ بنایا، آگے تہجد کی رکعات کا ذکر ہے۔

مسکراہٹِ مصطفیٰ علیہ السلام پر دائمی زندگی قربان

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارداتِ قلبی ارشاد فرماتے ہیں:

قال فبینما انا اسیر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر قد خفقت براسی من الھم اذا تانی رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحرک اذنی و ضحک فی وجھی فما کان یسرنی ان لی بھا الخلد فی الدنیا۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۶۷)

ترجمہ:۔ انہوں (زید بن ارقم) نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں چل رہا تھا اور میں نے غم کی وجہ سے سر کو جھکایا ہوا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میرے کان کو حرکت دی اور میرے سامنے مسکرائے مجھے یہ بات اچھی نہ لگتی کہ اس مسکراہٹ کے بدلے میں مجھے ہمیشہ دنیا میں (زندہ) رہنا مل جاتا، سچ ہے

ے جب یاد آگئے سب غم بھلا دیئے ہیں، مزید کسی نے کہا

ے یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی۔

یوں لب کشا ہوئے کہ گلستان بنا دیا

یہ صرف چند مثالیں ہیں کتب حدیث ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔ صحابہ کی زندگیاں ہی عشق رسول علیہ السلام سے عبارت تھیں تبھی تو ارشاد ہوا،" اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے تو ان صحابہ کے ایک مُد (قریباً کلو) یا آدھے مُد تک بھی نہیں پہنچ

سکتا، (ابوداؤد ج ۲ ص ۵۱۸ مصری) مزید ارشاد ہوا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے تم (امت) پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ مجھے نہیں دیکھ پائیں گے اگر وہ اپنے اہل اوران کے ساتھ مال کے بدلے مجھے دیکھ سکیں تو یہ بات انہیں بہت محبوب ہوگی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ مصری)

حدیث نمبر 27

دم اور تعویذ

ان ابان بن عثمان قال سمعت عثمان یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یقول صباح کل یوم و مساء کل لیلۃ (بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم) ثلاث مرات فیضرہ شیی۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۷۶)

ترجمہ:۔ ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے فرمایا کہ میں نے (اپنے والد) عثمان بن عفان کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو بندہ صبح ہر روز اور ہر رات کی شام کو یہ وظیفہ تین بار پڑھتا ہے اسے کوئی شے ضرر نہیں دے سکتی اللہ تعالیٰ کے نام سے کہ اس کے نام کے ساتھ زمین میں اور آسمان میں کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور وہی سدا سننے والا اور وسیع علم والا ہے، اس عمل کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری امت کے لئے عام فرمایا یہ دم لاتعداد اولیاء اور علماء پڑھتے اور عوام کو بتاتے آئے ہیں، کچھ حضرات نے آخر میں یہ قرآنی جملے بھی بڑھائے ہیں **فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع العلیم، لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔** اس کی فضیلت بھی زبان رسالت سے مروی ہے، اس حدیث سے دم پڑھنا ثابت ہوا۔

اب سیدہ عائشہ سلام اللہ علیھا سے سنیں ''سیدہ عائشہ (سلام اللہ علیھا) فرماتی

ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر تشریف لاتے تو قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر ان پر پھونکتے پھر دونوں ہاتھ اپنے جسم (مبارک) پر ملتے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتے، سر مبارک اور چہرے اور جسم کے سامنے حصے سے آغاز فرماتے تین دفعہ ایسا کرتے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷)

اگلی حدیث میں صحابی کو قل یا ایھا الکافرون پڑھنے کا فرمایا۔ (ایضاً) پتہ چلا کہ دم ہاتھوں پر کر کے جسم پر ملنا سید کل علیہ السلام کی سنت ہے، کتب صحاح میں ایک مستقبل باب کتاب الدعوات کے عنوان سے موجود ہے جس میں بے شمار دم آقائے قلب وروح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

دوسروں کو دم کرنا

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کو ان کلمات سے دم کرتے اور فرماتے کہ ابراہیم (علیہ السلام) اسحاق اور اسماعیل (علیھم السلام) کو یہی دم فرماتے تھے دم مبارک یہ ہے۔

اعیذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ھامۃ و من کل عین لامۃ۔

(ترمذی ج ۱ ص ۲۶ مستدرک ج ۳ ص ۱۶۷)

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اولادِ جعفر کو بہت جلد نظر لگتی ہے کیا میں انہیں دم کر دوں فرمایا ہاں (کر دیا کرو) کیونکہ اگر کوئی شے تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو نظر ہی آگے بڑھتی۔ (ایضاً)

کیا تعویذ پر اجرت جائز ہے؟

سیدنا ابو سعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ کچھ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر پر تھے وہ عرب کے ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے انہوں نے ان سے مہمانی (ہمیں کھانا دو) مانگی انہوں نے ان کی مہمانی نہ کی (وہ صحابہ رضی اللہ عنہم وہیں ٹھہرے پھر وہ آئے) کہنے لگے کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے کیونکہ

قبیلے کا سردار ڈر گیا ہے یا تکلیف میں ہے (صحابہؓ میں سے) ایک صاحب بولے جی ہاں (دم والا ہے) وہ صاحب گئے اور اسے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا وہ شخص ٹھیک ہو گیا اور اس نے بکریوں میں سے کچھ (ایک حصہ) پیش کیں، صحابی نے (استعمال کرنے سے) انکار کیا اور کہا کہ میں (استعمال تب کروں گا) جب بات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کروں گا (اجازت لوں گا) وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ آپ کے سامنے عرض کیا۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے صرف سورہ فاتحہ سے اسے دم کیا ہے حضور علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا تجھے کیا پتہ ہے کہ وہ دم ہے؟ پھر فرمایا ان سے لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۹ البابی مصری، ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۴۶ مکتبہ امدادیہ ملتان، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۰ البابی مصر)

ترمذی میں مزید تفصیل ہے "میں نے کہا لیکن میں جب تک تم عطیہ نہ دو دم نہیں کروں گا، انہوں نے کہا ہم تیس بکریاں دیں گے ہم نے یہ بات مان لی میں نے اس پر سات دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی وہ ٹھیک ہو گیا ہم نے بکریاں قبضہ میں لے لیں، ہمارے جی میں اس بارے میں کچھ شبہ پیدا ہوا ہم نے کہا اس بارے میں جلدی نہ کرو حتی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دو، (ترمذی ج ۲ ص ۲۶ سعید کمپنی کراچی) ان صفحات پر امام ترمذی نے بہت سارے دم نقل فرمائے ہیں (ابواب الطب) بخاری میں مزید وضاحت ہے " وہ اپنی تھوک اکٹھی کر کے اس پر تھوکتے رہے پس وہ ٹھیک ہو گیا، (بخاری ج ۲ ص ۸۵۴ سعید کمپنی کراچی) بخاری کتب حدیث میں سب سے اونچا درجہ رکھتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ مریض پر دم کے بعد تھوکنا بھی جائز ہے، ہائے تعصب! امام بخاری نے بھی اس مقام پر کئی دم نقل فرمائے ہیں، اور صفحہ ۷۴۹ پر بھی کئی دم ہیں۔

سو بکریاں مل گئیں

عامر نے کہا کہ مجھے خرجہ بن صلتؓ نے یہ بات بتائی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب واپسی ہوئی تو ایک پاگل بدوی کے پاس

سے گزر رہا ہوا جو لوہے (زنجیروں) میں جکڑا ہوا تھا، ان میں سے بعضوں نے کہا کیا تیرے پاس کوئی شے ہے جس سے تو دور کر سکے؟ تمہارے ساتھی یعنی نبی علیہ السلام تو خیر کی خبر لائے ہیں، میں نے تین دن روزانہ دو دفعہ اسے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، وہ ٹھیک ہو گیا، انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں، جب میں آیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور آپ ﷺ کو یہ بات عرض کی، آپ نے فرمایا کیا فاتحہ کے بغیر کچھ اور بھی پڑھا؟ میں نے عرض کیا نہیں حضور! فرمایا اللہ کے نام سے انہیں کھا، مجھے اپنی عمر کی قسم اگر تو (پہلے) باطل دموں سے کھاتا رہا ہے تو اب سچے دم کے ساتھ کھا رہا ہے (یعنی دورِ جاہلیت کے مشرکانہ دم باطل تھے اب یہ دم تو حق ہے) (ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۴۵ مکتبہ امدادیہ ملتان، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۹ مصطفیٰ البانی مصر)

ابوداؤد میں الفاظ یوں ہیں "تو کہا مجھے اپنی عمر کی قسم وہ تو باطل دم والے کے لئے ہے تو نے تو سچے دم کے ذریعے کھایا ہے۔ (ص ۳۴۱-۳۴۰)

گلے میں تعویذ ڈالنا

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمهم من الفزع كلمات، اعوذ بكلمات الله التامة من غضبه و شر عباده ومن همزات الشياطين و ان يحضرون، و كان عبدالله بن عمر ويعلمهن من عقل من بنيه، ومن لم يعقل كتبه فاعلقه عليه

(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۹ البابی مصر، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۳۹ مکتبہ امدادیہ ملتان، ترمذی ج ۲ ص ۱۹۲، مشکوۃ ص ۲۱۷ سعید کمپنی کراچی)

یہ الفاظ بات کو مزید واضح فرماتے ہیں **كتبها في صك ثم علقها في عنقه** (وہ یہ الفاظ کاغذ پر لکھتے پھر اسکے گلے میں ڈال دیتے)

مصنف ابن شیبہ میں ان حضرات سے بھی تعویذ گلے میں ڈالنا منقول ہے، سعید بن مسیّب، عطاء، مجاھد، امام محمد باقر، ابن سیرین، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ، ابو جعفر، ضحاک رضوان اللہ علیہم، حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ دورِ نبوی میں عظیم المرتبت صحابی سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعویذ لکھ کر اپنے بچوں کے گلے میں ڈالتے

تھے، نبی علیہ السلام یا صحابہ کرام میں سے کسی نے منع نہیں کیا پھر سیدنا عبداللہ بذاتِ خود ان صحابہ میں شامل ہیں جن کا تقدس اور عبادت مثالی تھی ان کے ترک دنیا کے واقعات کئی کتب میں مذکور ہیں کیا اتنا عظیم المرتبت صحابی بدعت یا شرک کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ اگر یہ عمل بدعت یا شرک تھا تو اس نوری دور کے باقی صحابہ نے انہیں کیوں نہیں روکا، یہ عمل پھر وہاں رکا نہیں تابعین اور تبع تابعین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔

تعویذ دراصل اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کا نام ہے کیا معوذتین میں یہی پناہ نہیں ہے، پھر اس کو شرکت یا بدعت قرار دینا اور شدت سے جبراً لوگوں کے گلے سے نکالنا جائز نہیں ہوگا بلکہ یہ عمل بدعت ہے کہ دور نبوی میں صحابہ نے سیدنا عبداللہ کے خلاف اس کا عملی مظاہرہ نہیں کیا، ہاں زبان نبوت سے تعویذ کی حد بیان کی گئی ہے۔

تعویذ کی عبارت کیسی ہو

۱:۔عوف بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا ہم جاہلیت میں دم (تعویذ) کرتے تھے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب آپ کی رائے مبارک کیا ہے (آپ اسے کیسا دیکھتے ہیں) آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اپنے دم میرے سامنے پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب وہ شرک نہ ہو۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۷)

۲:۔شفاء بنت عبداللہ نے فرمایا میں (ام المومنین) حفصہ ؓ کے پاس تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مجھے فرمایا'' کیا آپ انہیں شہد کی مکھی کا دم اسی طرح نہیں سکھا دیتیں جیسا انہیں لکھنا سکھایا ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۷) پابندی یہ ہوئی کہ دم میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں، اب عمل عموماً قرآن وحدیث اور شرعاً جائز کلمات سے ہوتے ہیں لہذا ان سے روکنا جائز نہیں البتہ عامل حضرات کو پوری توجہ سے شرکیہ اور شرعاً ناجائز الفاظ سے قطعاً رک جانا چاہیے قرآن وحدیث شفا ہیں ان کے ذریعے شفا حاصل کیجئے بزرگوں کے فرمودات میں حسن وخوبی ہے ان سے استفادہ کیجئے۔

علماء اور عامل حضرات توجہ فرمائیں

عامل حضرات سے درخواست ہے کہ زندگی گزارنے کے لئے کام کریں اور

فارغ وقت میں فی سبیل اللہ عمل کریں، لوگ کچھ خدمت مانگے بغیر کر دیں تو وہ لے لیں یا معمولی سا ھدیہ مانگ لیں،

علمائے کرام سے بھی یہ التجا ہے کہ وہ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر ومحراب کے وارث ہیں اگر آپ فی سبیل اللہ یہ کام نہیں کر سکتے تو اعتدال میں رہیں عوام پر بوجھ نہ بنیں۔

آج کل نعت کی بھرپور محفلیں ہوتی ہیں نعت خوان حضرات سے بھی یہ اپیل ہے کہ آپ ظاہری شکل وصورت میں اپنے عظیم اور محبوب رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی نقل کریں، آپ بتاتے ہیں کہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کلین شیو نعت خوان کو نعت پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی پھر آپ اپنے بارے میں سوچیں، نذرانے میں بھی حد سے نہ بڑھیں۔

اس گزارش کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اب عاملوں، مولویوں اور نعت خوانوں نے اپنی قیمت اتنی چڑھائی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھے ہیں، ابھی کل کے نوائے وقت (تین نومبر **2006**) میں تھا کہ ایک صاحب نے ایک نعت خوان کو اسکے مطالبے پر پچاس ہزار روپے دیئے اور وہ پھر آیا ہی نہیں ہے، ایک اور صاحب ایک مشہور مقرر کے پاس گئے انہوں نے کہا تیس ہزار لوں گا، ایک علامہ صاحب نے تقریر کے بعد پندرہ ہزار زمین پر پھینک دیئے اور ھل من مزید کا نعرہ مارا، مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ عامل بھی آنے والے کو دیکھ کر ریٹ بتاتے ہیں جو دس ہزار سے لاکھ تک ہوتا ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت سرے سے فنِ عملیات کو جانتے ہی نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے اس طرزِ عمل سے اسلام کی بے حرمتی ہو رہی ہے باز آئیں اعتدال میں رہیں۔

ایک پولیس افسر کا پیغام

میری گاڑی موٹر وے پر خراب ہوئی، وہ گاڑی ایک دوست کا مدرسہ کو عطیہ تھی اور میری طرح بوڑھی تھی، پولیس والے آئے اسے سنبھالنے لگے، انسپکٹر پولیس میرے پاس بیٹھ گئے کہنے لگے ہم اور ڈاکٹر تو پہلے ہی بدنام تھے مگر ہم اسلام کے

نمائندے نہیں ہیں، شاہ صاحب! دیہاتی بڑے غریب ہیں وہ وعظ سننا چاہتے ہیں انہوں نے اپنے گاؤں کا نام لیا کہ ہمارے لوگ جس بھی "علامہ" کی خدمت میں حاضر ہوئے اس نے پندرہ سے تیس ہزار کے درمیان رقم مانگی اور چند مشہور حضرات تو پچاس اور ستر کے درمیان مطالبہ کرتے ہیں اب ان میں اور پولیس والوں میں فرق کیا ہوا، کیا یہ رسول علیہ السلام کے نمائندے ہیں؟

فقیر نے بہت سارے علماء کو یہ پیغام دیا ہے اور آج تحریری طور پر بھی عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے واعظین، مقررین، نعت خوان حضرات اور عامل اپنی ان مذبوحہ حرکتوں سے باز آئیں اسلام کو رسوا نہ کریں، قیامت کے دن اس لوٹ مار کا جواب آپ کو اللہ کریم اور رسول رحیم علیہ التحیہ والتسلیم کے سامنے پیش کرنا ہوگا، یہ دنیا دار العمل ہے کچھ حشر کیلئے کر لیں۔

؎ یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے۔ پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے۔

حدیث نمبر 28

ملتِ اسلامیہ اور شرک

وانی لست اخشیٰ علیکم ان تشرکوا ولکنی اخشیٰ علیکم الدنیا ان تنافسوھا قال فکانت آخر نظرۃ نظرتھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

(بخاری ج ۲ ص ۵۷۹۔۵۷۸)

ترجمہ:۔ اور مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم شرک کرو لیکن مجھے تم پر اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا میں گھس جاؤ راوی (سیدنا عقبہ بن عامرؓ) نے فرمایا یہ میری آخری نگاہ تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ڈالی یعنی اس کے بعد پھر آپ علیہ السلام کی زیارت نہیں ہوئی۔

2:۔ امام بخاری نے اسی جلد کے ص ۵۸۵ پر یہ حدیث نقل فرمائی ہے وہاں آخری فقرہ

قال فکانت آخر الخ نہیں ہے۔

3:- بخاری ج ۲ ص ۹۵۱ پر عمرو بن عوف ؓ (بدری صحابی) سے روایت ہے، اس میں عبارت یوں ہے۔

ترجمہ:۔ ''انصار نے ان (حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ) کے آنے کی خبر سنی انہوں نے صبح کی نماز حضور علیہ السلام کے پیچھے پڑھی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ان کی طرف رخ موڑا تو وہ آپ ﷺ کے سامنے آئے، حضور علیہ السلام انہیں دیکھ کر مسکرائے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے ابوعبیدہؓ کے آنے کی خبر سنی ہے اور وہ کچھ لے کر آئے ہیں انصار نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا تمہیں خوشخبری ہو اور خوش کن چیز کی آرزو کرو، اللہ تعالیٰ کی قسم میں تم پر فقر (محتاجی وغریبی) کی وجہ سے خوف نہیں کھاتا لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ دنیا تم پر اسی طرح پھیل جائے گی (امارت مل جائے گی) جیسے پہلے لوگوں پر پھیلی تھی، پھر تم اس میں گھس جاؤ گے جیسے وہ گھسے تھے، پھر دنیا تمہیں آخرت بھلا دے جیسے انہیں بھلا دی تھی''۔

بخاری کی روایت کردہ ان تین احادیث پر اچھی طرح غور فرمائیں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت پر بھروسہ ہے کہ وہ شرک نہیں کرے گی اس بھروسے کی وجہ واضح ہے کہ قرآن حکیم نے اللہ کریم جل مجدہ کا تعارف اس انداز سے کرایا ہے کہ اب مسلمان ذہن کسی طرح بھی شرک کی تنگنائیوں میں پھنس نہیں سکتا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قرآن کے ساتھ اپنے ارشادات سے اس بات کو اتنا واضح فرما دیا ہے کہ آقا علیہ السلام سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شرک کے خارزاروں سے دامن بچانا حیاتِ انسانی کیلیے لازم سمجھتا ہے بھلا ایک معبود جل جلالہ کا ماننے والا اور نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا شرک کے دلدل میں گر سکتا ہے۔

اب فقر کا مسئلہ لیں فقیری اور محتاجی میں مسلمان کا رجوع اللہ کریم کی طرف ہوتا ہے اس کے محبوب اقدس علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کی طرف ہوتا ہے وہ اپنے ان دو مراکز کو چھوڑ کر کسی اور طرف رجوع کرنا انسانیت کی توہین سمجھتا ہے۔

علماء سے دردمندانہ اپیل

جب امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے غلام شرک نہیں کریں گے تو علمائے عالی مقام کا یہ فرض ہے کہ بات بات پر شرک کے فتووں سے ملت کے دلوں کو مجروح نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اعمال میں کوئی مسلمان کسی کو شریک کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اب رب العالمین جل مجدہ کچھ کام فرشتوں کو تفویض فرما دے، انبیاء و رسل کو سونپ دے تو یہ عطائے ربانی ہے اب ہم سب انسانوں کو اللہ کریم نے آنکھیں دیں کان دیئے، یہ سب ایک نطفے سے وجود پذیر فرمایا تو کیا انسان سنے یا دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شریک بن جائے گا، ارشاد ہے ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا﴾۔ الدھر آیت ۲

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے انسان کو ایک ملے جلے نطفہ (مرد اور عورت کا نطفہ) سے آزمائش کیلئے پیدا فرمایا پس ہم نے اسے سمیع و بصیر بنا دیا، فرمایئے آپ کو اللہ کریم نے سمیع و بصیر بنا دیا تو آپ نے کبھی اس پر اعتراض نہیں فرمایا، بالکل اسی طرح کچھ عظیم المرتبت انسانوں کو وہ کچھ صفات سے متصف فرما دیں تو اس پر اعتراض کا حق آپ کو کیسے مل جاتا ہے؟ اس فرق کو ہمیں ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اللہ کریم کی صفات و اعمال ذاتی ہیں اگر کسی انسان میں آپ ان صفات کا عکس اور جھلک پاتے ہیں تو عطائی ہے لہذا ان عطائی صفات سے نہ کوئی معبود بن سکتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا شریک ہو سکتا ہے، نہ اسکی صفات کا سہیم ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے اعمال و افعال میں حصہ دار ہو سکتا ہے۔

حضرات علماء خصوصی توجہ فرما کر قوم کو اس دلدل سے نکالیں اور اپنی تحقیق انیق پر قرآن و سنت کی روشنی میں غور فرما کر ترمیم فرمائیں اور مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دینے کے فتوے واپس لے کر ملت کو متحد فرمائیں۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ۔

عملِ کفر سے بچو

میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۳۴ نیز ص ۲۳۵) پہلی حدیث کے راوی ابن عباس اور دوسری کے راوی ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوپر

مذکورہ دو ارشادات کے علاوہ تیسرا ارشاد یہ فرمایا کہ باہمی عداوت سے بچیں جس کا نتیجہ ایک دوسرے کا قتل ہو جاہلیت کا عمل قرار دیا گیا، جاہلیت کی جنگیں کفر کیلئے تھیں تو تمہارا یہ عمل بھی انہی جیسا ہوگا میرے جانے کے بعد ایسا نہ کرنا، اس وقت ایک دوسرے کو مارنا بہت بڑا جرم ہے کیونکہ اس سے دشمن کا فائدہ ہے اور اس میں دشمن کی خوشی ہے، یہاں لفظ کفارًا کی وضاحت کرتے ہوئے شارح نے کچھ توجیہات پیش کی ہیں، کرمانی فرماتے ہیں کہ کافروں کی طرح نہ ہو جانا یا یہ مطلب ہے کہ ایک دوسرے کو کافر نہ کہنا کہ قتل وغارت کے مستحق بن جاؤ علامہ طیبی کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی گردنیں اڑانے میں تمہارے افعال کافروں کے اعمال سے مشابہ نہ ہوں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نعمت اور حق اسلام کا کفران اور ناشکری ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عمل کفر کے قریب ہے اور اس تک پہنچانے والا ہے۔ (عینی، بخاری ج ۲ ص ۲۲۴ حاشیہ نمبر ۴)

ایک بندے کو ناحق قتل کرنا ساری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے قرآن حکیم کا ارشاد ہے ﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ المائدہ آیت ۳۲ ”کہ جس نے کوئی جان کسی جان کے بدلے کے بغیر یا زمین میں فساد مچانے والے کے بغیر قتل کی تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا“ ہمیں فرامینِ ربّ العالمین اور ارشاداتِ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حرزِ جان بنانا چاہیے اور معاشرے میں تحفظ کو پختہ بنانا چاہیے، قتل و غارت کا راستہ اسلام کا راستہ نہیں اس سے توبہ کر کے راہِ امن پر معاشرے اور انسانیت کو چلانا ہمارا فرض ہے کفر کے فتووں کا ترک کرنا فرض ہے۔

حدیث نمبر 29

مقامِ رسالت کا ادب اور تحفظ

عن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصل فوصل الناس فشق علیهم فنهاهم قالوا فانک تواصل قال

لست کھیئتکم ان اظل اطعم واُسقیٰ۔

(بخاری ج ا ص ۲۵۷)

ترجمہ:۔ سیدنا عبداللہ راوی ہیں کہ بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے مسلسل (افطاری اور سحری نہ کر کے کئی دن لگا تار روزہ رکھنے کو وِصال کہتے ہیں) رکھے صحابہؓ نے بھی مسلسل رکھنے شروع کر دیئے ان پر یہ عمل گراں گزرا آپ علیہ السلام نے انہیں منع فرمایا، ان حضرات نے عرض کیا حضور! آپ ﷺ بھی تو مسلسل رکھ رہے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہاری ہیئت پر نہیں ہوں بیشک مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

بخاری ج ا ص ۲۶۳ پر باب الوصال امام بخاریؒ نے باندھا ہے اور چھ احادیث مختلف اسناد سے روایت فرمائی ہیں، وصال سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو رحمت اور مہربانی ونوازش کی وجہ سے روکا ہے، کچھ جملوں کا ترجمہ حاضر ہے۔

۔میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۔میں تمہاری مثل نہیں ہوں بیشک مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۔میں رات گزارتا ہوں میرا ایک کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور میرا ایک پلانے والا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

۔میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

۔تم میں مجھ جیسا کون ہے۔

۔اتنے عمل کرو جو تمہاری طاقت میں ہوں،

سنتِ رسول علیہ السلام کے عاشق صحابہ پھر بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ مسلسل روزے رکھتے رہے۔

بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۵ پر پھر امام بخاریؒ نے وِصال کے بارے میں دو احادیث نقل فرمائی ہیں ایک جملے کا ترجمہ یہ ہے۔

۔اگر مہینہ اور لمبا ہوتا تو میں مسلسل روزہ رکھتا جس سے یہ تکلف وتشدد کرنے والے رک جاتے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وصال کو میرا خاصہ سمجھا جائے۔

امام ابو داؤدؒ نے اپنی کتاب ابو داؤد ج ا ص ۵۵۱ البابی مصر پر باب فی الوصال میں اسی مضمون کی دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں ایک حدیث میں جس وصال کی اجازت فرمائی اس کا ترجمہ یہ ہے "مسلسل روزے نہ رکھو اگر تم میں سے کوئی وصال کرنا چاہے تو (اگلی) سحری تک وصال کرے) مطلب یہ ہوا کہ ایک سحری کو روزہ رکھو اور دوسری سحری تک رکھ لو اور دوسری سحری کو کھا لو۔

امام مسلم نے باب النھی عن الوصال فی الصوم (روزوں میں وصال سے ممانعت کا باب) کے عنوان کے تحت دس احادیث نقل فرمائی ہیں مطلب و مفہوم وہی ہے جو بخاری اور ابو داؤد والی احادیث کا ہے، یہاں بھی یہ الفاظ قابلِ غور ہیں انی لستُ مثلکم (میں تمہاری مثل نہیں ہوں) وایکم مثلی (اور تم میں سے میری مثل کون ہے) انکم لستم مثلی (تم میری مثل نہیں ہو) انی لست کھیئتکم (میں تمہاری ھیئت پر نہیں ہوں)

(مسلم ج ا ص ۳۴۶-۳۴۵ البابی مصر)

امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے یہ روایت لی ہے اور سات صحابہ کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے یہ روایت بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی دن تک مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ (ترمذی ج ا ص ۱۶۳ اسعید کمپنی)

بیس احادیث

صحاح ستہ سے بیس احادیث ہم نے نقل کی ہیں جن میں فرمان ہے کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں تم میری مثل نہیں ہو، قرآن میں ﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ الکھف آیت ۱۱۰ ہے قرآن اور صاحب قرآن میں تضاد نہیں ہو سکتا اب علما کا یہ فرض ہے کہ ان میں تطبیق دیں، ہم نے اپنی تفسیر جمال الایمان کے مقدمے میں اس پر تفصیلی مقالہ لکھا ہے اس کا مطالعہ فرما لیا جائے۔

محققین علوم قدیمہ اور جدیدہ اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ مثلیتِ کلی کا وجود نہیں ہے کچھ جزئیات میں مشابہت مثلیت کلی نہیں ہے، لہٰذا مثلکم پر غور ضروری ہے اس کے ساتھ ﴿یوحی الی﴾ (میری طرف وحی کی جاتی ہے) پر بھی غور ہونا چاہیے کیا

مثلیت کا دعویٰ کرنے والوں پر بھی وحی نازل ہوتی ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کی مثلیت کدھر گئی، طویل عرصہ سے ایک ہی رٹی رٹائی دلیل دی جارہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھاتے تھے پیتے تھے، ہم بھی کھاتے اور پیتے ہیں وہ چلتے تھے ہم بھی چلتے ہیں انہوں نے ازدواجی زندگی بسر کی ہم بھی بسر کررہے ہیں، اس پر گزارش ہے کہ یہ سارے کام سب جانور بھی کرتے ہیں اگر وہ آپ سے مثلیت کا دعویٰ کریں تو کیا آپ انہیں اپنی برادری میں شامل فرمالیں گے اگر نہیں تو پھر آپ کی یہ دلیل تو آپ کے کام نہ آئی، اس آیت پر بھی غور فرمائیں۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾

الانعام آیت ۳۸

ترجمہ:۔ اور زمین میں کوئی جانور نہیں اور نہ کوئی اپنے دونوں بازوؤں سے اڑنے والا پرندہ ہے مگر وہ تمہاری مثل امتیں ہیں، ارشاد فرمایئے کیا ان سے آپ کی پوری مثلیت ہے؟ اگر ہے تو پھر آپ بھی فضا میں اڑیں اور جانوروں جیسے کام کریں اگر نہیں تو پھر مثلیت پر غور فرمائیں، شائد کوئی اچھا مفہوم آپ کے "مقدس ذہن" میں آجائے۔

غور تو فرمائیں

اب ایک اور انداز سے مثلیت پر غور فرمائیں

اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور تمہارا رکوع مخفی نہیں ہوتا یقیناً میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے دیکھتا ہوں، (بخاری ج ا ص ۵۹) دو حدیثیں ہیں، بات نماز کی ہے مزید ملاحظہ ہو، (بخاری ج ا ص ۱۰۲) یہاں بھی دو حدیثیں ہیں ایک میں سجدے کا ذکر ہے۔ اب مسلم کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ا:۔ بیشک میں قسم بخدا پیچھے بھی ایسا دیکھتا ہوں جیسے سامنے دیکھتا ہوں۔

(مسلم ج ا ص ۱۸۳ البابی مصر)

۲:۔ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع اور تمہارا سجود مخفی نہیں ہوتا یقیناً میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے دیکھتا ہوں، (ایضا)

امام مسلمؒ نے چھ احادیث مختلف سندوں سے نقل فرمائی ہیں،

یہ بھی دس حدیثیں مذہب کی سب سے صحیح کتابوں سے درج ہو گئی ہیں۔
اگر کوئی اور بھی دورِ حاضر میں پیچھے بھی دیکھتا ہے اور پچھلوں کے رکوع و سجود اور اس سے بڑھ کر خضوع کو بھی دیکھتا ہے جس کا تعلق ہی دل سے ہے تو اس کا پتہ ہمیں بھی بتانا تاکہ ہم بھی اس کی زیارت سے مستفید و مستفیض ہو سکیں مگر ایسا قیامت کا سورج طلوع ہونے تک آپ نہیں کر سکیں گے تو پھر اس مشکل دور میں آیئے سید کل علیہ السلام کا ادب کریں اور آپ کا دفاع کریں۔

ایک نظر اِدھر بھی

لوگ تھوم (لہسن) اور پیاز وغیرہ شوق سے کھاتے ہیں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول مبارک ملاحظہ ہو،

ا:۔ سماک بن حرب نے جابر بن سمرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو ایوبؓ کے ہاں تشریف لے گئے جب بھی حضور علیہ السلام کھانا تناول فرماتے تو بچا ہوا کھانا انہیں بھیج دیتے انہوں نے ایک دن آپ ﷺ کو کھانا بھیجا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے نہیں تناول فرمایا جب ابو ایوبؓ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں تھوم تھا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ (تھوم) حرام ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں اسے خراب مہک کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔
(ھذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۲ ص ۳)

۲:۔ ام ابو ایوبؓ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے آپ کے لئے اچھی طرح کھانا تیار کیا گیا جس میں کچھ یہ سبزیاں (تھوم وغیرہ) تھیں آپ علیہ السلام نے اسے تناول فرمانا اچھا نہ سمجھا اپنے صحابہؓ کو فرمایا اسے کھاؤ میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں میں اپنے ساتھی (فرشتے) کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا (ایضاً)

صحابہؓ نے کبھی وہ دلیل عرض نہیں کی جو آج دی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے آقا علیہ السلام کا مرتبہ اور ادب جانتے تھے، یہی ابو ایوب انصاری تو اس مکان کی چھت پر نہیں سو رہے تھے جہاں نچلی منزل میں حضور علیہ السلام تشریف فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ جل

مجدہ ہمیں حضور علیہ السلام کے ادب اور آپ ﷺ کے دفاع کی توفیق مرحمت فرمائے اور انہیں اپنے جیسا سمجھنے کے جرم سے دور رکھے، آمین۔

حدیث نمبر 30

حدیث ضروری ہے

ثم صلی بهم النبی صلی الله علیه وسلم ثم قام فقال ایحسب احدکم متکئا علی اریکته قد یظن ان الله لم یحرم شیئاً الا ما فی هذا القرآن و انی والله قد وعظت وامرت ونهیت عن اشیاء انها لمثل القرآن او اکثر۔

(ترمذی ج ۲ ص ۹۱، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲۔۱۵۱ البابی مصر)

ترجمہ:۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ ؓ کو نماز پڑھائی پھر آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی اپنے بنچ (صوفے) پر تکیہ لگائے یہ خیال اور گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہی چیزیں حرام فرمائی ہیں جو اس قرآن میں ہیں، سنو! خبردار! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے وعظ (نصیحت) فرمائے ہیں حکم دیئے ہیں اور بہت سی چیزوں سے روکا ہے یقیناً وہ قرآن جتنی ہیں یا اس سے بھی بہت زیادہ ہیں، اب اگلی حدیث ملاحظ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! قریب ہے کہ ایک شخص کو میری حدیث پہنچے اور وہ اپنے بنچ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور کہ رہا ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اس میں ہم حلال پائیں گے اسے حلال قرار دیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام قرار دیں گے اور یقیناً جسے اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام نے حرام قرار دیا ▪ اسی طرح حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا حرام کردہ حرام ہے، ترمذی (ج ۲ ص)

دونوں احادیث پر غور فرمالیں حضور علیہ السلام کے اوامر ونواہی امت کے

لئے ضروری ہیں وہ قرآن کی تفسیر ہیں اس کی وضاحتیں ہیں، پھر اللہ کریم نے اپنے محبوب رحیم علیہ التحیہ والتسلیم کو بے پایاں اختیار دیئے ہیں، انہیں نہ ماننا قرآن کا انکار ہے، قرآن میں نماز کا ذکر تو ہے مگر مختلف اوقات میں اس کی رکعتیں کتنی ہیں کن رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں پڑھنی ہے سجدہ سہو کب لازم آتا ہے، اسی طرح نماز کے اوقات کی تفصیلات کیا ہیں، یہ سب سرکار علیہ السلام نے قولاً اور عملاً سمجھائی ہیں، تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ( ) اب اگر نبی علیہ السلام کو ان معاملات میں مختار نہ مانا جائے تو آپ نماز نہیں پڑھ سکتے یہی حال زکوۃ کا ہے قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ کتنا سونا ہو تو کتنی زکوۃ ہے کتنی چاندی، کتنے روپے، کتنے جانور ہوں تو کتنی زکوۃ ہے آپ حدیث کا انکار کر کے اور نبی ء اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کا انکار کر کے ان مسائل کی کیا توضیح وتشریح کریں گے اور پھر آپ کے ارشادات کو کون فرض، واجب یا سنت سمجھ کر مانے گا؟

گدھے کی حرمت

آپ سے مئودبانہ درخواست ہے کہ قرآن حکیم کی وہ آیت از راہِ کرم ہمیں بتائیں جس میں گدھے کو حرام قرار دیا گیا ہو؟ اگر نہیں ہے تو پھر اسے ذبح کرائیں خود کھائیں اپنے ساتھیوں کو کھلائیں، بنی علیہ السلام تو مختار نہیں ہیں آپ اپنے اختیارات برتیں اس کے کباب بنائیں اور لطف اندوز ہوں، مزید ترقی فرمائیں گدھوں، کووں، لومڑوں اور جنگلی شرعی حرام جانوروں کا شکار کریں گوشت کی ملک میں کمی ہے اسے پورا کریں، قوم نہ مانے تو ڈنڈے کے زور یا اپنے عمل سے اسے قائل کریں جب مغرب کی اقتداء میں شراب اور خنزیر حلال ہو چکے ہیں تو مزید اجتہاد فرمائیں اور قوم کا بیڑا کنارے لگائیں کیونکہ آپ جیسے مجتہدین کا ارشاد ہے کہ فقہا کو ایک طرف رکھ دیں، یعنی حدیث بھی ایک طرف رکھیں فقہاء کو بھی ایک طرف رکھیں، کل یہ بھی ارشاد ہوگا کہ ہم اب بالغ ہو گئے ہیں قرآن کو بھی ایک طرف رکھیں آپ کے امام اعظم بش نے اجتہاد فرما لیا ہے کہ قرآن سے جہاد کی آیتیں نکال دو، کل نماز بھی بھاری لگے گی اسے بھی ایک طرف رکھو، پھر یہ طوفان بلا تھمے گا؟ قوم پر رحم کرو۔

انبیاء علیہم السلام کا مقام پہچانو!

عبداللہ بن زید (انصاری) نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا بیشک ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرمت عطا فرمائی اور اس کے لئے دعا فرمائی اور میں نے مدینہ کو حرمت عطا فرمائی جس طرح ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرمت عطا فرمائی تھی اور میں نے مدینہ کے مُد اور صاع (دو تول) کیلئے دعا فرمائی جیسا کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۸۶ سعید کمپنی کراچی)

یہاں سید کائنات نے حرمت کی نسبت اپنی طرف اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی ہے۔ حرم اور حرمت کے دو معنی ہیں عزت و حرمت عطا کرنا یا حرام قرار دینا یہاں دونوں معنی ٹھیک ہیں دونوں شہر عزت والے، حرمت والے اور محترم بھی ہیں اور دونوں میں کچھ باتیں کرنا حرام ہیں جو اصلاً حلال ہیں، مثلاً وہاں شکار نہیں کر سکتے۔ درخت نہیں کاٹ سکتے وغیرہ، تو یہ ساری باتیں دو عظیم المرتبت رسولوں کی عطا فرمودہ ہیں اور یہ حق اللہ کریم نے انہیں عطا فرمایا ہے ارشاد ہوا ﴿مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾۔ الحشر آیت ۷ (جو رسول دیں لے لو جس سے روکیں اس سے رک جاؤ) کیا آپ حضرات کو بھی کوئی ایسا اختیار ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر آپ اتھارٹی نہیں ہیں۔ ایاز قدرِ خویش بشناس، ایاز کو اپنی قدر خود پہچاننی چاہئے، ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی۔

حدیث نمبر 31

قرآن......زندہ کتاب

عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علیٰ علیؑ فقلت یا امیر المومنین الا تری الناس قد خاضوا فی الاحادیث قال او قد فعلوها قلت نعم، قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یقول الا انها ستکون فتنة فقلت ما المخرج منها یا رسول اللہ! قال کتاب اللہ فیہ نبا ما قبلکم وخبر ما بعد کم وحکم ما بینکم وھو الفصل لیس بالھزل من ترکہ من جبار قصمه اللہ ومن ابتغی الھدی فی غیرہ اضله اللہ وھو حبل اللہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم ھوا لذی لا یضیغ به الا ھواء ولا تلتبس به الالسنة ولا تشبع منه العلماء ولا یخلق عن کثرة الرد ولا تنقضی عجائبه ھوا الذی لم تنته الجن اذ سمعته حتی قالوا انا سمعنا قرآنا یھدی الی الرشد فآمنا به من قال به صدق ومن عمل به أجر ومن حکم به عدل ومن دعا الیه ھدی الی صراط مستقیم خذھا الیک یا اعور۔ (ترمذی ج۲ص ۱۱۸سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ حارث اعور نے بتایا کہ میں مسجد سے گزرا تو لوگ باتوں میں گھسے ہوئے تھے میں سیدنا علی علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ لوگ باتوں میں (مسجد کے اندر) گھسے ہوئے ہیں، فرمایا اچھا ایسا کرنے لگ گئے ہیں، میں نے عرض کیا جی حضور! آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جلد ہی ایک فتنہ ہوگا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے نکلنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) ہے جس میں پہلوں کے واقعات اور بعد میں آنے والوں کی خبریں ہیں۔ اور تمہارے درمیان حکم ہیں، وہ قول فیصل ہے ہنسی مذاق نہیں، جو جابر اسے چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے توڑ دے گا اور جو اس کے سوا کسی اور سے ہدایت چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور وہ حکیمانہ ذکر ہے اور وہ صراطِ مستقیم ہے وہ وہی ہے جسے خواہشات ٹیڑھا نہیں کرسکتیں اور نہ زبانیں اس میں ملاوٹ کرسکتی ہیں، اہل علم اس سے سیر نہیں ہوتے اور کثرت سے پڑھنے سے پرانا نہیں ہوتا اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے وہ وہی ہے جسے جنات سننے کے بعد رک نہ سکے بولے کہ ہم نے قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، جو اس کے وسیلے

سے بات کرتا ہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے اجرت وثواب پاتا ہے، جو اس کے ذریعے فیصلے کرتا ہے وہ انصاف کرتا ہے اور جو اسکی طرف بلاتا ہے صراط مستقیم کی ھدایت پاتا ہے، اے اعور اس حدیث کو اچھی طرح پکڑ لے (یاد کر لے)

بڑی جامع حدیث ہے اس میں غور وفکر کا بہت زیادہ سامان ہے کتنی بڑی حقیقت ہے کہ اسے بار بار پڑھنے والے اکتاتے نہیں ہیں، اس کے معانی ومطالب میں اتنی وسعت ہے کہ وہ کبھی ختم نہیں ہوں گے، پھر علما کیوں سیر ہوں گے وہ تو ہر وقت ھل من مزید کا نعرہ لگاتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سمجھنے، سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

ا:۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(ترمذی ج ا ص ۱۱۸ بخاری ج ۲ ص ۷۵۲، ابوداؤد ج ا ص ۳۳۵ البابی مصر)

۲:۔ (سیدنا) ابوھریرہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرنے اور ایک دوسرے کو پڑھنے پڑھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو ان پر تسکین اترتی ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے اردگرد گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۳۳۶)

۳:۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا صرف دو سے رشک ہونا چاہئے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب دی اور وہ اسے رات کے لمحات میں کھڑا (نوافل میں) پڑھتا رہا، دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا تو وہ اسے رات اور دن کے اوقات میں صدقہ کرتا رہا۔
(بخاری ج ۲ ص ۷۵۱)

اس موضوع پر صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں بے شمار روایت ہیں ایک مختصر سے رسالے کی گنجائش کے مطابق ہم نے کچھ حوالے دیدیئے ہیں، ہمیں قومی سطح پر قرآن کی طرف واپس پلٹنا چاہیے تا کہ ہمارے حالات بھی پلٹا کھائیں اور ہم ذلت کی وادیوں سے عظمت کی بلندیوں کی طرف اڑ سکیں۔

حدیث نمبر 32

فلسفہء اسلام

عن عمر (رضی الله تعالیٰ عنه) ایضاً قال بینما نحن جُلوس عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم اذطلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب، شد ید سواد الشَّعر لا یرُیٰ علیه اثر السفر ولا یعرفه منا احد، حتّٰی جلس الیَ النبی صلی الله علیه وسلم فا سند رکبتیه الی رکبتیه و وضع کفیه علی فخذیه و قال یا محمد اخبرنی عن الاسلام؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله و اَنّ محمدا رّسول الله، و تقیم الصلوة، و تؤ تی الزکوة و تصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلاً، قال صد قت فعجبنا له یساله و یصدقه، قال فاخبر نی من الا یمان؟ قال ان تؤمن بالله وملائکته و کتبه و رسله والیوم الآخر و تومن بالقدر خیره و شره، قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان؟ قال ان تعبد الله کانک تره، فان لم تکن تراه فانه یراک قال فاخبرنی عن الساعة؟ قال ماالمسئول عنها باعلم من السائل، قال فاخبرنی عن اماراتها؟ قال ان تلد الامة ربّتها، و ان تری الحفاة العراة العاله رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان، ثم اطلق، فلبثت ملیّاء ثم قال یا عمر! اتدری من السائل؟ قلت الله و رسوله اعلم قال فانه جبریلُ اتا کم یعلمکم د ینکم۔

(مسلم ج۱ ص۲۲ البابی مصر، بخاری ج۱ ص۱۲)

ترجمہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے یہ روایت بھی مروی ہے انہوں نے فرمایا ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص

ہمارے سامنے آیا اس کے کپڑے بہت زیادہ سفید اور بال سخت کالے تھے اس پر سفر کی کوئی علامت نہیں تھی، ہم میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا نہیں تھا۔ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اپنے دونوں گھٹنے حضور علیہ السلام کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ دیئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) مجھے آپ اسلام کے بارہ میں مطلع فرمائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور بیشک (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے، اور زکوۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اگر راستے کا خرچ ہو تو بیت اللہ کا حج کرے اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہم اس پر حیران ہوئے کہ سوال بھی کرتا ہے اور پھر تصدیق بھی کرتا ہے، اس نے پھر کہا آپ مجھے ایمان کے بارے بھی خبر دیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے، اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان لائے اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا، اس نے پھر عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے احسان کے بارے میں بھی کچھ ارشاد فرمائیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے پس تو اگر اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے، اس نے عرض کیا قیامت کے بارے بھی مجھے باخبر فرمائیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے بارے جس سے سوال ہو رہا ہے وہ سائل سے زیادہ علم والا نہیں ہے، اس نے عرض کیا اس کی کچھ علامات ہی ارشاد فرما دیں؟ آپ نے فرمایا کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنے اور تو ننگے پاؤں، ننگے بدن بھوکے بکریوں بھیڑوں کے چرواہوں کو دیکھے کہ وہ بلند بالا عمارتوں میں مقابلے کر رہے ہیں، پھر وہ چلا گیا، میں تھوڑی دیر ٹھہرا پھر رحمتِ عالم علیہ السلام نے فرمایا اے عمر! کیا آپ کو پتہ ہے سائل کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (علیہ السلام) بہتر جانتے ہیں، فرمایا وہ جبریل (علیہ السلام) تھے تمہارے پاس تمہیں دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

دوسری روایت میں ہے "پھر اس شخص نے پیٹھ پھیری، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس مرد کو واپس میرے پاس بلاؤ انہوں نے اسے بلانا چاہا تو کوئی شے بھی نہ دیکھی" (ایضاً ص ۲۴)

ہم نے ترجمہ کرتے لکھا ہے کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے بزرگوں کے سامنے بیٹھنے کا یہی طریقہ ہے اس کا یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے دونوں ہاتھ آقا علیہ السلام کی مقدس رانوں پر رکھے یعنی احتراماً اس طرح کیا جس طرح بزرگوں کے گھٹنے پکڑے جاتے ہیں، بے تکلف مرید نشت کی صورت میں رانوں کے اوپر بھی ہاتھ رکھ لیتے ہیں یہ سب اداب ہیں۔

حدیث سے اسلام کے پانچ ارکان اور ایمان کے چھ ارکان معلوم ہوئے جن کی تعداد گیارہ بنتی ہے اور نبی رحمت علیہ السلام کے نام نامی کا عدد اصغر بھی گیارہ ہے، عدد ہے ۹۲، نو اور دو کو جمع کریں تو گیارہ بن جاتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ ایمان و اسلام کا مرکز ذاتِ مصطفوی ہے۔

احسان دراصل تصوف کا دوسرا نام ہے اور اس کا کمال فنافی الذات ہے اسی کی توضیح ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمائی ہے، کچھ اور احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱:۔ ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں کہ اللہ کی توحید مانے، نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور حج کرے ایک شخص نے کہا حج اور روزے، فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج ہیں (ابن عمرؓ) نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے

(مسلم ص ۲۶ نیز بخاری ج ۱ ص ۶ سعید کمپنی کراچی)

۲:۔ وفد عبدالقیس (ربیعہ) کو ارشاد ہوا آپ علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ ایک اللہ پر ایمان لائیں، فرمایا کیا تمہیں پتہ ہے کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے، وہ بولے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ السلام ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا (اس کا مطلب ہے) یہ اس بات کی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور بیشک (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور

رمضان کے روزے رکھنا، (بخاری ج۱ ص ۱۳) حج کا ذکر نہیں کیونکہ راستے پر کفار تھے اور وہ انہیں آنے نہیں دیتے تھے۔

۳:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا دیکھتے ہو (تمہاری کیا رائے ہے) کہ اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو کیا اس کی میل باقی رہ جائے گی صحابہ نے عرض کیا کوئی میل بھی باقی نہیں رہے گی فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۴ سعید کمپنی کراچی) امام مسلم نے اس موضوع پر کئی احادیث نقل فرمائی ہیں۔

جبریل علیہ السلام کی اصلیت

سب کے ہاں مسلم ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام نوری ہیں ابھی آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ وہ شاندار سفید لباس میں انسانی شکل میں سامنے آئے وہ حسبِ ارشادِ قرآن ﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ (مریم آیت ۱۷) سیدہ مریم علیہا السلام کی خدمت میں بھی بطور بھرپور انسان تشریف لائے تھے سوچنا یہ ہے کہ نوری ہوتے ہوئے وہ انسانی شکل میں سامنے آئیں تو کیا پھر آپ ان کی نورانیت کا انکار فرما دیں گے؟ اگر یقیناً نہیں تو پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی اصلیت نوری ہے اور یہ کئی احادیث سے ثابت ہے (ملاحظہ ہو المصنف کا فقیر کا اردو ترجمہ) جب آپ ہماری ہدایت کی خاطر بشری لباس میں آ جائیں تو ان کی نورانیت کا انکار انصاف کی بات نہیں ہے اللہ کریم ہمیں سوچنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث نمبر 33

مقام مصطفیٰ علیہ السلام اور نماز

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على ابى بن كعب فقال رسول صلى الله عليه وسلم يا أُبَىّ، وهو يصلى فالتفت أُبَى فلم يجبه وصلىٰ أُبَى فخفف ثم انصرف الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال السلام عليك يا رسول

اللّٰہ! فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلیک السلام ما منعک یا اُبَیّ! ان تجیبنی اذا دعوتک فقال یا رسول اللّٰہ! انی کنت فی الصلوۃ قال فلم تجد فیما اوحی اللّٰہ الی ان استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (الانفال آیت ۲۴) قال بلیٰ ولا اعود ان شاء اللّٰہ۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵ ابواب فضائل القرآن، سعید کمپنی)

ترجمہ:۔ (سیدنا) ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بتایا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (سیدنا) اُبی بن کعبؓ کی طرف نکلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا او اُبی! وہ نماز پڑھ رہے تھے حضرت اُبی نے نماز جاری رکھی اسے ہلکا کر دیا (سلام پھیرنے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! السلام علیک (آپ علیہ السلام پر سلام ہو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام (اور آپ پر بھی سلامتی ہو) اے اُبی! آپ کو کس شے نے روکا مجھے جواب دینے سے جب میں نے آپ کو بلایا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نماز میں تھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا مجھ پر نازل ہونے والی وحی (قرآن) میں آپ نے نہیں پایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول (علیہ السلام) کو جواب دو جب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے، انہوں نے عرض کیا جی ہاں (یا رسول اللہ! آیت تو میں نے پڑھی ہے) انشاء اللہ دوبارہ ایسا نہیں ہو گا۔ اب ذرا حاشیہ نمبر ۷ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

نماز نہیں ٹوٹی

علامہ طیبیؒ اور علامہ سید جمال الدین نے فرمایا کہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی، جیسا کہ نماز میں السلام علیک ایھا النبی کہنے سے نہیں ٹوٹتی۔

ائمہ عالی مقام کا ارشادِ عالی یہ ہے کہ نماز میں آپ تحیہ پڑھتے ہوئے حدیث کی عبارت پیش نہیں کر رہے ہوتے ہیں بلکہ یہ سلام آپ اپنی طرف سے پیش کرتے

ہیں، اب حاشیہ نمبر ۷ کا مطلب یہ ہوا کہ جب آپ نے بارگاہِ نبوی میں اپنی طرف سے سلام عرض کیا اور نماز نہیں ٹوٹی تو پھر اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو یاد فرمائیں اور وہ خوش قسمت انسان جواب دے تو بھی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲:۔ بخاری ج ۲ ص ۶۴۲ پر یہ حدیث سیدنا ابوسعید بن المعلّٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ان کا اسم گرامی رافع ہے) سے روایت ہوئی ہے وہاں الفاظ یہ ہیں ''میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا'' آخری فقرہ کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا اس حدیث میں نہیں ہے، کتاب التفسیر کی ابتداء میں یہ حدیث ہے۔

۳:۔ بالکل بخاری والی حدیث کے مطابق امام ابوداؤد نے یہ حدیث ابوداؤد ج ا ص ۳۳۶ البابی مصر پر باب فاتحۃ الکتاب کے عنوان کے تحت نقل فرمائی ہے۔

۴:۔ امام نسائیؒ نے یہی حدیث نمبر ۲، نمبر ۳ نسائی میں نقل فرمائی ہے ملاحظہ ہو نسائی ج ا ص ۱۴۵ اقدیمی کتب خانہ کراچی۔

صحاح ستہ کی چار کتابوں (ترمذی، بخاری، ابوداؤد اور نسائی) سے ہم نے یہ حدیث نقل کی ہے، نماز اللہ کریم کی محبوب عبادت ہے اس وقت توجہ ذاتِ ربانی کی طرف ہوتی ہے۔ لوگوں نے تو یہاں تک کہ دیا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور بھی نماز میں نہ آئے مگر قرآن کا مطالبہ ہے کہ وہ بلائیں تو جواب دو، مزید برآں جب صحابہؓ نے نماز میں ہونے کی وجہ سے جواب نہیں دیا تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں جواب نہیں دیا، انہوں نے عرض کیا کہ ہم نماز میں تھے تو ارشاد ہوا قرآن نہیں پڑھا اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت پڑھ کر سنائی تو ان کا جواب تھا کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

ایک سوال

ازراہ کرم یہ ارشاد فرمایا جائے کہ جب ہم نماز میں **السلام علیک ایھا النبی** اور **اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ** اور **اللھم صلی علی محمد** اور

اللھم بارک علی محمد پڑھتے ہیں تو اس وقت کس کا تصور کریں؟ اگر ذکر ان کا کریں اور تصور کسی اور کا کریں تو یہ صاف منافقت ہے اور اگر کسی کا بھی تصور نہ کریں تو یہ ساری عبارت مہمل ہو جائے گی، اور اگر صرف اور صرف ان مقدس جملوں کی ادائیگی کے وقت ہم اپنے آقا علیہ السلام فداہ روحی وقلبی وجمیع تخلیقات اللہ کا تصور کریں تو آپ کے فتوے کے مطابق نماز نہیں ہوتی، اب آپ ہی بتائیں ہم کیا کریں جواب عطا فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

؎ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا، اللھم اھدنا الصراط المستقیم بجاہ النبی الامین صلوات اللہ و سلامہ علیہ الی یوم الدین.

حدیث نمبر 34

عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح و الجسد.

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۱ مطبع مجتبائی، مشکوۃ سعید کمپنی بحوالہ شرح السنۃ و مسند امام احمد، عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضور کی نبوت کب سے ثابت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا (میں اس وقت سے نبی ہوں) جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے (درمیانی مراحل) میں تھے یعنی ابھی تک ان کی روح جسم میں نہیں آئی تھی (ماخوذ از مرقات شرح مشکوۃ) (مشکوۃ ص ۵۱۳ سعید کمپنی بحوالہ شرح السنۃ و مسند امام احمد، عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسی موضوع کی دوسری حدیث شرح السنۃ میں روایت ہے امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اسی موضوع کی ایک روایت بیان کی ہے ہر دو کا حاصل یہ ہے "میرا خاتم النبین ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت سے ثابت و مقرر ہے جبکہ آدم علیہ السلام کی مٹی زمین پر گوندھی جا رہی تھی میرے امر کا آغاز ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور اپنی والدہ ماجدہؓ کا وہ خواب ہے جو پیدائش کے وقت انہوں نے دیکھا

ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے"

حضرات! مندرجہ بالا احادیث کے مطالعہ سے آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہمارے حضور پُرنور اس وقت اپنے نورانی وجود کے ساتھ موجود تھے جبکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام موجود نہیں تھے تو یہ وہ اصلی وجود مسعود ہے حضور علیہ السلام کا جو سب سے آخر بشری لباس پہن کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی پُرنور گلیوں میں جلوہ افروز ہوا۔ اس لیے حضور علیہ السلام کے متبرک ننانوے ناموں میں ایک نام نامی الاول بھی ہے کیونکہ آپ تخلیقِ انسانیت و بشریت سے پہلے موجود تھے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایسے بلند شان نبی علیہ السلام کا امتی بنایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حدیث نمبر 35

قال صلے اللہ وعلیہ وسلم انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی یمحی بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱۔ بخاری شریف مصری ج ۲ ص ۱۶۶)

ترجمہ:۔ حضور نبی الرحمۃ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ میرے طفیل کفر مٹے گا اور میں وہ حاشر ہوں کہ لوگ میرے زمانہ میں حشر کریں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔

سبحان اللہ! حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر خیر فرما کر امت مرحومہ کو تعلیم دی کہ خبردار میرے اوصاف حمیدہ بھول نہ جائیں اسی لیے کچھ صفات کی حضور علیہ السلام نے خود شرح فرمادی ماحی کا معنی خود ذکر فرمایا کفر کو مٹانے والا اسلام کا بول بالا کرنے والا قرآن کی اس آیت کی تفسیر ﴿لِیُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّیۡنِ كُلِّهٖ﴾ الفتح آیت ۲۸، تاکہ اسے سب دینوں پر غالب فرمادے، اسلام و توحید کا غلبہ اور کفر کی شکست و ریخت حضور کی صفت خاص ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا **نصرت بالرعب** ۔ (مشکوۃ ص ۵۱۲ بحوالہ بخاری) اور اسی رعب نے کفر کے در و دیوار ہلا

دیئے ہیں حاشر کی شرح فرمادی کہ لوگ میرے زمانہ میں اور میرے سامنے قیامت کے دن اکٹھے کئے جائیں گے یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور شریعت و نبوت نہیں ہوگی **بعثت انا و القیامۃ کھاتین** ۔(مسلم ج۲ص۲۰۶ قدیمی کتب خانہ کراچی) عاقب کی بھی خود ہی شرح فرمادی کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبوت نہ ہو گویا جب حضور علیہ السلام کو خدا برتر نے عاقب و حاشر بنا کر بھیج دیا تو اب نہ کسی نبی کی ضرورت رہی اور نہ نبوت کی۔ اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان حضور علیہ السلام کے ان ارشادات پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور کو ہی احمد حاشر اور عاقب یقین کرتے ہیں اگر کوئی اپنے آپ کو احمد سمجھتا ہے یا عاقب و حاشر کے بعد مدعی نبوت ہے تو وہ جھوٹا ہے کیونکہ اگر اسے جھوٹا نہ سمجھا جائے تو حضور پُر نور علیہ السلام کی احادیث کی تکذیب ہوتی ہے اور ہم غلامانِ شاہِ مدینہ مدعینِ نبوت کو جھوٹا کہ سکتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کی احادیث مطہرہ کو جھٹلا نہیں سکتے۔

دونوں احادیث کے ملانے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبوت کا اصل و مرجع حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے آپ کی مثال بیج کی طرح ہے درخت کے موجود ہونے سے پہلے بیج موجود ہوتا ہے اسے بویا جاتا ہے درخت اگتا ہے شگوفے پھوٹتے ہیں شاخیں نکلتی ہیں پتے لگتے ہیں پھول جھومتے ہیں لیکن درخت کا کمال بیج دینا ہی ہے آخر وہ بیج دے گا وہی بیج جو بویا گیا تھا اول بھی بیج آخر بھی بیج۔ اول بھی اصل آخر بھی اصل۔ اسی طرح نبوت کا آغاز بھی جناب مصطفیٰ علیہ السلام اور انتہا بھی جناب مصطفیٰ علیہ السلام۔ جو کچھ بنا آپ کے سامنے بنا اور جو کچھ بن رہا ہے آپ کے سامنے بن رہا ہے کیونکہ آپ حیات النبی ہیں آپ سے کچھ نہیں چھپا اور نہ ہی ممکن ہے کہ آپ سے کچھ چھپ سکے۔ اول و آخر کا مقصد ہی اس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔ سب تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے جناب مصطفیٰ علیہ السلام کو اولین و آخرین کے علوم دیئے اور ہمیں آپ کے کمالات کا مداح بنایا اور دشمنانِ ذات احمدی کو تا ابد ذلیل و رسوا کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں آپ سے دینائے بشری کا آغاز ہوا تو حضور علیہ السلام کا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بشری وجود میں ہونا درست نہیں

آپ کا وجود شریف حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے نوری تھا اور آپ کی اصلیت نور تھی دنیائے بشریت میں جب خدا تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تو بشریت کا لباس پہنا دیا تا کہ دنیائے بشریت کے لیے ہادی ہو سکیں بشری لباس پہن لینے سے حضور کی اصلیت نہیں بدلی جیسے آپ علیہ السلام آدم علیہ السلام سے پہلے نور تھے ویسے ہی اب بھی نور ہیں اور ہر شیشہ آپ کے نور سے منور ہو گیا۔

حدیث نمبر 36

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجتمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ و ید اللہ علی الجماعۃ و من شذَّ شذَّ فی النار۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۹)

ترجمہ:۔امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے بھاگا وہ جہنم کی طرف بھاگا۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی پوری امت کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گی کچھ فرقے ایسے ہوں گے جو حضور علیہ السلام کی مبارک جماعت کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے ایسے فرقوں کو حضور علیہ السلام نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر جماعت کو چھوڑ کر الگ ہو گے تو جہنم کا ایندھن بنو گے۔

حضور پُر نور علیہ السلام نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ''میری امت میں سے ایک جماعت غلبہ کے ساتھ حق پر قائم رہے گی مخالفت سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا تا قیامِ قیامت وہ حق پر ہوں گے''

(مشکوۃ شریف ص ۴۵۷، بخاری مصری ج ۲ ص ۱۷۸)

وہ جماعت جس پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو ناجی ہے جو حق پر قائم و دائم ہے جس سے جدائی و تفریق باعثِ ہلاکت و تباہی ہے کون سی جماعت ہے؟ ایسی جماعت وہی ہو سکتی ہے جو محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پورے دین و شریعت احکام و افعال

اوامر ونواہی پر ایمان رکھتی ہو۔ قرآن کو کلام الٰہی سمجھے تغیر وتبدل کلام الٰہی میں ممکن نہ سمجھے نبی اکرم نور مجسم علیہ السلام کی تیار کردہ جماعت یعنی جماعت صحابہ کو آسمانِ نبوت کے درخشاں ستارے سمجھے اور **بایھم اقتدیتم اھتدیتم** پر ایمان رکھے۔ حضور کی ابدی قیادت پر غیر متزلزل ایمان رکھے اور خانہ ساز قیادتوں کی رہنمائی تسلیم کرنے سے انکار کردے۔ مختلف جماعتوں اور فرقوں نے دین میں کمی بیشی کر کے دین کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے حقیقت بین نگاہ سے اگر دیکھاہ جائے تو صرف اہلسنت والجماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جو بحیثیت عقیدہ وہ سب کچھ تسلیم کرتی ہے جو احکام خداوندی وارشادات نبوی سے ظاہر وباھر ہے۔ توحید ورسالت ختم نبوت رفعت مقام صحابیت عزت اہل بیت خدمتِ بندگانِ خدا اسی جماعت کا شیوہ رہا ہے خیر القرون سے لیکر آج تک مخالفین کی پوری کوششوں کے باوجود اس کا کچھ نہیں بگڑا۔

اہل سنت بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعت سے وابستہ رہیں اور احکام الٰہی کی تبلیغ کریں تاکہ ہمارے بھولے بھٹکے بھائی جو سواد اعظم کو چھوڑ کر قعر مذلت میں گر رہے ہیں انہیں بچایا جاسکے۔

حدیث نمبر 37

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا معاذ اتدری ما حق اللہ علی العباد قال اللہ ورسولہ اعلم قال ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیا اتدری ما حقھم علیہ قال اللہ ورسولہ اعلم قال ان لا یعذبھم۔

(بخاری مصری ج ۴ ص ۱۶۸)

ترجمہ:۔ حضور نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا معاذ! تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ حضرت معاذ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا (اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ) اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، معاذ! کیا تو جانتا ہے بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ حضرت

معاذ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں حضور نے فرمایا (بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ) وہ انہیں عذاب نہ دے۔

حدیث پاک کو پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور پُر نور علیہ السلام اپنے صحابی حضرت معاذؓ کو درس توحید دے رہے ہیں "صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کی ذات بابرکات میں کسی کو شریک و سہیم نہ مانا جائے اس کی ذات وصفات شرک سے پاک ہیں۔ یہی معنی ہے کلمہ توحید **لا الــه الا اللّٰه** کا۔ حضور پُر نور علیہ السلام سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم سب سے اچھا عمل کون سا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا **الایـمـان باللّٰه**۔ سب سے اچھا عمل اللہ پر ایمان لانا ہے (مسلم اصح المطابع ج ۱ ص ۶۲) حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ فرمایا اس خدا کا شریک بنانا جس نے تجھے پیدا کیا ہے (مسلم اصح المطابع ج ۱ ص ۶۳، بخاری ج ۴ ص ۱۸۶) حضور پُر نور علیہ السلام نے فرمایا کسی نے تکلیف دہ بات سن کر اللہ سے زیادہ صبر نہیں کیا کہ لوگوں نے اللہ کا بیٹا بنایا پھر اس نے انہیں درگزر کی اور انہیں رزق دیا، (بخاری شریف مطبوعہ مصر ج ۴ ص ۱۶۸) معلوم ہوا کہ مولا کریم اپنی ذات وصفات میں بے مثل بے مثیل لاشریک ہیں نہ ان کا کوئی شریک ہے نہ سہیم وہ ایسے رحیم ہیں رؤف ہیں کہ گناہگار مومنوں کو بخشنے اور معاف کرنے کا وعدہ دے رکھا ہے ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر آیت ۵۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرما دے گا (بخاری ج ۴ ص ۱۸۰ کی حدیث دیکھ لیجئے) اور جب غیرت کا سمندر جوش میں آتا ہے تو مشرکوں کافروں اور منافقوں کو دائمی سزا کے احکام مل جاتے ہیں ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾۔ النساء آیت ۱۱۶، بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اس کے بغیر جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ النساء آیت ۱۴۵، بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں۔

لیکن یاد رہے کہ توحید وہی توحید ہے جو مصطفیٰ علیہ السلام نے سکھائی اور شرک وہی شرک ہے جو حضور علیہ السلام نے بتایا۔ یہ شرک نہیں کہ کسی بندۂ خدا کو خداداد کمالات کی بنا پر بزرگ سمجھتے ہوئے معزز و قابل تعریف سمجھا جائے۔ یہ تعریف و توصیف اس بندۂ خدا کی نہیں بلکہ مولا کریم کی ہوگی جس نے اپنے بندہ میں وہ کمال و جمال پیدا کیا۔

حدیث پاک کے مضمون سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اگر کسی بات کو نہ جانتے اور ان سے پوچھا جاتا کہ فلاں بات کس طرح ہے تو وہ جواب دیتے اللہ اور اس اللہ کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ یعنی ان کا یہ ایمان تھا کہ خدا نے حضور پُرنور کو علوم عطا فرما دیئے ہیں لہذا خدا تعالیٰ کی تعلیم سے نبی علیہ السلام جانتے ہیں۔ صحابہ کا ارشاد و عمل ہمارے لیے مشعل ہدایت ہے جو عقیدہ انہوں نے حضور پُرنور علیہ السلام کے متعلق رکھا ہم بھی وہی رکھتے ہیں اور واضح الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ مولا کریم و رحیم نے اپنے نبی امی فداہ ابی و امی کو علوم بخشے اور کائنات کے غیوب پر آپ کو مطلع فرمایا۔ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾۔ النساء آیت ۱۱۳

ترجمہ:۔ اور آپ کو سکھلایا جو آپ نہیں جانتے تھے آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ الجن آیت ۲۷۔۲۶۔

ترجمہ:۔ وہ غیب جاننے والا ہے وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا مگر جس رسول کو چن لے۔ ان آیاتِ مطہرات سے اعلان حق کیا گیا۔ منبر پر چڑھ کر حضور علیہ السلام نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا سننے والوں نے شہادت دی **اخبرنا بما كان وما هو كائن الى يوم القيامة حفظه من حفظه، و نسيه من نسيه**۔ (ترمذی مجتبائی ج ۲ ص ۴۲، مسلم ج ۲ ص ۵۵۳ البابی مصر)

اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مولا کریم کا اعلان حق، حضور علیہ السلام کا بیان حق، صحابہ کرامؓ کا اذعان حق اور ہمارا ان تین سندوں پر ایمان حق، سب سے بڑا غیب مولا کریم کی ذات ستودہ صفات ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾

الانعام آیت ۱۰۳، ترجمہ:۔ آنکھیں اسے نہیں پا سکتیں وہ آنکھوں کو پا لیتا ہے، نہ کسی آنکھ نے اسے دیکھا نہ دیکھے گی کیونکہ لطافت کے پردے اور نور کی چادریں اسے دیکھنے نہیں دیتیں۔ لیکن قربان جاؤں ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ. النجم آیت ۱۷﴾ والی آنکھ سے دَنَا فَتَدَلّٰی کے حسین محبوب سے ﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی. النجم آیت ۱۰﴾ کے علوم والے نورانی بشر سے ﴿مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی. النجم آیت ۳﴾ والی مبارک زبان سے کہ جب لامکاں پر جلوہ افروز ہوئے تو لطافتوں کے پردے اٹھ گئے نور کی چادریں الٹ دی گئیں، حسن حسن سے مل گیا نور نور سے ہم آغوش ہوا غیب شہود میں تبدیل ہو گیا۔ جس سے غیوب و شہود کا پیدا کرنے والا نہ چھپا اس سے کوئی دوسری چیز کیا چھپے۔ سچا عقیدہ ہے صحابہ کا کہ اللہ و رسولہ اعلم، و نحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین ۔ یہ عقیدہ کہ مولا کریم کو دیکھنا محال ہے اس کا تعلق اس دنیا سے ہے اور وہ بھی حضور علیہ السلام کے لیے نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی اور صحابہ کی ایک جماعت حضرت امام احمد ابن حنبل اور امت مرحومہ کے دیگر بڑے بڑے اکابر جو مکانِ امت کے ستون ہیں اس عقیدہ پر راسخ ہیں کہ حضور نے مولا کریم کو دیکھا۔ یہ محال بھی نہیں کیونکہ دوسرے عالم میں عوام بھی مولا کریم کا دیدار کرینگے تو حضور جو کمالات کا منتہیٰ واختتام ہیں اگر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں تو کیا حرج ہے انکم سترون ربکم عیانا تم اپنے رب کو سامنے آنکھوں سے دیکھو گے (بخاری مصری ج ۴ ص ۱۷۴ ما منکم من احدا ل سیکلمہ ربہ لیس بینہ و بینہ ترجمان ولا حجاب یحجبہ (بخاری مصری ج ۴ ص ۱۷۶) تم میں سے ہر ایک رب تعالیٰ کے ساتھ کسی ترجمان اور پردہ کے بغیر بات چیت کریگا۔ ہم یہی دو باتیں حضور علیہ السلام کے متعلق اس دنیا میں مانتے ہیں کہ حضور نے خدا کو دیکھا اور ہمکلامی فرمائی فاوحی الی عبدہ کی رمزیں فاش ہوئیں استعارے کنائے اور تشبیہیں ختم ہوئیں۔ بیان وتبیان والیضاح کے مدارج شروع ہوئے۔

حدیث نمبر 38

سمعت جابرؓ ایقول سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

(مسلم ج ا ص ۴۸)

ترجمہ:۔ میں نے جابرؓ سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی عجیب تعلیم مسلمانوں کو دی ہے اگر مسلمان اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو یہ روز روز کے فتنے اور فساد ختم ہو جائیں سب برائیوں کی جڑ بد زبانی فحش کلامی غیبت چغلخوری اور برا بھلا کہنا ہے اس کی وجہ سے معاشرتی مقاطعہ ہوتا ہے قتل ہوتے ہیں اور فساد مچتے ہیں اگر مسلم قوم حضور علیہ السلام کی اس ایک حدیث پاک پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ اخلاقی اور معاشرتی طور پر مہذب ترین قوم بن سکتی ہے جب سے مسلم قوم نے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑا ہے وہ ہلاکت کے گڑھے اور تباہی کے تلاطم میں جا پڑی ہے طرح طرح کی خرابیاں اور فساد مچ رہے ہیں۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کی روشنی نے کفر پسندانہ ظلمت آفرین آنکھوں کو مسحور کر دیا لیکن افسوس ہے مسلم قوم پر جس نے حضور علیہ السلام کی تعلیمات کو ہی بھلانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حضور علیہ السلام پر ہی زبان درازی کی گئی نبی امی فداہ روحی صلے اللہ علیہ وسلم پر زبان کھولی گئی آپ کے اوصاف کمال قابلِ زوال بنانے کی ناپاک کوششیں کی گئیں کسی نے حضور علیہ السلام کو بڑے بھائی جیسا سمجھا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ ہر حیثیت میں چھوٹا بھائی بڑے بھائی کا شریک ہے حالانکہ ہمارے نبی پاک کا کوئی اپنے اوصافِ کمال میں شریک نہیں ہو سکتا اگر ان کے مساوی و شریک ہونے کا کسی کو وہم ہے تو وہ حضور کی ابدی و ازلی قیادت کو چھوڑ دے اور کوئی ایسا قائد تلاش کرے جو اوصاف کمال سے متصف ہو صرف اس کا بڑا بھائی نہ ہو ورنہ **خسر الدینا و الآخرة** کی گلی سے گزرنا پڑیگا اور یہ اخوت کام نہیں آئیگی۔

کوئی اور بولا تو اس سے بھی بلند بانگ دعوی کر دیا خوابیں آنے لگیں حضور پُر نور علیہ السلام کو پل صراط سے گرتے ہوئے دیکھا اور حضور علیہ السلام کو تھاما۔ آپ اتنا تو جانتے ہوں گے کہ پل صراط سے گرنے والے کدھر جاتے ہیں اس بات کو ذہن میں رکھیئے اور پھر اس دعوائے توحید و ایمان کرنے والے مسلم سے پوچھیئے کہ حضور آپ کا خواب کس محور پر گھوم رہا ہے۔ قربان جاؤں اس نبی برحق پر جس نے ارشاد فرمایا کہ امتی پل صراط سے گذریں گے تو میں خدا سے دعا مانگوں گا **یا رب سلم امتی یا رب سلم امتی** (یا اللہ میری امت کو بچالے پل صراط سے گر نہ جائے) سبحان اللہ دنیا بھر کو تھامنے والے **انا آخذ بحجزتکم و انتم تقحمون**۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۰ مجتبائی) (تم جہنم میں گرنے کی کوشش کرتے ہو اور میں تمہیں تہ بند (پیٹی وغیرہ) سے پکڑ کر باہر نکالتا ہوں) امت کا سہارا گناہگاروں کا شافع مجرموں کو محشر کی مصیبت بھری فضا کو جنت کی پر امن و راحت بخش فضا میں تبدیل کرنے والا، ستر ہزار فرشتوں کے سلاموں میں اپنی قبر مبارک سے اٹھنے ولا، فاطمہ کا ابا، حسنین کا نانا، صدیق کا یارِ غار خود پل صراط کو عبور نہیں کر سکتا اور دو ٹکے کے مولوی ہاتھ تھامے پھر رہے ہیں کیا یہی شانِ رسالت ہے اس سے بڑھ کر حضور کی بے ادبی اور دربار نبوت میں گستاخی کیا ہوگی خوب فرمایا۔

ے ظالم اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے۔ کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی (تبغیر لفظی)

ایک اور دریدہ دہن بولا حضور پُر نور شافع یوم النشور کی احادیث کی ضرورت ہی نہیں یہ تو چھوٹے میاں تھے بڑے میاں بولے جو فسادات رونما ہوئے ہیں وہ حضور کی سنت و حدیث کا کرشمہ ہیں (العیاذ باللہ) سبحان اللہ! چھوٹے بھائیوں کے بڑے بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں اور نبی کو اپنا بڑا بھائی کہ کر شائد وہ نبیوں سے ایسا مظاہرہ ہی کرانا چاہتے ہوں لیکن یاد رہے نبیوں کی زبان پاک اور انکا بیان پاک، احادیث بیکار ہوں تو آپ کے ہاں ضرور ہوں کیونکہ آپ کی آزادی پر پابندی یہ عائد کرتی ہے آپ کی مکروہ صورت کو سرِ بازار یہ پیش کرتی ہیں آپ کے اعمال کا یہ جائزہ لیتی ہیں آپکے

کردار کا بھانڈا چورا ہے میں یہ پھوڑتی ہیں۔ حضور پُرنور کی نگاہ سے آپ نہیں چھپ سکتے آپکی صورت سے حضور واقف تبھی تو اطلاع دیتے گئے۔ ہاں تو یہ جو نبی سبیل اللہ آپ نے فساد مچایا ہوا ہے اور ایک پوری جماعت کو درس الحاد و تلبیس دے رہے ہیں ذرا تکلیف گوارا کر کے یہ تو بتاتے جائیں کہ جناب والا نے کون سی حدیث نبوی سے یہ سبق سیکھا ہے **فاتوا ببرھان ان کنتم صادقین** کیا آپ کے یہ عقائد اسی نبی کے متعلق ہیں جس کی عالمگیر قیادت پر آپ کا ایمان ہے یا تو پھر آپ اپنے دعوی ایمان میں جھوٹے ہیں یا پھر حضور علیہ السلام کی عالمگیر قیادت پر آپ کا ایمان نہیں اور یا پھر محض اسلامِ زبانی ہے اور اپنی بدکرداری چھپانے کی ایک نشانی ہے۔ کیا یہ اس نبی کے متعلق تم ارشاد فرما رہے ہو جس کے اشاروں سے چاند ٹکڑے ہوا سورج ڈوب کر واپس آیا، طعام میں برکت ہوئی۔ کافروں کے منہ پھر گئے۔ درخت دوڑتے آئے لبیک یارسول کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی، بداخلاقی اور بدکرداری کی جگہ مکارم اخلاق اور حسن کردار نے لے لی، حیوان انسان بن گئے، ظالم عادل بن گئے، فقیروں کو دولت ملی، بزدلوں کو شجاع بنایا، جاہلوں کو عالم بنایا اور کافروں کو دولتِ ایمان سے سرشار کیا، مغلوب غالب آئے، رحمت کے دریا بہادیئے اور ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. الانبیاء آیت ۱۰۷﴾ کے تختِ جمال پر بیٹھ کر ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ. یوسف آیت ۹۲﴾ (تمہیں کچھ نہیں کہا جائیگا) کے مبارک نغمہء سے فضا کو امن وسکون برکت ورحمت سے بھر دیا اور آج اسی نبی کو بڑا بھائی، پل صراط سے گرنے والا، فسادوں کی بنیاد وغیرہ بکواسات سے یاد کر رہے ہو کیا یہ **سلم المسلون من لسانه** کا حق ادا کر رہے ہو۔ اللہ کے لیے کچھ تو شرم کرو اگر تمہیں سب کچھ بھول چکا ہے تو اتنا تو یاد رکھو کہ تم اس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
منکرو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا　　　(تبغیر لفظی)

قرآن کریم نے چغلخوری کو زبردست جرم قرار دیا ہے اور مصطفیٰ شافع روزِ جزا کی مذکورہ بالا حدیث قرآن کی شرح ہے قرآن نے مسلمان کی شان یہ بیان کی ہے

﴿وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ. الحشر آیت ۱۰﴾ (یا اللہ ہم سے پہلے ایمان لانے والوں کی بھی مغفرت فرما) اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ''کہ مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا'' مگر افسوس کی سلم المسلمون پر عمل پیرا ہونے والی لا الہ کہنے والی امت آج بازاروں میں پھر پھر کر احکام خداوندی وارشاداتِ نبوی کے پرخچے اڑاتی پھر رہی ہے گالیاں اور فحش کلامی کا فقط منتہی نورِ خدا مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں مخلصوں اور صحبت یافتوں کو بنایا جارہا ہے اور پھر اسلام کا دعویٰ کیا جارہا ہے کیا یہی وہ اسلام ہے جو خدائے قدوس نے حضور علیہ السلام کے ذریعہ بطور اتمام نعمت ہمیں عنائت فرمایا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے انہی اعمال کو دیکھ کر آج غیر قومیں اپنی قلبی شقاوت کے باوجود اسلام سے معطر ہورہی ہیں اگر حقیقی اسلام آج بھی سامنے آجائے اور عملی طور پر وہ مسلمانوں کے گھروں معاشروں اور عدالتوں میں مروج ہوجائے تو کوئی وجہ نہیں کہ منکرانِ توحید ورسالت پروانوں کی طرح اسلام کی شمعِ منور اور نورِ رسالت پر قربان نہ ہوجائیں۔ نبی کی شان وہ اور نبی کے دوستوں کی شان یہ اور مسلمان دنیا کا عمل یہ۔۔۔ جو کفر واسلام کے درمیان اب حائل ہیں وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے ظالمو! کچھ سوچو مگر مسلمان ہیں کہ خوابِ غفلت میں مدہوش پڑے ہیں اور وہی منحوس نعرے لگ رہے ہیں جو اسلام کی شان کے سراسر خلاف ہیں۔

حدیث نمبر 39

عن تمیم الداری ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للّٰہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین و عامتہم؛

(مسلم اصح المطابع ج ۱ ص ۵۴)

ترجمہ:۔ تمیم داری فرماتے ہیں حضور شافع یوم النشور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین نصیحت (خلوص کا نام) ہے ہم (جماعت صحابہ) نے عرض کیا یارسول اللہ کن کے لیے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول مسلمانوں کے رہنماؤں اور عام

لوگوں کے لیے نصیحت (ہی دین ہے)

حدیث پاک کی شرح وتفسیر سے پہلے ضروری ہے کہ لفظ نصیحت کی تشریح وتفسیر کر دی جائے تا کہ شکوک واوہام نہ پیدا ہوں۔ نصیحت مصدر ہے عرب والے اسے عموماً مندرجہ ذیل معنوں میں استعمال کرتے ہیں نصح بمعنی خاط کپڑا سینا۔ گویا نصیحت کرنے والا اپنے مخاطب کو خرابیوں اور بداعمالیوں بدعقیدگیوں سے اسی طرح محفوظ اور پاک رکھنا چاہتا ہے جس طرح کپڑا سینے والا پوری کوشش سے کپڑے کو صاف و پاکیزہ رکھتا ہے اور حتی الوسع اسکی سلائی بڑی چابکدستی اور ہوشیاری سے کرتا ہے نصح العسل شہد کو صاف کیا اور موم سے اسے الگ کر دیا۔ گویا نصیحت کرنے والا اپنے مخاطب کو اچھے اخلاق کی دعوت دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح شہد صاف ہو کر بے عیب ہو جاتا ہے اسی طرح میرا مخاطب و منصوح بھی بداخلاقی کی لعنت بداعمالی کے عذاب اور بدکرداری کے جہنم سے نجات پا جائے۔ تو اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ نصیحت بمعنی خلوص ہے اس واسطے احقر نے حدیث پاک کا ترجمہ کرتے ہوئے نصیحت بمعنی خلوص لیا ہے۔

نصیحت کی شرح اور اقسام علامہ ابوسلیمان خطابی نے شرح و بسط سے بیان فرماتے ہوئے ایک نفیس و شاندار بحث تحریر فرمائی ہے ہم اس کو مختصراً تحریر کر دیتے ہیں۔ حدیث پاک کا پہلا فقرہ ہے کہ ”اللہ کے لیے خلوص ہو“ یعنی خدائے واحد و برتر پر بندہ ایمان لائے اور مولا کریم کی ذات وصفات اور اوصاف میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے مولا کریم کی جلالی و جمالی سب صفات کا اقرار کرے یوں نہ ہو کہ اگر طبیعت ماحول اور دماغ نے مان لیا تو تسلیم اور اگر یہی باعثِ انکار بن جائیں تو انکاری بن جائے۔ اللہ کریم کو سب نقائص سے پاک مبرا سمجھے۔ ایسی کوئی صفت ذات باری کے لیے تسلیم نہیں کی جا سکتی جو باعث نقص ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کمربستہ ہو جائے گناہوں سے اس لیے بچے کہ مولا کریم کی گناہوں میں رضا نہیں ہے۔ اگر کسی سے دشمنی رکھے تو اس لیے کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اور کسی سے محبت ہو تو صرف اور صرف اس لیے کہ وہ اللہ کا محبوب ہے۔ اللہ کے دوستوں سے دوستی اور اللہ کے نافرمانوں کی نافرمانی کرے۔ اللہ کریم کے منکروں سے اعلان جنگ کر دے۔ اللہ کی نعمتوں کا اقرار

کرے جس نے ان گنت نعمتیں عنائت فرمائیں۔ انسان بنایا، عقل دی، علم دیا، آنکھیں دیں، باقی حواس دیئے، کھانے پینے کے اسباب مہیا فرمائے اگر صرف یہی دیکھا جائے کہ مولا کریم کس طرح رزق پہنچاتے ہیں تو انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے پتھروں کے اندر کیڑے موجود ہیں خوراک کا کوئی ذریعہ نہیں لیکن قربان جایئے مولائے کل رازقِ کل پر جو پتھروں میں کیڑوں کو روزی پہنچاتا ہے اتھاہ سمندروں کی تہوں میں رہنے والی مخلوق اسے نہیں بھولتی سب کچھ اسکی پاک نظر کے سامنے ہے سمندروں کی تہیں ہمالہ ایسے پہاڑوں کے فولادی پتھر کسی چیز کو اس کی نگاہِ پاک سے چھپا نہیں سکتے اور نہ ہی اس کے نظامِ رزق رسانی میں روڑا اٹکا سکتے ہیں۔ کسی کے لیے پانی موت کا ذریعہ ہے اور کوئی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا کوئی خاک چاٹ رہا ہے اور اسی کو نعمت سمجھے ہوئے ہے اور قدرت نے اس کے لیے اسی کو باعث حیات بنایا ہے تو کوئی ہوا پھانک کر گزر اوقات کر رہا ہے نہ اس کے علم کی وسعت محدود نہ اس کے رزق رسانی کے اسباب محدود نہ اسکی قوت محدود نہ اس کے انعامات کی حدوعد۔ ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. النحل آیت ۱۸﴾ (اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو شمار نہیں کر سکو گے) کا پیغام ازلی وابدی آج بھی اعلان کر رہا ہے کہ اللہ تعالٰی کی نعمتوں کے دروازے کھلے ہیں اللہ کی نعمتیں محدود نہیں ہیں دامن پھیلاؤ لیتے جاؤ اور نعمت خداوندی کے پھول چنتے جاؤ۔ ﴿وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ. ابراھیم آیت ۷﴾ (اور اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں بڑھاؤں گا) کے نغمے سنتے جاؤ اور مولا کریم منعم ورحیم کو واحد لاشریک مانتے جاؤ۔ اور کہتے جاؤ ﴿اَنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ هود آیت ۹۰﴾ (بیشک میرا پروردگار سدا رحم فرمانے والا بہت محبت فرمانے والا ہے) اور منکران نعمت ربی وتوحید صمدی کو پیغام دیتے جاؤ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ. النساء آیت ۱۱۶﴾ (ترجمہ: بیشک اللہ تعالٰی مغفرت نہیں فرماتا اگر اس کے ساتھ شرک کیا جائے) خلق محمدی سے راہ پیمایاں وادی ضلالت کو ضلالت رزالت حماقت اور شرارت کے عمیق واندھیرے گڑھوں سے نکال کر نورِ سرور اور راحت وحضور میں لاتے آؤ۔ اور یاد رکھو کہ اتمام نعمت تم پر ہو چکا تمہارا راستہ چھوڑ کر

کسی دوسرے راستے سے اگر کوئی نعمت طلب کریگا تو وہ گمراہی کی وادی میں بھٹکتا پھرے گا روز محشر تک اس لمبی وادی سے نہ وہ نکل سکے گا اور نہ ہی ہدایت کا نور پا سکے گا جس نے یہاں تک آنا ہے باب نعمت سے گزرنا ہے وہ مصطفیٰ علیہ السلام کے نور کو دیکھتا آئے جو مصطفیٰ نوری کے نور کو دیکھ کر نہیں آئے گا وہ اپنے جیسے بشروں کے پاپوں کے سمندر میں غرقاب ہوگا ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةَ ؕ ذَالِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ. الحج آیت ۱۱﴾ (ترجمہ: دنیا اور آخرت میں اسے خسارہ ہوا یہی تو کھلم کھلا خسارہ ہے) انکے علاوہ سب افعال اعمال میں اس خلوص کو برتے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کا درس دے اسی کی تبلیغ کرے یہی احکام دوسروں تک پہنچائے مصنوعی پردوں کو ہٹائے اور کوشش کرے کہ لوگ صحیح معنوں میں اللہ والے بن جائیں۔ **للّٰہ الدین الخالص۔** (ترجمہ: خالص دین اللہ تعالیٰ کا ہے) کا نعرہ بلند ہو اور ایک دفعہ پھر نسل، قومیت، سلطنت اور تہذیب و رنگ کے بت اپنے سجے دھجے بتخانوں سے **لا الہ الا اللہ** کہتے ہوئے گر جائیں۔

حدیث پاک کا دوسرا لفظ ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے بھی ہم خلوص برتیں اللہ پاک کی کتاب پاک سے نصیحت یہ ہے کہ ہم ایمان رکھیں کہ قرآن حکیم مولا کریم کے ارشادات عالیہ کا مجموعہ ہے ایسی فصیح بلیغ پُر معرفت اور پُر حکمت کتاب ہے کہ اس جیسی کتاب نہ کوئی تھی نہ اب ہے اور نہ ہی آئندہ ہوگی اور مخلوق میں سے کوئی بھی اس جیسی کتاب نہ لکھ سکا ہے نہ لکھ سکے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ اللہ کی کتاب ایسی کتاب کوئی مخلوق کے دائرہ میں آنے والا لکھ سکے۔ اگر کوئی ایسی کتاب لکھ لے گا تو وہ گویا خالق کا ہمسر ہو جائے گا اور یہی شرک ہے۔ قرآن کی عزت کرنا ہمارا دینی اور اخلاقی فرض ہے ہم تبھی تک مسلمان اور مومن کامل ہیں جب تک کہ ہم قرآن کے تابع اور پیرو ہیں حضرت علامہ اقبالؒ نے سچ فرمایا ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بقرآن زیستن

آن کتابِ زندہ قرآن حکیم حکمتِ او لا یزال است و قدیم

وہ کتاب جس کی حکمت بھری باتوں نے روما و یونان کی محفلوں کی گرما گرمی اور ایران و ھند کے مذہبی اوہام کو صفحہ دہر سے محو کر دیا ظلمت کافور ہو گئی نور وھدایت و فطرت اجاگر ہوئی۔ انسان کو مقام انسانیت تک پہنچایا۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کے حقائق ورموز کو فاش کریں اس کی تلاوت ہو تو ایسی کہ پرندے فضا میں رکیں فرشتے زمین پر اتریں، پانی رستے چھوڑ دیں اور کفر اسلام سے تبدیل ہو جائے۔ اسکی تفسیر ہو تو اس طرح کہ وہ تاویلیں جو تحریف کرنے والوں اور قرآن حکیم پر طعن کرنے والے بدبختوں نے گھڑی ہیں اور ظلمت بھرے دلوں میں انہیں جاگزین کرنے کی سعی نامشکور کی ہے سب کی سب غبار راہ کی طرح ہوائے معرفت اور طوفان علم محمدی سے اڑ جائیں۔ قرآن کے لفظ لفظ کی تصدیق ہو جائے علوم حقیقی تخت ہدایت پر جلوہ گر ہوں قرآن کے حقائق، عجائبات، امور، مواعظ پر یقین اور ایمان محکم ہو۔ جو کچھ سمجھ آ جائے اس پر نجات دنیوی واخروی کے لیے عمل کیا جائے اور جو نہ سمجھ آئے اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے ورنہ اس پر ایمان رکھا جائے اور معاملہ خدا کے حوالہ کیا جائے ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ. آل عمران آیت ۷﴾ (علم میں پختہ لوگ) مشرق ومغرب شمال وجنوب تک قرآن کی نشر واشاعت کی جائے اندھیرے میں پھرنے والوں کو اس نور ابدی کی طرف بلایا جائے اور عملی طور پر پیش کیا جائے کہ اس قرآن پر عمل پیرا ہونے والے انسانیت کے حقیقی مرتبہ پر فائز ہیں۔ نیز ضروری ہے کہ قرآن کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ من وعن اللہ تبارک وتعالیٰ سے بذریعہ جبریل علیہ السلام جناب فخر الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام اور حضور پُر نور سے من وعن اپنے احباب واصحاب کے ذریعہ اپنی امت مرحومہ کو عنائت فرمایا نہ اس میں زیادتی ہوئی اور نہ کمی کی کسی میں طاقت ہے کہ خدا قدوس کی کتاب کو جس کی حفاظت جمع اور نشر کا کام خدا نے اپنے ذمہ لیا ہو بدل سکے اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ ان وعدوں اور حفاظتی تدبیروں کے باوجود پھر بھی قرآن تبدیل کر دیا گیا تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ختم نبوت پر ناپاک حملہ ہے کیونکہ اگر قرآن مکمل نہیں تو ابھی کسی اور نبی کی ضرورت ہو گی جو مکمل قرآن لائے اور اس کا لایا ہوا قرآن قیامت تک تبدیل نہ ہو۔ کیا مسلمان

کہلانے والا کوئی آدمی یہ کہ سکتا ہے کہ خاتم الانبیاء کی آخری کتاب جو تکمیل دین الہی کے لیے نازل ہوئی تھی نا مکمل ہے (تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا) (اللہ کریم ان باتوں سے بہت بلند ہے) مسلمان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن ایسی کتاب نہیں جو کل یا پرسوں تحریر کی گئی ہو یہ خدائے برتر و اعلیٰ کا کلام ہے اور ابدی ہے یہ مخلوق نہیں کہ دوسرے مخلوق کی طرح آغاز و ساخت کا محتاج ہو اس کی ابتدا نہیں نہ انتہا ہے کیونکہ کلام اللہ خدا کی صفت ہے اور خدا کی صفتیں آنی اور فانی نہیں ہیں۔ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے حضرت امام سیدنا احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خون پیش کیا ہے سبحان اللہ کیا قرآن کی حفاظت ہے کہ خدا والے خدا کی کتاب کی عزت و احترام کے لیے اپنا خون پیش کر دیتے ہیں اور خون کی سرخی شہادت دیتی رہتی ہے کہ قرآن ایسی کتاب نہیں جو فانی اور وقتی ہو نہیں نہیں اگر ہماری شہادت ابدی ہے اگر ہماری زندگی کو دائمی زندگی کا شرف حاصل ہے تو یاد رکھو کہ جس کے لیے یہ خون گردن سے بہ نکلا ہے اور جس کے لیے لاشے تڑپے ہیں وہ بھی ابدی اور دائمی ہے۔ افسوس کہ آج قرآنی تعلیمات کی جگہ انسانی تعلیمات نے لے لی اور ہم نے سمجھا کہ ہم ترقی کی راہ پر چل پڑے ہیں حالانکہ جس دن سے ہم نے قرآن چھوڑا ہے اس دن سے ترقی نے ہمیں خیر باد کہا ہے ﴿اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ. آل عمران آیت ۱۳۹﴾ (ترجمہ: تم ہی سب سے اعلیٰ ہو اگر تم مومن ہو) کا پاکیزہ اعلان ختم ہوا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمان کو مسلمان بننے کی توفیق مرحمت فرمائے تا کہ وہ انعاماتِ خسروانہ سے بہرہ ور ہوں۔

حدیث پاک کی تیسری جزو بڑی ہی اہم ہے کیونکہ رسول کی رسالت تسلیم کرنے سے ہی وہ سب احکام جو توحید کتاب اور اعمال و اعتقادات کے متعلق ہیں کسی کے ذمہ لازمی قرار پاتے ہیں اگر کسی رسول کو رسول نہ سمجھا جائے تو اسکی پوری تعلیمات لغو اور فضول بن کر رہ جاتی ہیں۔ ہم توحید کے قائل ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ توحید جو ہم سمجھ رہے ہیں برحق ہے اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوازم و اوصاف اور تعریفات ہم نے توحید کے لیے سمجھ رکھے ہیں درست ہیں بلکہ اس کا

مطلب یہ ہوگا کہ توحید وہی قابلِ سند ہے جو ہمارے آقا و مولا سید کل ختم رسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتائی ہے، اور اوصاف و تعریفات ہمیں دیں، وہی درست اور صحیح معلوم ہوتی ہیں جو محبوبِ مدنی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمائی ہیں گویا توحید اور دیگر علوم شریعت مطہرہ سب کے سب درست اور صحیح تبھی قرار پاتے ہیں انہیں تسلیم کرنے والا مومن تبھی کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ توحیدی احکام کو اس طرح مانے جس طرح ہمارے نبی اکرم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس راستہ کو چھوڑ کر توحید کے اقراری لوگوں کو آج تک کسی نے بھی مسلمان نہیں کہا۔ اگرچہ آج مسلمانوں کی ایک جماعت ہی توحید کے متعلق کچھ اس قسم کے نظریئے پیش کر رہی ہے اور توحید کے کچھ ایسے اوصاف بیان کر رہی ہے جو نہ حضور پُر نور علیہ السلام نے ہمیں تعلیم فرمائے ہیں اور نہ صحابہ کرام ائمہ عظام اور صلحائے امت مرحومہ نے کبھی توحید یا اوصاف حمیدۂ توحید سمجھ کر بتائے اور نہ ہی ان پر مدارِ شرک و کفر رہا، نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اور نہ ہی یہ چوں چوں کا مربہ عقائد اصلیہ کو بگاڑ سکے گا۔ اس مختصری تمہید کے بعد ہم ''نصیحت رسول علیہ السلام'' کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص کہ آپ کی رسالت عالمگیر پر یقین و تصدیق ہو اور حضور شافع یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی مولا کریم کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لایا جائے۔ یہ ایک مختصر سا اجمالی جملہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات اور حضور کی متبرک ذات کی پاکیزہ صفات کو تسلیم کیا جائے۔ سو یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور پُر نور بہ فحوائے حدیث (**اول ما خلق اللہ نوری**) نور ہیں کیونکہ ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کے وجود مسعود سے پہلے بشریت نہیں تھی اور حضور کریم علیہ التحیہ والتسلیم حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھے وہ کون سا وجود تھا؟ اگر منکرانِ نورِ محمدی میں جرات ہے تو ثابت کریں کہ حضور علیہ السلام بشریت سے پہلے فلاں اصلیت رکھتے تھے؟ اور اگر اس کا ثبوت نہیں ہے تو پھر بسم اللہ پڑھ کر تسلیم کر لیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور بشری لباس میں ہدایت کے لیے مولا کریم نے انہیں مبعوث فرمایا ہے تو گویا حضور کی ذات کو تسلیم کرنے

کے لیے بنیادی شرط یہی ہے کہ آنجناب علیہ السلام کو نور مانا جائے چونکہ حضور علیہ السلام خود اپنی ذات مقدس نور ارشاد فرما رہے ہیں لہذا ہم گدایانِ خاکِ پائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے آقائے عربی فداہ روحی وقلبی نور ہیں ﴿قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ. المائدہ آیت ۱۵﴾ (ترجمہ: تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا) ﴿مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ. النور آیت ۳۵﴾ (ترجمہ: اس کے نور کی مثال ایک آلے کی طرح ہے) کی آیات مقدسہ ومتبرکہ اس نور کی ضیا پاشیوں اور کفر سوزیوں کی خبر دے رہی ہیں۔

صفات محمدی کو تسلیم کرنا بھی عین ایمان اور اصل اسلام ہے ہم مانتے ہیں کہ کمالات کا اختتام حضور شافع یوم النشور پر ہوا خداوند کریم نے جو کچھ ہمارے آقا و مولا کو عنایت فرمایا نہ وہ کسی کو ملا اور نہ ہی کسی کو مل سکے گا۔

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ. الانبیاء آیت ۱۰۷﴾

انا خاتم الانبیاء و انتم خاتم الامم اشفع تشفع سل تعط.

﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی. الضحی آیت ۵﴾ (ترجمہ: جلد اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا تو آپ راضی ہو جائیں گے) کی خوشخبریاں آقائے مدنی کے علاوہ کس کو ملیں نبیوں کے لیے رحمت فرشتوں کے لیے صلحاء کے لیے رحمت، اقطاب و اوتاد کے لیے رحمت اور ہم گناہگاروں کے لیے رحمت۔ لطف یہ کہ ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ. الاعراف آیت ۵۶﴾ (ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے) خدا کی رحمت محسنوں کے قریب اور حضور رحمت ہوں اور ہم سے دور رہیں ہم حضور کو قریب مانتے ہیں اور جو قریب ہو وہ سب جانتا ہے لہذا میرے آقا و مولیٰ سب مغیبات جانتے ہیں اور آپ پڑھ چکے ہیں کہ سب سے پہلے خدا نے حضور کو پیدا فرمایا سب کچھ حضور کے سامنے بنا جو چیز سامنے بنی ہو کیا کوئی اسے بھی نہیں جانتا؟ اور اگر کوئی کہہ دے کہ نہیں جانتا تو اس کی عقل کا ماتم کیا جائے یا یہ مان لیا جائے کہ واقعی پاس بیٹھنے والے کو علم نہیں؟ سبحان اللہ مولا کی عطائیں ﴿عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا. النساء

آیت ۱۱۳﴾ (ترجمہ: اور آپ کو سکھلایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے)

﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ. الجن آیت ۲۷﴾ (ترجمہ: مگر جس رسول کو چن لے) ﴿اِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا. الطور آیت ۴۸﴾ (ترجمہ: اور بیشک آپ ہماری آنکھوں میں ہیں) ہماری آنکھوں میں رہنے والے اللہ اکبر۔ خدا کی آنکھوں میں رہنے والا پیارا محبوب کچھ نہ جانے اور زید عمرو بکر جانتے پھریں یہی نہیں بلکہ راندۂ درگاہ خداوندی شیطان سب کچھ نص قرآن سے جان جائے اور مسلمان کہلانے والے امنا وصدقنا سے زمین سر پر اٹھالیں لیکن اگر حضور شافع یوم النشور کو خدائے قدوس سب کچھ بتادے تو شرک کے نعروں سے آسمان پھاڑنے کے لیے یہی مجاہدین اسلام جدید تیار ہو جائیں۔ ان سے پوچھو تو سہی جب حدود امکان اور سرحد مکان سے نکل کر محبوب ومحبّ طالب ومطلوب عاشق ومعشوق کی باتیں ہوئیں جہاں فرشتے بھی نہ پہنچ سکے اگر شک ہے تو حدیث پڑھ لو۔ ﴿لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل﴾ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے جہاں نہ تو مقرب فرشتہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی بھیجا ہوا رسول) وہاں بلایا دیدار کرایا نور سے نور ملا حسن سے حسن ملا اور پھر راز باقی رہ گئے علوم عطا نہ ہوئے آپ وہاں کس جگہ تر از و پکڑ کر بیٹھے تھے اور عاجزی سے کہہ رہے تھے کہ یا اللہ! علم کلی حضور کو نہ دینا ورنہ ہماری ٹھیکیداری اور پٹہ داری ختم ہو جائیگی۔ وہاں مولا کریم نے آپکو گورا جواب تو نہیں دیا تھا کہ ﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی. النجم آیت ۱۰﴾ (ترجمہ: پس اس نے اپنے بندۂ خاص کو وحی فرمائی جو وحی فرمانا چاہی) اے شانِ نبوت سے جلنے والو! ہم اپنے نبی کو سب کچھ دے رہے ہیں۔ دینا ہم نے ہے لینا انہوں نے ہے اور جل تم رہے ہو، جلنے والوں کی صف میں شامل ہو جاؤ۔ کون کون سی صفت گنوں رحمت عالم کہوں، نور مجسم لکھوں، شفیع المذنبین کے نام نامی سے یاد کروں یا قائد الغر المحجلین کے اسم گرامی سے پکاروں۔ سب کچھ کہہ جاؤں گا لیکن اوصاف وصفات مصطفےٰ علیہ السلام مجھ سے کب بیان ہو سکیں گی۔

میرے آقا کی مداحی انسانوں جنوں فرشتوں اور کائنات سے نہیں ہوسکتی ان کی حقیقی تعریف وہی جانتا ہے جس نے انکے حسن کی ضیا پاشیوں اور ضیاریزیوں کے لیے تخلیق کل کی، (**فسبحان الذی اعطاک یا رسول اللہ ما لم یوت احد من العالمین**) (ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جس نے آپ کو وہ عطا فرمایا جو سب دنیاؤں میں کسی کو نہیں ملا) خلوص رسالت کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ ہم ایسی متبرک ذات ستودہ صفات کے سب احکام جو آپ فرمائیں ان پر لبیک کہیں اپنی عقلوں کو حضور علیہ السلام کے معاملہ میں دخیل نہ سمجھیں آپ جس سے منع فرمائیں اسے چھوڑنے میں لمحات کا انتظار نہ کریں ارشاد و تعمیل میں تفریق نہ ہو تا کہ سعادت ابدی اور نعمت لم یزلی سے بہرہ ور ہوسکیں، ہر ممکن ذریعہ سے حضور پاک سے تعاون ہو یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور علیہ السلام سے صحابہ نے تعاون کیا اور ہم محروم رہ گئے یہ درست ہے کہ جو تعاون حضور علیہ السلام سے صحابہ نے کیا وہ ہمیں نصیب نہیں ہو سکتا لیکن ہمارے نبی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے ان کا اختتام نہیں عاشق انوار مصطفیٰ کیا خوب فرماتے ہیں

؎ عبدہٗ با ابتدا بے انتہا ست　　عبدہٗ را صبح و شام ما کجا است۔

آپ سے ہم اس طرح تعاون کر سکتے ہیں کہ جس طرح صحابہؓ نے آپ کے دشمنوں کے ناطقے دلائل کی قوت اور کردار سے بند کر دیئے تھے ہم بھی ایک دفعہ اس قوت و کردار کا مظاہرہ کریں،

اور دنیا داروں کو بتا دیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کسی نئی قیادت، کسی جدید نبوت، کسی نئے آئین و قانون کی ضرورت نہیں۔ حضور علیہ السلام کے حقوق کی حفاظت کریں آپ کے ناموس اقدس پر پروانہ وار قربان ہو جائیں یہی وہ متاع عظیم ہے جس کی بدولت امیر ہیں "اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر" اگر ناموس رسول علیہ السلام ختم ہو جائے تو یاد رکھئے کہ ہم باقی نہیں رہیں گے۔ ہندو پاک کا ہر ذرہ شہادت دے رہا ہے کہ جب ناموسِ رسول پر کسی دریدہ دھن انسان نما حیوان نے ناپاک حملہ کیا تو ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت کے پروانوں نے اسے جہنم کا ایندھن بنایا۔ اور یہ کہ ہم حضور علیہ السلام کی سنت اور طریقہ کو زندہ رکھیں عملی نمونہ لوگوں

کے سامنے پیش کریں آپ کی حدیث پاک اور دعوتِ نبوت کو عام کریں آپ کی شریعت مطہرہ کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچائیں اور عقل کل کو چھوڑ کر جزوی عقلوں کے پیچھے دوڑنے والے مجنوں قسم کے عاشقوں کو بتادیں کہ تمہاری لیلائے عقل نے جو اعتراض شرع مصطفوی پر کیئے ہیں وہ صرف بے معنی ہی نہیں ہیں محض بکواسات ہیں آپ کی شریعت مطہرہ کی رمزیں فاش ہوں اس کے معانی و مطالب واضح ہوں اس کی تعلیمات سہل ہوں تو دنیا کی کایا پلٹ جائے اس طرح کون کرے وہی جو محمد عربی کی ابدی قیادت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوں۔ اور آپ کی شریعت مطہرہ کو عملی طور پر نافذ کر کے اور اخلاق محمدی کا نمونہ پیش کرنے سے جی نہ چراتے ہوں۔

حضور کی محبت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آپ کی اہل بیت اور صحابہ عظام سے محبت رکھے کیونکہ وہ خلقِ محمدی کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں اہل بیت سے حضور کی بیویاں اور حضور کے رشتہ دار اولا د امجاد مراد ہیں۔ کوئی عقلمند یہ نہیں کہ سکتا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل بیت ہوں اور فاطمہ کی والدہ ماجدہ اہل بیت نہ ہوں۔ آیت تطہیر مصطفیٰ علیہ السلام کی بیویوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور انہی کو اہل بیت کہا گیا ہے سیدنا علی حضرات حسنین اور خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور نے کملی اوڑھا کر اہل بیت میں داخل فرمایا ہے تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل بیت نہیں کیونکہ آیت صرف ازواج مطہرات کے لیے ہے مگر قربان جایئے عقل پر کہ جو جماعت نزول آیت تطہیر کا سبب ہے آج انہیں آیت تطہیر میں شامل نہیں سمجھا جاتا اور جنہیں محض شانِ رحمت ظاہر کرنے کے لیے اور جن کا احترام منوانے کے لیے حضور علیہ السلام نے کملی کے نیچے لیا ہے انہیں آیت تطہیر کا واحد حقدار مانا جاتا ہے، فیاللعجب۔ اہل بیت صاف لفظ ہے جس کا معنی ہے گھر والے، بیوی کو چھوڑ کر صرف بچے ہی کب گھر والے ہوتے ہیں اور پھر بچوں کے بچے بچیاں کس طرح بیوی کے علاوہ گھر والے قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اہل البیت کہا ہے حالانکہ جس وقت انہیں اہل البیت کہا گیا ان کی کوئی اولاد نہیں تھی بتایئے اب اہل بیت میں کون آپ شامل کریں گے جبکہ بیوی شامل نہیں ہوگی اور بیوی کے علاوہ گھر میں اور کوئی بال بچہ نہیں ہوگا؟ کہا

جاتا ہے کہ اگر خاوند طلاق دے دے یا مر جائے تو بیوی دوسری جگہ چلی جاتی ہے پھر وہ اہل بیت کیسے رہ سکتی ہے؟ جناب والا! یہ آپ کی بیویوں کی بات نہیں ہو رہی کہ آپ طلاقیں دیدیں یا مر جائیں تو وہ دوسری جگہ چلی جائیں اور آپ کی اہل بیت نہ رہیں اور نہ ہی آپ کے اخلاق حمیدہ کا ذکر خیر ہو رہا ہے کہ ذرہ ذرہ سی بات پر آپ جامے سے باہر ہو جائیں اور طلاقیں کہتے پھریں۔ بلکہ یہاں اہل بیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اور یہاں ذکر ہے اخلاق محمدی کا۔ اگر آپ قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے تو آپ کو صاف معلوم ہو جاتا کہ خدائے برتر نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منع فرما دیا تھا کہ یا رسول اللہ جو بیویاں آپ کے گھر آ گئی ہیں اب آپ انہیں جدا نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کی جگہ کوئی دوسری بیوی تبدیل کریں گے جس طرح ہم نے آپ کو منتخب کیا اسی طرح آپ کی بیویاں بھی منتخب کیں......

طلاق کا مسئلہ تو ختم ہو گیا اب رہی یہ بات کہ خاوند مر جائے اور عورتیں اہل بیت نہ رہیں یہ بھی حضور علیہ السلام کی بیویوں کے لیے ذہن میں نہیں آ سکتا کیونکہ قرآن نے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے اقراریوں سے صاف صاف فرما دیا ہے کہ حضور کے انتقال مکانی کے بعد خبردار حضور کی بیویوں کو کوئی نکاح میں نہ لائے مطلب واضح ہے کہ وہ اہل بیتِ نبی ہیں اور کوئی بھی ان کی اس سعادت کو ان سے چھین نہیں سکتا اس حکم سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضور حیات النبی ہیں آپ زندہ ہیں تمہاری طرح مردہ نہیں کہ بیویاں نکاح کر لیں، زندہ ہیں اور زندہ خاوندوں کی بیویاں نکاح نہیں کر سکتیں، فرمایئے حضور جب میرے آقا زندہ ہیں تو بیویاں آپ کی نکاح کے متعلق سوچ بھی سکتی ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے دونوں اعتراضات قرآن حکیم کی آیات سے کافور ہو گئے ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ. یونس آیت ۳۲﴾ (ترجمہ: پس حق کے بعد تو صرف گمراہی ہے)

مطلب یہ ہوا کہ حضور کی بیویاں اور قریبی رشتہ دار جو حضور کے گھر والے ہیں اور مومن ہیں اہل بیت ہیں اور آپ کی اولاد امجاد اور نواسے کملی کے نیچے آ جانے کی وجہ سے اہل البیت ہیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ وہ بھی اہل بیت ہیں جو حضور کے گھر

میں انتقال کے بعد محو استراحت ہیں اور قیام قیامت تک حضور کے گھر رہ کر اہل بیت بن رہے ہیں اور دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں، اہل بیت کا حقیقی مفہوم کس خوبی سے وہاں پورا ہو رہا ہے صحابہ کی محبت بھی ضروری ہے اور کسی صحابی کے خلاف کچھ کہنا شرعی طور پر سخت جرم ہے کیونکہ وہ اولین ناشرانِ علوم محمد و شریعت محمدیہ ہیں ان پر الزام قائم کرنا علوم محمد ﷺ علوم قرآن و شریعت پر الزام قائم کرنا ہے۔

صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف پایا ہو اس لحاظ سے اہل بیت بھی صحابی ہیں کیونکہ انہوں نے حضور کی صحبت کا شرف بھی پایا ہے اور کلمہ توحید و رسالت کا اقرار بھی کیا ہے پس جو لوگ صحابی کو برا بھلا کہتے ہیں اس معنی میں وہ اہل بیت سے بھی در گزر نہیں کرتے۔ دعا ہے کہ مولا کریم ہمیں اپنی اپنے محبوب پاک صحاب لولاک صحابہ کرام اہل بیت عظام اور صلحائے امت کی محبت عنایت فرمائے ہماری محبت اللہ کے لیے ہو اور دشمنی بھی اللہ کے لیے ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. البقرہ آیت ۲۰۱﴾

(ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں اچھائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا)

حدیث پاک میں مسلمانوں کے رہنماؤں کے ساتھ خلوص برتنے کی بھی ہدایت فرمائی گئی ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ رہنما دو قسم کے ہیں جنہیں ائمہ کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ایک تو شریعت مطہرہ کے علماء کرام ہیں ان سے خلوص برتنے کا معنی یہ ہے کہ جو احکام وہ شرع محمدیہ کے بیان کرتے ہیں، جو روایت حقہ وہ مذہب کے بارہ میں روایت کرتے ہیں ان احکام و روایات کو قبول کیا جائے اور ان کے اجتہاد کی داد دی جائے ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے کیونکہ وہ شریعت مصطفویہ کے خادم ہیں اس لیے مسلمانوں کو ان سے انس ہے کیوں نہ ہو اس جماعت میں حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، شاہ عبد القادر جیلانی علامہ ابنِ عربی اور دیگر اکابر امت پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں سے

مذہب اسلام کی وہ خدمات جلیلہ کیں کہ موافق تو موافق مخالف بھی تسلیم کر گئے۔ ائمہ کا دوسرا معنی یہ ہے کہ خلفاء اور دیگر حکام جو مسلمانوں کے نظم ونسق اور دیگر امور چلانے والے ہوتے ہیں ان سے خلوص کا معنی یہ ہوگا کہ حق معاملہ میں ان کی مدد کی جائے اور صحیح طور پر ان کی اطاعت کی جائے اگر وہ سیدھے راستے کو چھوڑ دیں تو انہیں سیدھے راستے کی نشان دہی کی جائے انہیں غافل نہ ہونے دیا جائے مسلمانوں کے حقوق سے اگر وہ ناواقفی کی صورت میں غفلت برتیں تو انہیں یاد دلایا جائے اسلامی احکام کے نافذ وجاری کرنے میں ہر امکانی طریقہ سے انکی مدد کی جائے اور ان سب خرابیوں کو ختم کرنے میں حتی الوسع انکا ہاتھ بٹایا جائے جو اسلامی نظام کے نفاذ میں حائل رہتی ہیں، ہر اس فتنہ کو دلائل کی تلوار سے کچل دیا جائے جو اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کے خلاف یا اسلامی سٹیٹ کو محض تباہ کرنے کے لیے کھڑا کیا گیا ہو جب اسلامی نظام ملک میں نافذ ہو حکمران عادل ہوں اسکی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ پہنچ رہا ہو تو اس کے خلاف ہرگز بغاوت کرنا دین میں جائز نہیں ہے اور اگر کوئی ایسی حالت میں حکمران کے خلاف کچھ کہتا ہے تو اسے نرمی سے سمجھا دیا جائے کیونکہ ان کے خلاف محض اس لیے نہیں ہو جانا چاہئے کہ وہ حکمران کیوں ہیں۔ ایسے نیک حکمرانوں کے پیچھے نمازیں پڑھنا زکوۃ کا مال بیت المال میں ان کے پاس جمع کرنا اور اگر وہ کوئی ادنی قسم کی غلطی کریں یا کسی مقدمہ کا غلط فیصلہ دے بیٹھیں تو ان کے خلاف تلوار نہ اٹھانا، ان کی جھوٹی تعریفوں کے پل نہ باندھنا ان کے لیے دعائے خیر کرنا اور سب سے بڑھ کر ضرورت پڑنے پر ان کی معیت میں جہاد کرنے کے لیے جانا اور فی سبیل اللہ جان پر کھیل جانا یہ سب باتیں باعث برکت ہیں۔ علامہ خطابی ائمہ سے مراد یہی دوسرا معنی لیتے ہیں۔ ائمہ امام کی جمع ہے اور امام رہنما کے معنی میں آتا ہے لہذا انبیوں کو بھی امام کہا جا سکتا ہے اور ہر اس شخص کو بھی اس معنی میں امام کہا جائے جو کسی غیر اسلامی جماعت کا قائد ولیڈر ہو قرآن نے کفار کے لیڈروں اور سرداروں کے متعلق کہا ہے

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ. القصص آیت ۴۱﴾

(ترجمہ: اور ہم نے انہیں جہنم کی دعوت دینے والے قائد بنایا)

یعنی وہ جہنم کی طرف بلانے والے امام تھے۔ تو جن لوگوں نے لفظ امام کے ساتھ عصمت کو لازم قرار دے رکھا ہے وہ مندرجہ بالا آیت میں عصمت کو پورا کر دکھائیں ورنہ صاف صاف لفظوں میں اعتراف کریں کہ ہر نبی امام ہوتا ہے اور عصمت اس امامت مع النبوت کا خاصہ ہے وہ امام جو نبی نہیں ہیں اور اسلامی علوم و فنون کے ماہر ہیں ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ معصوم مفترض الطاعۃ ہوں ہاں اگر مولا کریم انہیں پھسلنے نہ دیں اور ہر قسم کی اغلاط سے وہ بچ جائیں تو یہ خدا کا فضل ہے جو اس کے بہت سے بندوں کے شامل حال ہے کہا جاتا ہے کہ جب امام عصمت سے خالی ہیں تو پھر ان کی امامت تسلیم کرنے سے کیا فائدہ؟ حضرت اس عصمت والے معنیٰ میں ہمارے امام حضرت ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی عزت بخش عصمت امامت و رسالت کے ہوتے ہوئے کسی اور عصمت والے امام کی ہمیں ضرورت نہیں ہاں حضور کی شریعت قرآن کو پھیلانے اور سمجھانے والے بزرگوں کو محض پیشوا کی حیثیت سے ہم امام مانتے ہیں۔ اور بحوالہ آیت کریمہ ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ. نبی اسرائیل آیت ۷۱﴾ (جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے)

قیامت کے دن ہم صرف حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے امامت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے اگر یہ مفترض الطاعۃ معصوم امامت عام ہو جائے اور اطاعت کی عام دکانیں کھل جائیں تو فرمایئے قیامت کے دن آپ کس کس جھنڈے کے نیچے جائینگے اور کس کس امام کے پیچھے بھاگے پھرینگے۔ اس معنیٰ میں ہمارے لیے صرف ایک امامت ہے صرف ایک جھنڈا ہے صرف ایک چشمہ ہدایت ہے جس کی پیروی و اطاعت باعث سعادت و افتخار ہے اور وہ ہے جناب سیدنا و امامنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی ذات بابرکات جس سے سب ائمہ نے ہدایت و درجات حاصل کیئے ہیں اور اس کی امامتیں آپ کی امامت کی مرہون احسان ہیں اماموں کے امام آپ ہیں اور ہم گناہگاروں کے امام و ہادی بھی آپ ہی ہیں۔

عام مسلمانوں کے ساتھ خلوص یہ ہے کہ انہیں ایسی باتیں بتائی جائیں جو دنیا

اور آخرت میں ان کی بھلائی اور نیکی کا باعث بنیں کیونکہ امت مسلمہ کا یہ سب سے بڑا کام اصلاح اور خرابیوں کا دور کرنا ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ. آل عمران آیت ۱۱۰﴾

ترجمہ: تم سب سے بہتر امت ہو جنہیں لوگوں کے لیے بنایا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے **المسلم مراة المسلم** (مسلمان مسلمان کے لیے آئینہ ہے)۔ **المسلم كالبنيان** (مسلمان عمارت کی طرح ہے)۔

اگر دو مسلمان آپس میں ناراض ہو جائیں تو تین دنوں کے اندر اندر انہیں راضی ہو جانا چاہئے ورنہ شدید عذاب وعقاب کا خطرہ ہے فی سبیل اللہ ایک دوسرے کی بھلائی چاہنے والے اور محبت کرنے والوں کو بڑا ثواب ہے اور وہ جنت کے حقدار قرار پاتے ہیں یہی وہ شانِ امتیاز ہے جو اسلام کو باقی مذاہب سے اخلاقی دنیا میں جدا کرتی ہے اور اسلام حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کو بالکل تکلیف نہ پہنچائی جائے ہم پیچھے ایک حدیث اس مضمون کی نقل کر آئے ہیں حضور کا ارشاد ہے میرے امتی کو جب کانٹا چبھتا ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ یہ ہے وہ ہمدردی کا سبق اول جو حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اگر مسلمان کو کسی چیز کا علم نہ ہو خواہ وہ دین کے بارہ میں ہو خواہ دنیا کے بارہ میں تو دوسرے مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کی رہنمائی کرے اور قول و فعل سے اس کی امداد کرے خاموش تماشائی کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں ہے

ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ مسلمانوں کی عزت وعصمت کی حفاظت کریں ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھیں سلف صالین کے کارنامے اس بارہ میں آج تک تاریخ بنے ہوئے ہیں معتصم کو مسلمان قیدی خاتون پکار رہی تھی کہ میرا معتصم بھائی ابلق (چتکبرے) گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے گا اور مجھے چھڑا لے جائے گا۔ معتصم نے اس کی بات پوری کرنے کے لیے ابلق گھوڑے جمع کیے لشکر اکٹھا کیا اور حملہ کر کے مسلمان خاتون کو واپس لایا۔ سندھ پر محمد بن قاسم نے کیوں حملہ کیا اس لیے کہ ہندو حکمران نے چند مسلمان خواتین کو قید و بند کر لیا تھا لیکن آج وہی مسلمان قوم ہے جس کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں کفر کے

استبدادی پنجوں میں کراہ رہی ہیں اور ان کی فریادیں آوازیں مشرقی پنجاب وھند کی فضا میں گم ہو رہی ہیں۔ اور مسلمان خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا ہے۔

حالانکہ مسلمان کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کی دو طرح کی حاجتیں پوری کرے ان کی تکالیف کا مداوا کرے دو طرح کے منافع انکے کے لیے اکٹھے کرے۔ نرمی خلوص اور شفقت سے انہیں اچھائی کی باتیں بتائے اور برائی سے منع کرے۔

اپنے سے بڑے لوگوں کی عزت کرے ان کے احترام کو مدِ نظر رکھے قوم کے سردار کے احکام سے روگردانی نہ کرے مجلس میں ان کے لیے جگہ بنائے چھوٹوں پر مہربانی کرے نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اگر مسلمان صرف اس ایک اصول کو اپنا لیں تو آج بھی یہ دنیا جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ جس چیز کو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی چیز مسلمانوں کے لیے بھی پسند کرے اور جو اپنے لیے اچھی نہیں سمجھتا وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرے، مسلمانوں کے مال کو محفوظ رکھے یہ نہ ہو کہ ان کا مال ناجائز طور استعمال کرتا پھرے۔ غرضیکہ وہ سب نصائح جو اسلام نے بطور مذہب اپنے ماننے والوں کے سامنے پیش کیے ہیں ان کا عامل ہو اور دوسروں کو ان کے کرنے پر برانگیختہ کرے، اس راستہ میں جو مشکلات آئیں صبر اور استقلال سے انہیں برداشت کرے، ہمارے اسلاف نے پیغامِ حق سنانے میں بڑی بڑی تکلیفیں خندہ پیشانی سے برداشت کی ہیں اور کسی کی پرواہ کیے بغیر کلمۂ حق عوام تک پہنچایا ہے اپنی پاکیزہ جانیں پیش کر کے اسلام کے نخل کی آبیاری کی ہے۔

حدیث نمبر 40

ذکر اور بے مایہ لوگوں کی بخشش

عن ابی هريرة او عن ابی سعيد الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انّ لله ملائكته سياحين فی الارض فُضُلا عن كتاب الناس فاذا وجدوا اقواماً يذكرون الله تنادو اهلموا الى بغيتكم فيجيئون فيحفون بهم الى السماء الدنيا فيقول الله اى شيیء تركتم عبادی يصنعون فيقولون تركنا هم يحمدونک ويمجدونک ويذكرونک قال فيقول هل راونی قال فيقولون لا، فيقول كيف لوراونی فيقولون لوراوک لكانوا اشد تحميدا و اشد تمجيدا و اشدلک ذكرا قال فيقول و ایّ شيیء يطلبون قال فيقولون يطلبون الجنة قال فيقول هل راوها قال فيقولون لا، قال فيقول كيف لوراوها، قال فيقولون لوراوها لكانوا اشد لها طلباً و اشد عليها حرصاً۔ قال فيقول فمن ایّ شيیء يتعوذون قالوا يتعوذون من النار، قال فيقول هل راوها فيقولون لا، قال فيقول فكيف لوراوها فيقولون لوراوها لكانوا اشد منها هرباً و اشد منها خوفاً و اشد منها تعوذاً قال فيقول فانی اشهد كم انی قد غفرت لهم فيقولون ان فيهم فلاناً الخطاء لم يردهم انما جائهم لحاجة فيقول هم القوم لا يشقیٰ لهم جليس،

(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۰ باب الدعوات، سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:۔ ابوھریرۃؓ یا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں سیاحت کرتے ہیں لوگوں کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے یہ علاوہ ہیں جب وہ ایسے گروہوں کو پاتے

ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہیں اپنی مراد کی طرف آؤ (یعنی ذکر والے مل گئے ہیں) وہ آتے ہیں اور ان لوگوں کا احاطہ کر لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک اس جگہ کو بھر لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں فرماتے ہیں تم نے میرے بندوں کو کیا کرتے پایا ہے وہ جواباً عرض کریں گے ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ آپ کی حمد کر رہے ہیں، آپ کی عظمت بیان کر رہے ہیں آپ کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے، فرمایا، وہ عرض کریں گے جی نہیں (یعنی نہیں دیکھا ہے) پس اللہ کریم فرمائے گا اگر وہ مجھے دیکھ لیں (تو پھر وہ کیا کریں گے) حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ عرض کریں گے کہ اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو وہ بہت زیادہ آپ کی حمد کریں گے بہت زیادہ عظمت بیان کریں گے اور آپ کا ذکر بڑی شدت سے کریں گے، سرکار علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے وہ کیا طلب کر رہے تھے، فرمایا، فرشتے عرض کریں گے وہ جنت مانگ رہے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے فرمایا وہ فرشتے عرض کریں گے جی نہیں دیکھا، فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر وہ اسے دیکھیں تو پھر کیا کریں گے، رحمت عالم علیہ السلام نے فرمایا وہ عرض کریں گے اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو اس کی طلب میں شدت آ جائے اور حرص بہت بڑھ جائے، حضور کریم علیہ السلام نے فرمایا، اللہ کریم پوچھیں گے، وہ کس شے سے پناہ مانگ رہے تھے، فرشتے عرض کریں گے وہ آگ (جہنم) سے پناہ مانگ رہے تھے، سید الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا انہوں نے آگ کو دیکھا ہے، وہ کہیں گے نہیں دیکھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان کی کیا حالت ہو گی اگر اسے دیکھ لیں فرشتے عرض کریں گے وہ اگر اسے دیکھ لیں تو اس سے شدت سے بھاگیں، اور اس سے بہت زیادہ ڈریں اور اس سے بہت زیادہ پناہ چاہیں، سید کائنات علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے، فرشتے عرض کریں گے فلاں بھی ان میں ہے جو بڑا گنہگار ہے وہ ان کے ارادے سے نہیں بلکہ اپنے کسی کام کے لیے آیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ

وہ لوگ ہیں جن کی محفل میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔

فرشتوں کی غذا

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے کائنات میں ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جب انہیں پالیتے ہیں تو فضاؤں میں پھرنے والے اور کائنات میں گھومنے والے ساتھیوں کو بلاتے ہیں کہ مراد مل گئی ہے، اللہ والوں کو ہم نے پالیا، ذکر کرنے والوں کو ہم نے تلاش کرلیا آؤ تم بھی ہمارے ساتھ سنوں،

معلوم ہوا کہ فرشتوں کی غذا ذکر خداوندی ہے، پھر اللہ کریم کے سوالوں کے جوابات میں جس بھرپور انداز سے انہوں نے ذکر کرنے والوں کی وکالت کی ہے وہ بھی اصحابِ علم وعشق سے مخفی نہیں ہے۔

کیا شان ہے ان محفلوں کی

بندہ آیا کسی اپنے کام کے لیے ہے محفل جمی تھی ذکر ہو رہا تھا انوارِ الٰہی تقسیم ہو رہے تھے محبتِ مصطفوی کی خیرات بٹ رہی تھی وہ بھی شامل ہو گیا، اللہ کریم نے سب کی بخشش کا اعلان فرمایا تو اس بندے کی ساری کیفیت فرشتوں نے عرض کر دی وہ جملہ جواب میں ارشاد ہوا جس پر روحِ انسانی وجد کرتی ہے اس سے بڑا اعزاز، اس سے عظیم تمغہ کون سا ہو سکتا ہے کہ خالقِ کائنات جل مجدہ نے فرمایا ان کی محفل میں آنے والا بد بخت نہیں ہوتا، ایک نعت میں فقیر نے عرض کیا ہے

؎ تجھے جو کہیں سے نہ مل سکا مجھے مصطفیٰ ﷺ سے وہ مل گیا
تجھے کیا ملال ہے بے ادب یہ نظر نظر کی تلاش ہے

محفل جمی ہے صحابہ پہلی صف میں ہیں آج تک یہ محفل لگی ہوئی ہے، صبح قیامت تک لگی رہے گی ہم اگر پیچھے بیٹھے ہیں تو کوئی حرج نہیں عرض کیا ہے

؎ تیری محفل ہے جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

یا اللہ! اے ہمارے کریم پروردگار! ہمیں سدا ایسی محفلیں نصیب فرما بجاہ **النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔**

دماغ کے دریچے کھولیں

اللہ کریم فرشتوں سے پوچھتا ہے میرے بندے کس حال میں تھے؟ ان کی طلب کیا تھی؟ وہ کس شے سے پناہ مانگ رہے تھے؟ سوال یہ ہے کہ ہمارا خالق و مالک علام الغیوب ہے پھر یہ سوال کیوں؟ پتہ چلا کہ سوال کرنا بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوتا اس میں کئی اور لطافتیں ہوتی ہیں اب اگر سید کائنات، فخر موجودات کوئی سوال فرمائیں اور کہا جائے کہ انہیں پتہ نہیں تھا تو یہ بات بالکل مہمل ہوگی ذرا قرآن سے بھی پوچھ لیں اللہ کریم موسیٰ علیہ السلام سے پوچھتا ہے، ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى﴾ ۔طٰہٰ آیت (۱۷) (موسیٰ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے) کیا مولا کریم کو پتہ نہیں کہ ان کے دائیں ہاتھ میں عصا ہے؟ راز کھل گیا کہ سوال بے خبری کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

زبان پر ذکر خدا رہے

ا:۔ "عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! اسلام کے احکام بکثرت ہو گئے ہیں مجھے ایسی چیز ارشاد فرمایئے جسے میں چنگل مارلوں (مضبوطی سے پکڑلوں) ارشاد ہوا تیری زبان سدا ذکر الٰہی سے تر رہے"

(ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵ ابواب الدعوات سعید کمپنی)

۲:۔ (سیدنا) ابوالدرداء سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں بتاؤں جو تمہارے سب اعمال سے بہتر ہے اور تمہارے بادشاہ کے ہاں سب سے بڑھ کر پاکیزہ ہے اور تمہارے درجوں میں سب سے بلند ہے اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کے (راہ خدا میں) خرچ سے اچھا ہے اور تمہارے لیے اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ تم دشمن سے ملو اور ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں، صحابہ نے عرض کیا ہاں (ارشاد فرمائیں) ارشاد ہوا اللہ کا ذکر (ان سب باتوں سے افضل ہے) معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی شے عذاب خداوندی سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ (ایضاً) پتہ یہ چلا کہ اصل زندگی وہ ہے جو خالق کی یادوں کے سہارے رواں دواں رہے آرزو یہ ہو کہ وہ آرزوؤں میں ضوریز رہیں۔

آدابِ محفل

۳:۔ ابو ھریرہؓ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم مجلس لگائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجے تو وہ محفل ان کے لیے سراسر نقصان وزیان ہوتی ہے اب اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو انہیں بخش دے، (ایضاً) کتب حدیث میں فضیلت ذکر پر بے شمار احادیث مذکور ہیں اور مختلف ذکر بھی ابواب الدعوات میں موجود ہیں اس مختصر میں یہی کافی ہے، صرف ایک اور حدیث ملاحظہ فرمالیں۔

زہے قسمت

میں نے جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سنا انہوں نے فرمایا کہ لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی تو وہ وہاں آئے کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں اپنا ساتھی مجھے پکڑاؤ، تو وہ وہی شخص تھا جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا،

(ابوداؤد ج ۲ ص ۹۷ االبابی مصر، باب فی الدفن باللیل)

حدیث سے کئی مسائل ثابت ہوئے، رات میں میت کو دفن کرنا جائز ہے۔

اندھیرا ہو تو وہاں آگ جلا کر روشنی کی جاسکتی ہے، رہنما کے لیے بہتر صورت یہی ہے کہ وہ دفن کے وقت خود قبرستان میں جائے، رہنما سے یہاں مراد امام وخطیب بھی ہیں اور آبادی کا دنیوی نکتہ نگاہ سے بڑا آدمی (نمبردار، ممبر اور معتبر شخص) بھی ہے۔

اہم تر بات یہ ہے کہ ایک صحابی جو بلند آواز (ذکر جہر) سے ذکر کرتا تھا اور صحابہ اسے اسی صفت سے جانتے تھے جا رہا ہے آنے والے دیکھتے ہیں کہ خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں اور اپنے مبارک ہاتھوں پر لے کر اسے قبر میں اتار رہے ہیں وہ کتنی عظیم قسمت والا انسان تھا جسے خود محبوب برحق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کریم کے حوالے کیا۔

؎ تڑپتے رہ گئے گلشن میں دیکھ رقیب ترے

محبوب سب کا محبوب ہے مگر کوئی کوئی ہی ہوتا ہے جسے اپنی قسمت پر ناز ہوتا ہے۔

حدیث نمبر 41

حسنِ معاشرہ......ماں کی عظمت

حدثنا بهز بن حكيم حدثني ابي عن جدي قال قلت يا رسول الله من ابر؟ قال امك قال قلت ثم من؟ قال امك، قال قلت ثم من؟ قال امك، قال قلت ثم من؟ قال ثم اباك ثم الاقرب فالاقرب۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۱ سعید کمپنی، مسلم ج ۲ ص ۲۱۷ کتاب البر والصلة والآداب، مصری)

ترجمہ:۔ بہز بن حکیم نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے باپ (بہز کے دادے) سے روایت لی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کس سے سب سے بڑھ کر نیکی کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ماں سے، عرض کیا پھر کس سے؟ ارشاد ہوا، ماں سے، میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ ارشاد ہوا ماں سے، عرض کیا پھر کس سے؟ پھر باپ سے، پھر ترتیب وار سب سے قریبیوں سے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا سید الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماں کو اولیت دی اس کے بعد والد کا ارشاد فرمایا۔

تین درجے محققین کے نزدیک یوں ہیں، ماں حمل کا پورا عرصہ بچے کو پیٹ میں پالتی ہے کئی پابندیاں برداشت کرتی ہے، پھر بچے کے پیدا ہونے کا وقت آتا ہے وہ بڑا اذیت ناک وقت ہوتا ہے ماں کس دقت سے بچے کو جنم دیتی ہے دردِ زہ کو کتنی اذیتوں سے برداشت کرتی ہے، اب تیسرا مرحلہ ایک نووارد بچے کی تربیت اور پرورش کا ہوتا ہے وہ کتنی مصیبتیں اٹھا کر اسے پالتی ہے کہیں دو سال کا ہو کر وہ تھوڑا سنبھلتا ہے مگر ابھی ماں کے لیے اسے پالنا اور بڑا کرنا باقی ہے، یہ صرف ماں کی مامتا ہے جوان راستوں پر اسے چلاتی ہے یہ وہ رحم و کرم ہے جو اللہ کریم نے ماں کے دل میں ڈالا ہے، انہی وجوہات کے پیشِ نظر آقا علیہ السلام نے اسے بچے کے لیے باپ سے تین گناہ

زیادہ حسنِ سلوک اور نیکی کا مستحق قرار دیا ہے، کلامِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ماں کے بہت فضائل مذکور ہیں۔

والدین کی فرماں برداری

اگلی حدیث میں نماز کے بعد دوسرا نمبر آقا علیہ السلام نے والدین کے ساتھ نیکی کو قرار دیا اور اگلی حدیث میں شرک کے بعد دوسرے نمبر پر والدین کی نافرمانی کو بڑا گناہ قرار دیا۔ (ایضاً ص ۱۲۔۱۱) یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں "ربّ تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (ایضاً ص ۱۲)

والدین کو گالی دینا

عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بڑا گناہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آدمی اپنے والدین کو گالیاں دیتا ہے؟ فرمایا ہاں وہ کسی آدمی کے باپ کو گالیاں دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالیاں دیتا ہے وہ کسی کی ماں کو گالیاں دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے۔ (ایضاً)

آپ کسی کو گالی نہیں دیں گے تو اپنی زبان کو بھی پاک رکھیں گے اور اپنے والدین کے خلاف گالی نہیں سنیں گے اور ان کی عزت بھی بچائیں گے۔

خالہ ماں کی طرح ہے

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میں نے بڑا گناہ کیا ہے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ آ علیہ السلام نے فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تیری کوئی خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا جی خالہ ہے ارشاد ہوا اس سے نیکی (حسن سلوک) کر۔ (ایضاً)

باپ کی دعا

(سیدنا) ابوھریرۃؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تین دعائیں قبول ہوتی ہیں اس میں شک نہیں، ۱:۔ مظلوم کی دعا ۲:۔ مسافر کی دعا

۴۳:۔ اور بیٹے کے لیے والد کی دعا۔ (ایضاً)

ہماری نئی نسل کو ان احادیث پر غور کرنا چاہئے اور والدین کی خدمت، فرمانبرداری اور اطاعت کیشی کو اپنا شعار بنانا چاہئے، ان کے تجربات، ان کی مہارت، ان کی دانش اور ان کی سوچ سے اپنی زندگی کی راہیں روشن کرنی چاہئیں تاکہ انسانیت کا قافلہ جادۂ مستقیم پر رواں دواں رہے۔

بچوں کو چومنا

''ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بتایا کہ اقرع بن حابسؓ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ (سیدنا) حسنؓ کو چوم رہے ہیں ابن ابی عمر نے بتایا کہ وہ حسنؓ یا حسینؓ تھے، اقرع بولا میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چوما، پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''
(ایضاً ص ۱۴)

بچوں کے لیے پیار انسانی جبلت میں داخل ہے رحم اور شفقت انسان کی عادت ہے اس سے خالی تو سنگ دل ہی ہوسکتے ہیں لہذا آقا علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کسی اور پر رحم نہیں کرو گے تو تم پر بھی رحم نہیں ہوگا۔

بچیوں سے شفقت اور ان کی تربیت

''(سیدنا) ابوسعید خدریؓ نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں وہ ان کے ساتھ احسان کرے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے''
(ترمذی ج ۲ ص ۱۴، مسلم ج ۲ ص ۴۴۷ البابی مصر)

بہنیں باپ کی زندگی میں بھی ساتھ ہوتی ہیں اور باپ کی موت کے بعد تو وہی ان کا آسرا اور سہارا ہوتا ہے بیٹیاں اس کی اپنی اولاد ہیں، ان سے حسن سلوک کرنا، اُن کی تربیت کرنا ان کے کھانے پینے اور پہننے کا بندوبست کرنا انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کرنا انہیں حیاشناس بنانا انہیں عفت و عصمت کا درس دینا، یہ سب احسان کی راہیں ہیں، شادی تک یہ انداز ضروری ہے ان کی شادی نہیں ہوسکتی تو پوری زندگی یہ حسنِ سلوک ضروری ہے اس کا معاوضہ اللہ کریم کے ہاں نعمتوں بھری، سکون

بھری شان والی جنت ہے جہاں اس نے سدا رہنا ہے۔

یتیم پروری

"(سیدنا) سھل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے اپنی دو انگلیوں...... انگشت شہادت اور درمیانی انگلی...... سے اشارہ فرمایا"

(ترمذی ج ۲ ص ۱۳)

یتیم بے سہارا ہوتے ہیں وہ باپ کی شفقت اور محبت سے محروم ہو جاتے ہیں لہذا ان کی ذمہ داری اٹھانا بہت بڑی خدمت ہے، انہیں پالنا انہیں تعلیم دلا کر معاشرے کا ایک اچھا فرد بنانا یتیم کی خدمت کے ساتھ معاشرے کی بہت بڑی خدمت ہے نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتیم پرور ہیں اور کفالت کرنے والے کو ساتھ جنت میں نہ صرف لے جانا چاہتے ہیں بلکہ یوں اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں جس طرح انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی ساتھ ساتھ ہیں۔

اے کاش

کاش! کہ پاکستان میں ہر گھر اپنے گھر میں ایک یتیم کو رکھ لے تو یتیموں کا مسئلہ حل ہو جائے ان کی بیوہ ماؤں کے سروں سے بوجھ اتر جائے وہ گھر کے بچوں کے ساتھ کھانے، پینے، پہننے اور تعلیم میں شریک ہو تو اسے آداب محفل، اندازِ معاشرہ اور دیگر مسائل کا پتہ چل جائے، پھر جب پاکستان میں یہ بات ہو جائے تو سارا عالمِ اسلام بھی ہماری اس ادا کی نقل اتارے گا۔

شریک درد ہوں

"ابوھریرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی تکلیفوں سے کوئی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس سے دور کر دیتا ہے اور جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست کی تنگ دستی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا فرما دیتا ہے اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ

دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے''

(ایضاً ص ۱۴۱، مسلم ج ۲ ص ۳۴۰ مصری)

زندگی کے تین اہم مسائل کا حدیث پاک میں نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کسی کی تکلیف دور کریں، مفلسی میں اس کا ہاتھ پکڑیں تو یہ اس کی دستگیری کے ساتھ ساتھ معاشرے کے حسن میں نکھار پیدا کرے گا پھر اس بیچارے کے دل کی گہرائیوں سے آپ کے لیے مقبول دعائیں نکلیں گی جن سے آپ کی دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔

معاشرے کا روگ

مختلف معاشرے دوسروں کی خامیوں کو ہر انداز سے اچھالتے ہیں لیکن کبھی بھول کر بھی اپنی خامیوں کو نہیں دیکھتے، زبان چل رہی ہے، قلم چل رہا ہے، میڈیا چل رہا ہے اور یہ زہر معاشرے میں گھولا جا رہا ہے ہمارے مولیٰ و آقا علیہ السلام نے اس سے بڑے نرالے انداز سے روکا کہ تم یہ فائرنگ یہ بمباری خود چھوڑ دو پھر معاشرے سے یہ بدی ختم ہوگی تم اس دنیا میں بھی اپنی عزت محفوظ کر لو گے اور آخرت بھی محفوظ ہو جائے گی کہ اللہ کریم تمہارے گناہوں پر بھی پردہ ڈال دیں گے اور باز پرس نہیں ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہو تو اپنے دوسرے انسان بھائیوں کی مدد میں جت جاؤ پھر اس کا حسین انجام اپنی نظروں سے دیکھو۔

اخوت کے تقاضے

''(سیدنا) ابوھریرہؓ ہی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ اسے جھوٹا کہتا ہے اور نہ اسے رسوا کرتا ہے مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے اس کی عزت، اس کا مال اور اس کا خون، تقویٰ یہاں (دل) ہے آدمی کے لیے یہ گناہ اور شر ہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے''

(ایضاً)

حضور علیہ السلام نے خیانت سے روکا، مسلمان کو بلا دلیل جھوٹا کہنے سے منع فرمایا، اسے رسوا اور ذلیل کرنے سے روکا اس کی عزت، اس کے مال اور اس کے خون کو حرمت عطا فرمائی کسی مسلمان کی بے عزتی کرنا، اس کا مال لے لینا اور اسے مار دینا حرام قرار دیا، ارشاد ہوا یہی تقویٰ ہے کسی کے خلاف یہ جرم کرنے سے تقویٰ ختم ہو جاتا ہے، کسی مسلمان بھائی کو حقیر جاننا فرد جرم کے لیے کافی ہے۔

معاشرتی بگاڑ

مسلمان معاشروں میں غیروں کی نقالی کی وجہ سے بہت بگاڑ پیدا ہوئے، مصنوعی برتری کو کئی گروہوں نے اپنا شعار بنالیا، یہ کمیں ہے لہذا ہمارے سامنے چارپائی پر نہیں بیٹھ سکتا پھر گالیاں شروع ہوئیں اور لا تعداد امراض اس معاشرتی ناہمواری سے پیدا ہوئے ہمارے محترم قارئین ذرا معاشرے پر گہری نگاہ ڈالیں ان امراض کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر اپنے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حسین تعلیمات سے ان مرضوں کا علاج فرما کر مظلوم انسانیت کی دستگیری فرمائیں تا کہ ان پسے ہوئے طبقات ......خواتین وحضرات...... کے سر پر عظمت انسانیت کا تاج دمکنے لگے۔

رحم عام کریں

"حضرت جریر بن عبداللہ نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں (سب انسان) پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا"

آیئے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں، نکلیں اور رحم کو عام کریں، پورے معاشروں...... مسلم اور غیر مسلم...... میں اسے عام کریں، اسی طرح تعلیم محمدی عام ہوگی معاشرتی خرابیاں دور ہوں گی اور انسانیت شفقت ورحمت کی شاہراہ پر امن وسلامتی سے چل پڑے گی، اللہ کریم ہمیں توفیق دے۔

حدیث نمبر 42

اللہ تعالیٰ سے درخواست، دعائے مصطفوی

عن علی بن ابی طالب ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا قام الی الصلوۃ قال وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیایَ و مماتی للّٰہ ربّ العالمین لا شریک لہ و بذالک ا مرت و انا (من) اول المسلمین اللھم انت الملک لا الہ الا انت انت ربی و انا عبدک ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفر لی ذنبی جمیعاً انہ لا یغفر الذنوب الا انت اھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لا حسنھا الاانت و اصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھاالا انت لبیک و سعدیک والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الیک انا بک و الیک تبارکت و تعالیت استغفرک و اتوب الیک، فاذا رکع قال اللھم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی و بصری و عظامی و عصبی واذا رفع قال اللھم ربنا لک الحمد ملاء السماء وملاء الارض وملأ ما بینھما وملأ ما شئت من شیئ ء بعد، فاذا سجد قال اللھم لک سجدت وبک آمنت و لک اسلمت سجدوجھی للذی خلقہ و صورہ و شق سمعہ و بصرہ تبارک اللّٰہ احسن الخالقین ثم یقول فی آخر ما یقول بین التشھدو التسلیم اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اعلنت وما اسررت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم و انت المؤخر لا الہ الا انت، ھذا حدیث حسن صحیح، و العمل علیٰ ھذا الحدیث عند الشافعی و بعض اصحابنا و قال

بعض اهل العلم من اهل الكوفة وغيرهم يقول هذا فى صلوة التطوع ولا يقول فى المكتوبة۔

(ترمذی ج ۲ص ۱۸۰سعید کمپنی کراچی، ابوداؤد ج اص ۱۷۵ البابی مصر باب ما یستفتح به الصلوۃ من الدعاء)

ترجمہ:۔ ''(سیدنا) علی بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کے لیے قیام فرماتے تو ارشاد ہوتا میں نے اپنا چہرہ متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا میں اس کی طرف یکسو ہوں، میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (الانعام آیت ۷۹) بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب دنیاؤں کی تربیت فرمانے والے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے سب سے اول ہوں (الانعام آیت ۱۶۳۔۱۶۲) اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے بغیر کوئی معبود نہیں تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے میں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا ہے تو میرے سب گناہ معاف فرما دے کیونکہ تیرے بغیر کوئی گناہ معاف نہیں کرتا، مجھے اچھے اخلاق کی طرف راستہ دکھا کیونکہ تیرے بغیر کوئی اچھے اخلاق کی طرف راستہ نہیں دکھاتا، اور برے اخلاق کو مجھ سے دور فرما دے تیرے بغیر ان برے اخلاق کو کوئی دور نہیں کر سکتا، میں لگاتار حاضر ہوں بار بار سعادتوں کا طالب ہوں بھلائیاں نیکیاں سب تیرے ہاتھوں میں ہیں اور شر تیری طرف نہیں ہے میں تیری وجہ سے ہوں اور تیری طرف (ہی راجع) ہوں تو برکت والا اور برتر واعلیٰ ہے، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں (توبہ کرتا ہوں) اور جب آپ علیہ السلام رکوع فرماتے تو عرض کرتے اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا اور میں تجھ پر ایمان لایا اور میں تیرے لیے مطیع ہوا، اور میرے کانوں، آنکھوں ہڈیوں اور پٹھوں نے تیرے سامنے خشوع (عاجزی) کیا، اور جب رکوع سے اٹھتے تو عرض کرتے اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں ایسی تعریفیں جو آسمان، زمین، دونوں کے درمیان، ان کے بعد جسے

آپ چاہیں سب کو بھر دیں، جب آپ سجدہ فرماتے تو (سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد) عرض کرتے اے اللہ! میں نے تیرے لیے سجدہ کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا فرماں بردار (مسلم) ہوا میرے چہرے نے اس کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا فرمایا اسے صورت عطا فرمائی اس کے کان اور آنکھیں شق (کھولیں) فرمائیں، بابرکت ہے اللہ جو سب سے بڑھ کر حسین بنانے والا ہے آخر میں تشہد اور سلام کے درمیان یوں عرض ہوتی اے اللہ جو میں نے پہلے اور پیچھے کیا سب مجھے معاف فرما دے جو سامنے کیا جو چھپ کر کیا اور جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب معاف فرما دے تو ہی مقدم اور تو ہی مؤخر ہے، تیرے بغیر کوئی معبود نہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام شافعیؒ اور کچھ شافعی حضرات کا اس پر عمل ہے، کچھ کوفی حضرات (حنفی) وغیرہ کا ارشاد ہے کہ یہ صرف نفلوں میں پڑھے فرضوں میں نہیں"

قارئین کرام یہ دعائیں اگر یاد ہو سکیں تو نفلوں میں ضرور پڑھی جائیں، ان میں توجہ الی اللہ کا بھرپور سامان ہے اپنی عاجزی اور مسکینی کا حسین اظہار ہے، اللہ تعالیٰ کے تخلیقی حسن کے جلوے ہیں اعلیٰ ترین اخلاق کی طلب ہے مغفرت کی التجا ہے سارے گناہوں کی معافی کی درخواست ہے، آپ حضرات سے خصوصی طور پر درخواست ہے کہ یہ دعا تعلیم امت کے لیے ہے آقا علیہ السلام امت کو اس طرح کہنے کا حکم دے رہے ہیں اس پر غور فرمائیں، تاکہ ظاہری الفاظ کو پڑھ کر کہیں آپ کو غیر معصوم وغیرہ نہ سمجھ لیں، یہ حدیث امام ترمذی نے تین سندوں سے روایت کی ہے ایک دو الفاظ کا فرق ہے وہ علما خود ملاحظہ فرمالیں گے۔

ایک بے مثل دعائے نبوی

ہم چاہتے ہیں کہ ایک اور حدیث کا بھی ترجمہ کر دیں جو سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل فرمائی ہے تاکہ دعاؤں کی وسعت سے ہمارے ناظرین فائدہ اٹھا سکیں اگر عربی یاد نہ ہو تو مفاہیم و مطالب اپنی زبان میں عرض کر دیں۔

"عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے بتایا کہ میں نے نبی اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک رات نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا مانگتے سنا اے

اللہ! میں آپ سے آپ کی طرف سے ایسی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے آپ میرے دل کو مقصد تک پہنچا دیں اور اس کے ذریعے میرے معاملے کو مجتمع فرما دیں اور میری پراگندی اور بکھار کو اکٹھا فرما دیں اور اس سے میرے غائب کی اور اس کے وسیلے سے میرے حاضر کو بلند فرما دیں اور اس سے میرے عمل کو پاکیزہ کر دیں اور اس سے میرے رشد کو الہام فرما دیں اور الفت کو واپس کر دیں اور اسی رحمت کے ذریعے مجھے ہر برائی سے بچائیں۔ اے اللہ! مجھے ایسا ایمان اور یقین عطا فرمائیں جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی رحمت بخشیں کہ اس کے ذریعے میں دنیا اور آخرت میں تیری کرم نوازیوں کا شرف پا سکوں۔

اے اللہ! میں فیصلوں میں آپ سے کامیابی کی درخواست کرتا ہوں اور شہداء کی مہمانی والا اجر اور سعادت مندوں والی زندگی اور دشمنوں پر مدد کی التجا کرتا ہوں، اے اللہ! میں اپنی حاجت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اگرچہ میری رائے کوتاہ ہے اور میرا عمل ضعیف ہے میں تیری رحمت کا محتاج ہوں میں اے حاجتوں کے فیصلے فرمانے والے اور سینوں کو شفا عطا کرنے والے آپ سے درخواست کرتا ہوں جیسا کہ آپ سمندروں کے پانیوں میں فاصلے ڈال دیتے ہیں (کہ کڑوے میٹھے مل نہیں سکتے) اسی طرح جہنم کے عذاب اور میرے درمیان فاصلے ڈال دے اور ہلاکت کی دعوت اور قبروں کے فتنوں میں بھی اسی طرح فاصلے ڈال دے۔

اے اللہ! جس سے میری رائے کوتاہ ہے اور میری نیت اس تک نہیں پہنچی ہے اور نہ میرے سوال کی وہاں تک رسائی ہے اور وہ خیر و بھلائی ہے اور آپ نے مخلوق میں سے کسی کے ساتھ اس کا وعدہ فرما رکھا ہے یا وہ ایسی خیر اور بھلائی ہے جو آپ اپنے بندوں میں سے کسی کو عطا فرمانے والے ہیں میں آپ کے سامنے اس کی رغبت کی التجا کر رہا ہوں اے عالمین کے پروردگار! آپ کی رحمت کے وسیلے سے اس کا طالب ہوں،

اے اللہ! اے مضبوط رسی (قرآن و اسلام) والے، اے درست معاملے والے، میں آپ سے قیامت کے دن سے امن مانگتا ہوں اور دائمی دن (قیامت) میں ان مقربین کے ساتھ جو گواہ و شاہد ہیں رکوع و سجود کرنے والے ہیں عہد پورے

کرنے والے ہیں جنت میں رہنے کی درخواست کرتا ہوں، بیشک آپ سدا مہربان اور ہمیشہ محبت فرمانے والے ہیں، اور آپ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں ہدایت دینے والے، ہدایت یافتہ بنا دے، ہمیں خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے نہ بنا ہم آپ کے اولیاء سے صلح کرنے والے اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہوں، جو آپ سے محبت کریں آپ کی محبت کی وجہ سے ہم ان سے محبت کریں اور جو آپ کے مخالف ہیں آپ کی ان سے عداوت کی وجہ سے ہم بھی عداوت رکھیں۔

اے اللہ! یہ دعا ہے اور آپ نے قبول فرمائی ہے یہ ہماری جدوجہد ہے اور آپ پر توکل ہے، اے اللہ! میرے لیے میرے دل میں نور ڈال دے اور میری قبر کو منور فرما دے، میرے سامنے اور میرے پیچھے، میرے دائیں اور میرے بائیں، میرے اوپر اور میرے نیچے، میرے کانوں اور میری آنکھوں، میرے بالوں اور میرے چمڑے میرے گوشت، میرے خون اور میری ہڈیوں میں نور بھر دے (سب کو منور فرما دے)۔

اے اللہ! نور کو میرے لیے عظیم فرما دے، مجھے نور عطا کر، میرے لیے نور مقرر فرما دے، وہ ذات پاک ہے جس نے عزت و غلبہ سے توجہ فرمائی اور اسی کا حکم دیا وہ ذات پاک ہے جس نے شرف و مجد کا لباس پہنا اور اسی کا کرم فرمایا (دوسروں کو پہنایا)، وہ ذات پاک ہے کہ تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صرف اسی کا حق ہے، فضل و نعمت والا سبحان ہے مجد و کرم والا ہی سبحان ہے جلال و اکرام والا ہی سبحان و پاک ہے۔

حرف آخر

الحمدللہ کہ اربعینِ مصطفوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تکمیل ہوگئی، یہ بے مایہ فقیر سیالوی اللہ کریم جل مجدہ کے سامنے دامن پھیلا کر اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے، اعزاء واقرباء کے لیے، رفقائے راہ ہدیٰ کے لیے، علم کی اشاعت میں اپنے معاونین کے لیے، ان کے والدین اور اعزاء کے لیے، ساری امت محمدیہ کے لیے، ساری ملتِ اسلامیہ کے لیے، سلاسل اربعہ کے اولیاء اور ان کے متوسلین کے لیے، ائمہ اور ان کے مقلدین کے لیے اور قیامت تک آنے والی ملتِ مصطفویہ کے لیے اور ابتداء سے آج تک کے مرحومین کے لیے اور بالخصوص دربار سدابہار سیال شریف اور ان کے متوسلین کے لیے دعا کرتا ہے کہ وہ ذاتِ اقدس اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ مقدس دعائیں اور ان کے علاوہ دیگر ایمان بخش دعائیں ہم سب کے حق میں بوسیلہ جلیلہ حضور نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل اور ان کے صحابہ کے طفیل قبول فرمائے، اللہ کریم آمین کہنے والوں پر بھی رحم و کرم کی بارش برسائے۔

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

جمعۃ المبارک 24 شوال 1427ھ،

17 نومبر 2006ء

ھدیہ نعت بحضور نبی رحمت، شفیع مکرم، رسول معظم ﷺ

مزمل کے جلوے مکیں سے مکاں تک
انہیں کی محبت مکاں لامکاں تک

انہی کی نبوت کو پایا جہاں میں
پہنچیں نگاہیں جہاں سے جہاں تک

عشق و محبت میں محبوب سب کے
کہتے ہیں جبریل ہیں لامکاں تک

نورِ محمد ہے ہر طرف ذاکر
برزخ سے لے کر مکیں و مکاں تک

انہی کی نگاہوں میں بستے ہیں عاشق
انسان و جن و ملائک جہاں تک

ذاکر ہیں مربوط دل جالیوں سے
جلوے ہیں گنبد کے ہر گلستاں تک

وہ اب تک ہیں محراب میں جلوہ فرما
انہیں کی مہک ہے ہراک کی جاں تک

ملائک بھی حاضر ہیں اس در پہ ذاکر
بکھرے ہیں مسجد میں یاں سے وہاں تک

لبوں پر تبسم کے انوار دیکھو
مہک جن کی پھیلی ہے سب انس و جان تک

نگاہوں سے جلوے حسن کے جو بکھرے
تو آیا ہے صلِ علیٰ ہر زباں پر

نعلین تیرے گئے ہیں جہاں تک
نہیں پہنچا میرا گماں بھی وہاں تک

نورِ مدثر کے جلوے ہیں ہر سُو
نگاہ میری پہنچی جہاں سے جہاں تک

تیرے در پہ بیٹھا ہے دل کھولے ذاکرؔ
تیرے ہی نظارے ہیں اس جسم و جاں تک

مزمل کے جلوے مکیں سے مکاں تک
انہی کی محبت مکاں لامکاں تک

حدیث سیّدِ الانام

(علیہ الصلوٰۃ والسلام)

تصنیف:۔ محققِ ملت، محدث بے مثیل وشیخ التفسیر حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

حدیث کے موضوع پر انتہائی فقید المثال علمی خزانہ

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ قرآن پاک کے بعد حدیث نبویؐ دین کا دوسرا اور اہم ماخذ ہے یہ قرآن کی ایسی مستند شرح ہے جس میں شک وریب کا شائبہ تک نہیں مگر منکرین حدیث نے عوام کی بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حدیث پاک کو مشکوک قرار دینے کے لئے جھوٹا پروپیگنڈہ کیا حضرت شاہ صاحب نے اس شاہکار کتاب میں ان کے نظریہ کا علمی وفکری جائزہ لے کر منکرین حدیث کے بدنیتی پر مبنی ان اعتراضات کے جوابات پوری علمی تحقیق سے پیش کئے ہیں یہ کتاب علماء وخواص کے لئے علم وحکمت کے بے بہا موتیوں سے لبریز ایک عظیم علمی شاہکار ہے۔

حدیث کیا ہے؟

ضرورت واہمیت حدیث،

تدوین حدیث،

ائمہ مجتہدین اوران کے علمی کارنامے،

صحاح ستہ اوران کے مصنفین،

اصطلاحات فنِ اصول حدیث اوراقسامِ حدیث پر طائرانہ نگاہ

ادارہ جامعۃ الزہراء اہلسنت (رجسٹرڈ)

عثمان غنی کالونی، مصریال روڈ، راولپنڈی

فون نمبر 051-5682206

تقریراتِ ترمذی

تصنیف :- محقق ملت، محدثِ بے مثیل وشیخ التفسیر حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

جامع ترمذی کی اردو زبان میں عظیم الشان شرح

اندازِ بیان انتہائی سادہ، بیحد مدلل اور قاری کے ذہن میں اتر کر دل کو منور کرنے والا ہے

مقدمے میں منکرین حدیث کے دلائل کے تارو پور بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

عظمتِ صحابہ اور شانِ اہل بیت کو علمی انداز سے ثابت فرماتے ہوئے امت کو ادب کی تعلیم دی ہے

مفکرین کے افکار کو حسین اردو میں ڈھالا ہے اعتدال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

اردو لٹریچر میں کتاب حسین وجمیل، مدلل ومکمل اضافہ ہے ترمذی کی اردو میں ایسی شرح پاکستان میں اب تک نہیں ہوئی۔

تصنیف :- محقق ملت، محدثِ بے مثیل و شیخ التفسیر حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

عجیب و غریب نکات کی حامل کتاب

تصوف انسانی روح میں رچا بسا ہے، روز اول سے یہ انسانوں میں موجود ہے اور ان کی زندگی کو اخلاقیات کے پیکر میں ڈھال رہا ہے۔

اس کتاب میں ہندو تصوف، یونانی تصوف اور اسلامی تصوف کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے تصوف میں جو آمیزش کی ہے اسے بیان کرتے ہوئے ان کی کوتاہیوں پر گرفت کی ہے

اسلامی تصوف پر قرآن و سنت کی روشنی میں خوبصورت انداز سے روشنی ڈالی ہے۔

بڑی علمی اور تحقیقی کتاب ہے، بے شمار لوگوں نے کتاب کی علمی سطح اور فکری انداز کی بہت تعریف کی ہے۔

ادارہ جامعۃ الزہراء اہلسنت (رجسٹرڈ)
عثمان غنی کالونی، مصریال روڈ، راولپنڈی
فون نمبر 051-5682206

تصنیف :- محقق ملت، محدثِ بے مثیل و شیخ التفسیر حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

تشنگانِ علم کے لیے روشنی کا مینار

تفاسیر کی دنیا میں ایک نیا نام

تفسیر عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی ترجمان اور محبتِ رسول علیہ السلام کی حدی خوان ہے۔
علم و تحقیق کا حسین و جمیل مرقع ہے، حقیقت ہر جملہ سے عیاں ہے۔
تصوف کا شہکار ہے، صرف و نحو کی باریکیوں کو بڑے حسین اور آسان انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ ادب کی چاشنی ہے۔
منطق و فلسفہ کی رعنائیاں ہیں، فصاحت و بلاغت کی پھلواڑیاں ہیں اور ادب کی چاشنی ہے۔
جدید سائنس کو قرآن کی عظمتوں کا قائل کیا ہے، قرآن کی تفسیر قرآن سے اور حدیث سے کی گئی ہے۔
خاصے کی شے ہے جس سے صلحاء، علماء، وکلاء، طلباء، اساتذہ، جج اور عوام استفادہ کرسکتے ہیں۔
ملت کو ایسی کتاب اولین فرصت میں پڑھنی چاہیے۔

ادارہ جامعۃ الزہراء اہلسنت (رجسٹرڈ)
عثمان غنی کالونی، مصریال روڈ، راولپنڈی
فون نمبر 051-56822

خواتین نگاہِ رحمت میں

تصنیف :- محقق ملت، محدث بے مثیل و شیخ التفسیر حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

علم و حکمت کے موتیوں کا عظیم علمی گلدستہ

مصنف علام نے قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور تاریخی حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ جتنے حقوق اور جتنا احترام واکرام خواتین کے لئے دینِ اسلام کی تعلیمات میں ہے کسی اور مذہب کے احکام میں یا سیکولر معاشروں کے قوانین میں نہیں ہے۔

مسلمان خواتین کے لئے ایک متوازن معاشرے میں اعلیٰ کردار کی بہترین مثالیں ازواجِ مطہرات اور صدرِ اول کی خواتین ہیں۔

بڑے حسین انداز سے یہ گلدستہ سجایا گیا ہے۔

ادارہ جامعۃ الزہراء اہلسنت (رجسٹرڈ)
عثمان غنی کالونی، مصریال روڈ، راولپنڈی
فون نمبر 051-5682206

فہرست تصنیفات وتالیفات

حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

(بانی ادارہ جامعۃ الزہراء راولپنڈی)

متعلق قرآن

کمال الایمان فی ترجمہ القرآن
جمال الایمان فی تفسیر القرآن
قرآن زندہ کتاب
ترجمہ آل عمران بیضاوی
ترجمہ البقرہ بیضاوی نامکمل
انتخاب الجمیل من کتاب الرب الجلیل
ضیاء القرآن ضیاء القرآن ہے
برصغیر اور تفاسیر
الفاظ قرآن

متعلق حدیث

تقریرات ترمذی (جامع کتاب آٹھ جلدیں)
حدیث سید الانام علیہ السلام
انتخاب الحدیث (صحاح وغیرہ)
اربعین مصطفوی ﷺ
مقالات رسالت ﷺ
مسلم شریف پر عربی حاشیہ
ابوداؤد پر عربی حاشیہ
کشف المبھم عن نکاح المحرم

عربی کتب

حج الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
عمل الحج فی اشاعۃ الاسلام والجھاد
الرسالۃ
الخطاب للاستاذ الدوالبی
الامام الاعظم واصولہ الفقھیۃ
التراجم والمضامین
الغوث الاعظم
رسالۃ الغیب

تراجم

باب الخوارج من الکامل للمبرد
جامع کرامات الاولیاء (دو جلدیں)
السفارات الاسلامیہ الی اوربا
سباحۃ الفکر (کیا بلند آواز سے ذکر منع ہے)
تنویر الحلک (امام سیوطی)
اقامۃ الحجۃ (عبادت میں کثرت بدعت نہیں)
الفقہ الاکبر (امام اعظمؒ)
الفقہ الاکبر (امام شافعیؒ)
تنویر الابصار (شیخ الاسلام سیالویؒ)

فقہ، اصول فقہ، اسلامیات

زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں جلد اول و دوم (عقائد، طہارت و نماز)
زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں سوم و چہارم (زکوۃ، روزہ اور حج، نکاح، طلاق)
زیارتِ قبور، حیات برزخی اور ایصال ثواب کا تحقیقی جائزہ
عظمتِ سید المرسلین وامہات المومنین
خواتین نگاہِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم میں
خلاصہ اصول الشاشی
خلاصہ تاریخ الفقہ الاسلامی (شیخ خضریؒ)
تحریک احیائے اسلام اور حج
اقامۃ الدین
حرم کا تقدس اور مشرکین سے برات
حقوق المسلمین فی الحرمین الشریفین
رحمۃ للعالمین فی مرآۃ العاشقین
محمد ہی محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم المعروف اسم با مسمیٰ
امام اعظم اور ان کے اصول اجتہاد
امام اعظم کا اجتہادی مقام
پیغام انسانیت
تورات، انجیل اور قرآن
ہمارا سیاسی فلسفہ
زنا اور اس کے احکام
اسلام کا نظریہ قید و جیل
مغربیوں کے بیس سوالوں کے جوابات
ہندوستانیوں کے سوالوں کے جوابات
خواتین کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ
رسالہ توحید وسنت پر علمی گرفت
ناموسِ رسالت ادیان کی نگاہ میں
عقائد و تاریخ
اسقاط کی شرعی حیثیت
تصوف وصوفیہ
المصطفیٰ والمرتضیٰ (المعروف تاریخ چشتیہ شمسیہ)
حقیقتِ تصوف
جنید عصر حاضر
قمر ملت شیخ الاسلام
رباعیات شاہ نقشبند یہ تبصرہ
اسلام کا عالمگیر پیغام اور صوفیہ کرام کی مساعی
یہ کھگول شریف ہے
کچھ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ خیریہ کے بارے میں

سفر نامے

حرمین حرمین ہیں
مسافر مدینہ پھر مکہ مکرمہ میں
مدینہ مدینہ ہے
پھر مدینے میں
آؤ مدینہ چلیں
غار ثور اور مکہ مکرمہ
یہ دو حرم
مرکزیت حرمین
سفر نامہ بنکاک
امام خمینی کا ایران

یہ امریکہ ہے | کالوں کے دیس میں

تاریخ و شخصیات

امام احمد رضا۔ (ایک مظلوم مفکر) | دیدہ بینا (حکیم محمد موسیٰ امرتسری)
کاسِ کرام (حضرت بولہ شریف) | پھر وہ چلے گئے (وصال والد گرامی)
روزگارِ فقیر (اپنی سوانح حیات) | الاقوام العربیۃ فی الدور المختلفۃ
باتیں ان کی یاد رہیں گی (مولانا افتخار احمد بگوی)
مسلمات مرزا | تاریخ الامت
ملک میاں محمدؒ | درویش خدامست (مولانا محمد خان)
سید قمر الدین شاہ (سوانح) | اللہ یار۔ اللہ یار ہے
ڈاکٹر اصغر حمید قریشی | الخطاب للعلامہ کوثر نیازی

مختلف علوم۔ صرف، نحو، منطق، ادب وغیرہ

مختلف مسائل کا قرآن و حدیث سے حل | انتخاب الصحاح الاربعہ (شیعہ)
تعالوا نتعلم المنطق (رسالہ المنطق) | عربی گرامر
خلاصہ البلاغہ الواضحہ | جامِ عشق (منظوم کلام)
اعمال الخیر | مجربات طب
حاشیۃ المطول | الوافیہ شرح الکافیہ
شمسیہ شرح حریریہ | کفایۃ النحو شرح ھدایہ النحو
آٹھ مغربی مفکرین | الصدریہ فی حل الالفیہ
قمر ملت کی تابانیاں | مہر نے مہر لگادی (قادیانی کی شکست)
الایقان فی ترجمۃ آیات القرآن ترجمۃ عقیدۃ الاکابر
مرزا کی اصلیت | صحابہ اور کتب شیعہ
مدینہ راہِ نور و جنت | مسئلہ غیب و شہادت کی علمی تحقیق
وسیلہ کتاب و سنت کی روشنی میں | زکوۃ صرف مسلمان کو دی جائے
ترجمہ درست کریں

مشہور مطبوعہ تصانیف و تالیفات
حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی